مصنفہ

جے۔ اِی۔ ایسلمنٹ

ایم۔ بی۔ سی۔ ایچ۔ بی۔ ایف۔ بی۔ ای۔ اے

مترجمہ

عباس علی بٹ۔ بی۔ اے۔ بی۔ ای۔ ڈی۔ پی ایچ۔ پی

محفلِ ملی بہائیان ہند و برھما نے چھپوا کر شائع کیا

سنہ ۱۹۳۵

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
دیباچہ مصنف	۱
پہلا باب — بشارت	
تاریخ عالم کا ایک اہم ترین واقعہ	۳
بدلتی ہوئی دنیا	۵
آفتاب صداقت	۷
حضرت بہاء اللہ کا کام	۸
پیشینگوئیوں کا پورا ہونا	۹
پیغمبری کے ثبوت	۱۲
تحقیق کی مشکلات	۱۳
اِس کتاب کا منشا	۱۴
دوسرا باب — حضرت باب مبشّر	
بچپن اور جوانی	۱۷
اعلان	۱۸
بابی تحریک کی ترقی	۱۹
حضرت باب کا دعویٰ	۲۰
ظلم وستم کا بڑھنا	۲۲
حضرت باب کی شہادت	۲۲
کوہ کرمل پر آپ کا روضۂ مبارکہ	۲۴
حضرت باب کا کلام	۲۴
من یظہرہ اللہ	۲۵
قیامت، بہشت و دوزخ	۲۶
معاشرتی اور اخلاقی تعلیمات	۲۷
شوق و نسخ	۲۷
تیسرا باب — حضرت بہاء اللہ	
پیدائش اور اوائل عمر	۲۹
بابیوں کے زمرہ میں آپ کی قید	۳۰
بغداد کو جلاوطنی	۳۲
بیابان میں دو سال	۳۳
مُلاؤں کی مخالفت	۳۴
رضوان میں اعلان	۳۶
قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل	۳۶
الواحِ ملوک	۳۷
سجنِ عکّا	۴۰
سختی میں کمی	۴۱
دروازۂ سجن کا کھلنا۔	۴۱

مضمون	صفحہ
ایامِ سجن	۴۵
صعود	۴۸
بہاءاللہ کا مقام	۴۸
بہاءاللہ کا کام	۵۳
آپ کا کلام	۵۵
بہائی روح	۵۷
چوتھا باب	
حضرت عبدالبہاء	
پیدائش اور بچپن	۵۹
جوانی	۶۱
شادی	۶۲
مرکزِ میثاق	۶۳
سخت قید کا دوبارہ عائد ہونا	۶۴
ترکی کمیشن	۶۸
ممالکِ غرب میں سفر	۶۹
ارضِ مقدس کو واپسی	۷۰
جنگِ عظیم کے ایام حیفا میں	۷۲
سر کا خطاب	۷۳
آخری سال	۷۴
صعود	۷۵
الواح و خطابات	۷۷
عبدالبہاء کا مقام	۷۷

مضمون
بہائی زندگی کا نمونہ
پانچواں باب
بہائی کون ہے
بہائی زندگی
عبادت الٰہی
حقیقت کی تلاش
خدا کی محبت
انقطاع
اطاعت
خدمت
تبلیغ
اخلاق و آداب
چشم خطا پوش
انکسار
راستبازی و امانت
خود شناسی
چھٹا باب
دعا یا نماز
خدا کے ساتھ مکالمہ
حالتِ خضوع

مضمون	صفحہ
وسیلہ کی ضرورت	۱۰۴
دعا مانگنا یا نماز پڑھنا فرض ہے	۱۰۶
دعا محبت کی زبان ہے	۱۰۷
دعا یا عبادت با جماعت	۱۰۸
بلاؤں سے نجات	۱۰۹
دعا اور قانونِ قدرت	۱۱۱
بہائی دعائیں	۱۱۳

ساتواں باب
صحت و شفا

مضمون	صفحہ
جسم اور روح	۱۱۶
وحدتِ حیات	۱۱۷
سادہ زندگی	۱۱۷
مسکرات اور منشیات	۱۱۸
لذائذ	۱۱۸
پاکیزہ زندگی اور صفائی	۱۱۹
شریعت کی اطاعت کے نتائج	۱۲۰
مظہر اللہ بطور طبیب	۱۲۱
مادی ذرائع سے صحت	۱۲۲
غیر مادی وسائل سے شفا	۱۲۴
روح القدس کی قوت	۱۲۵
بیمار کا فرض	۱۲۶
شفا بخشنے والا	۱۲۸
کس طرح سب مدد کر سکتے ہیں	۱۳۰
سنہری زمانہ	۱۳۱
صحت کا صحیح استعمال	۱۳۲

آٹھواں باب
وحدتِ ادیان

مضمون	صفحہ
انیسویں صدی میں فرقہ بازیاں	۱۳۳
حضرت بہاء اللہ کا پیغام	۱۳۵
کیا انسانی طبیعت بدل سکتی ہے!	۱۳۶
اتحاد کی طرف پہلا قدم	۱۳۸
مسئلۂ فضیلت	۱۳۹
تدریجی وحی	۱۴۱
انبیاء کی آخریت	۱۴۳
ظہورِ اعظم	۱۴۵
ایک نئی صورتِ حال	۱۴۷
امرِ بہائی کی کاملیت	۱۴۸
بہائی میثاق	۱۴۹
امرِ بہائی میں پیشہ ور مذہبی پیشوا نہیں	۱۵۲

مضمون	صفحہ

نواں باب
حقیقی تمدن

مضمون	صفحہ
دین، تمدن کی بنیاد ہے	۱۵۴
عدل	۱۵۵
حکومت	۱۵۷
سیاسی آزادی	۱۵۹
حکام اور رعایا	۱۶۰
تقرری اور ترقی	۱۶۱
اقتصادی مسائل	۱۶۲
دخل اور خرچ	۱۶۴
خود اختیاری حصہ داری	۱۶۴
کام کرنا سب کے لئے فرض ہے	۱۶۵
دولت کے اخلاقی قوانین	۱۶۶
تجارتی غلامی کی نہی	۱۶۸
وصیت و میراث	۱۶۹
مرد و عورت کی مساوات	۱۷۰
خواتین اور نیا دور	۱۷۳
تشدد آمیز طریقوں کی مانعت	۱۷۴
تعلیم	۱۷۵
فطرت کے جبلی اختلافات	۱۷۶
تربیت سیرت	۱۷۸
ہنر، علوم و دستکاری	۱۷۸
مجرموں سے سلوک	۱۷۹
اخبارات	۱۸۱

دسواں باب
طریقِ امن

مضمون	صفحہ
اختلافات بمقابلہ اتحاد	۱۸۲
صلح اکبر	۱۸۴
مذہبی تعصبات	۱۸۴
جنسی اور ملکی تعصبات	۱۸۷
جوعِ ارض	۱۸۹
عالمگیر زبان	۱۹۰
لیگ اوف نیشنز	۱۹۴
بین الاقوامی عدالت	۱۹۶
تحدید اسلحہ	۱۹۷
عدم مزاحمت	۱۹۸
نیکی کی راہ میں کوشش	۲۰۰
اتحاد شرق و مغرب	۲۰۱

گیارہواں باب
احکام و تعلیمات

مضمون	صفحہ
راہبانہ زندگی	۲۰۴

مضمون	صفحہ
شادی یا ازدواج	۲۰۶
طلاق	۲۰۷
بہائی تقویم	۲۰۸
محافلِ روحانی	۲۱۰
تیوہار	۲۱۲
روزے	۲۱۳
مجالس	۲۱۵
مشرق الاذکار	۲۱۷
حیات بعد الممات	۲۱۹
بہشت و دوزخ	۲۲۱
ہر دو عوالم کی وحدت	۲۲۳
عدمِ وجودِ شر	۲۲۸
بارہواں باب	
مذہب و سائنس	
آویزش کی وجہ غلطی ہے	۲۳۱
انبیاء کو ایذا دینا	۲۳۳
طلوعِ عہدِ حقیقت	۲۳۵
صداقت کی تلاش	۲۳۷
حقیقی علمِ الوہیت	۲۳۸
عرفانِ الٰہی	۲۳۹
مظاہرِ الٰہی	۲۴۰
آفرینش	۲۴۲
ارتقائے انسان	۲۴۴
جسم اور روح	۲۴۶
وحدتِ انسان	۲۴۸
دورِ وحدت	۲۴۹
تیرھواں باب	
پیشینگوئیاں جو ظہورِ بہائی نے پوری کیں	۲۵۱
خدا کی آمد	۲۵۳
حضرت مسیح کے بارے میں پیشینگوئیاں	۲۵۴
حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے بارے میں پیشینگوئیاں	۲۵۶
بہاء اللہ	۲۵۸
یوم اللہ	۲۶۰
حضرت عبد البہاء کے بارے میں پیشینگوئیاں	۲۶۱
قیامت یا یوم العدل	۲۶۳
حشر یا بعثت	۲۶۶
مسیح کی دوبارہ آمد	۲۶۸
آخر کا وقت	۲۷۱
آسمان اور زمین پر نشانیاں	۲۷۴
ظہورِ موعود کس طرح ہوگا	۲۷۷

مضمون	صفحہ
چودھواں باب	
حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبد البہاء کی پیشنگوئیاں	
کلام الٰہی کی قوتِ نفوذ	۲۸۳
نپولین سوئم	۲۸۷
جرمنی	۲۸۸
ایران	۲۸۹
ترکی	۲۹۰
امریکا	۲۹۳
جنگِ عظیم	۲۹۵
جنگ کے بعد معاشرتی آفتیں	۲۹۶
خدا کی بادشاہت کا آنا	۲۹۹
عکّا اور حیفا	۳۰۱
پندرھواں باب	
یادِ گذشتہ و امیدِ آئندہ	
ترقیِ امراللہ	۳۰۳
حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کی صداقت کے ثبوت	۳۰۷
شاندار مستقبل	۳۰۸
دین کا تازہ ہونا۔	۳۰۹
وحیِ تازہ کی ضرورت	۳۱۰
حق سب کے لئے ہے۔	۳۱۱
وصایائے عبد البہاء	۳۱۲
نیا ورق	۳۱۲
ولیِ امراللہ	۳۱۲
ایادیِ امراللہ	۳۱۴
محافلِ روحانی	۳۱۴
مزید وصایائے عبد البہاء	۳۱۶

تمت

دسمبر ۱۹۱۴ء میں کچھ دوستوں سے گفتگو کرنے اور دو ایک رسالے جو ان دوستوں نے دئیے تھے پڑھنے سے مجھے پہلی مرتبہ دین بہائی کا علم ہوا۔ بہائی تعلیمات کی وسعت۔ قوت اور خوبصورتی نے مجھ پر بہت بڑا اثر کیا۔ میں نے یہ محسوس کر لیا کہ موجودہ دنیا کی ضروریات کو کامل اور اطمینان بخش طریقہ سے پورا کرنے کے لئے دین کو جیسے بہائی تعلیمات پیش کرتی ہیں ویسے کوئی اور دین پیش نہیں کرتا۔ جس قدر میں اس امر کا مطالعہ کرتا گیا میرا یہ احساس زیادہ قوی اور زیادہ گہرا ہوتا گیا۔

اس تحریک کے متعلق علم حاصل کرنے کے لئے جن کتابوں کی ضرورت تھی مجھے انکے حاصل کرنے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے ان کتابوں کو پڑھکر مجھے معاً خیال ہوا کہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا خلاصہ ایک کتاب کی صورت میں جمع کروں تاکہ دوسرے لوگ بآسانی ان تعلیمات سے واقف ہو سکیں۔

جنگ عظیم کے بعد فلسطین سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہونے پر میں نے اس کتاب کے پہلے ۹ باب جن کا مسودہ اسوقت قریباً مکمل ہو چکا تھا حضرت عبدالبہاء کی خدمت میں تقدیم کئے۔ آپ نے مجھے ایک نہایت ہمت افزا خط لکھا۔ اور مجھے حیفا آنے کے لئے نہایت محبت آمیز مخلصانہ دعوت دی کہ میں اپنا سارا مسودہ لیکر آپ کی خدمت میں پہنچوں۔ میں نے نہایت خوشی سے اس دعوت پر لبیک کہا اور سنہ ۱۹۱۹ء میں ۲½ ماہ تک مجھے حضرت عبدالبہاء کے ہاں مہمان رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس اثنا میں کئی موقعوں پر حضرت عبدالبہاء نے اس کتاب کے بارے میں مجھ سے گفتگو کی اور اس کی اصلاح کے لئے نہایت قیمتی مشورے دیئے اور فرمایا کہ جب میں سارے

مسودہ پر نظرِ ثانی کر لوں تو وہ اس کا فارسی میں ترجمہ کرینگے۔ تاکہ اسے خود پڑھکر اس میں جہاں کہیں ضرورت ہو اصلاح یا ترمیم کر دیں۔ اس حکم کے مطابق نظرِ ثانی اور ترجمہ کیا گیا۔ اور حضرت عبدالبہاء نے اپنی وفات سے پہلے باوجود کثرت مشاغل کے ۳ ابواب یعنی پہلے۔ دوسرے۔ تیسرے اور پانچویں باب کے نصف سے زیادہ کی تصحیح فرمائی۔ مجھے اس بات کا سخت رنج ہے کہ حضرت عبدالبہاء سارے مسودہ کی اصلاح نہ فرما سکے۔ کیونکہ اس سے کتاب کی قدر و اہمیت کو چار چاند لگ جاتے۔ اس کے بعد مرکزی محفل بہائیان انگلستان کی ایک کمیٹی نے سارے مسودے کو غور و احتیاط سے دیکھا۔ اور اب یہ کتاب اس محفل مقدس کی منظوری سے طبع کی گئی ہے۔

حضرت عبدالبہاء کے نواسے حضرت شوقی آفندی نے بھی جو اب ولی امر اللہ ہیں سارے کے سارے انگریزی مسودے کو پڑھکر نہایت پسند فرمایا ہے۔ حضرت شوقی ربانی اگرچہ الواح و آیات کے تمام تراجم کو جو اس کتاب میں درج ہیں اصل عبارات سے نہیں ملا سکے مگر انہوں نے کئی مقامات پر مجھے انگریزی ترجمہ ٹھیک کرنے کے لئے مشورہ دیا۔ جسے میں نے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔

میں مس۔ ای۔ جے روزنبرگ۔ محترمہ کلاڈیا۔ ایس کولز۔ میرزا لطف اللہ ایس حکیم۔ مسٹر رائے ولہلم اور مسٹر ماؤنٹفورڈ ملز اور دیگر بہت سے احباب کا تہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں مجھے نہایت قیمتی مدد دی۔

عربی اور فارسی نام یا الفاظ جو میں نے رومن میں لکھے ہیں اس کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جسے اختیار کرنے کی حال ہی میں شوقی آفندی نے تمام دنیا کے بہائیوں کو تاکید فرمائی ہے ؁

جے۔ ای۔ ایسلمنٹ

فیر فورڈ۔ کلٹس۔ نزد ابرڈین

پہلا باب
بشارت

"دُنیا کی تمام قوموں کا موعود ظاہر ہوگیا ہے۔ تمام ادیان واقوام کو ایک مظہرِ ربّانی کے ظہور کا انتظار تھا۔ اور یہ ظہور کُل بنی نوعِ انسان کے لئے معلّم و مربّیِ اعظم حضرت بہاء اللہ ہیں" ...... (عبدالبہاء)

تاریخِ عالم کا ایک اہم ترین واقعہ

اگر ہم ارتقاءِ انسانی کی کہانی کو جو صفحاتِ تاریخ میں درج ہے غور سے پڑھیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انسانی ترقی کا عنصرِ اعظم ہر زمانے میں ایک ایسے انسانِ کامل کی آمد رہی ہے جو وقت کے مروجہ خیالات سے آگے بڑھکر ایسی حقیقتوں کی نقاب کشائی کرتا ہے جو اسوقت تک انسانوں سے مخفی ہوتی ہیں۔ موجد حکیم۔ رہنما۔ پیغمبر۔ یہ ایسے انسان ہیں جو درحقیقت دنیا کو بالکل بدل دیتے ہیں۔ جیسا کہ کارلائل نے کہا ہے :-

" صاف بات اور ہمارے خیال میں ایک صریح بدیہیہ یہ ہے کہ ....

ایک فردِ واحد جو ایک اعلیٰ دانائی کا مالک ہوتا ہے اور جس کے قبضہ میں ایک ایسی رُوحانی حقیقت ہوتی ہے جو اسوقت تک کسی انسان نے نہ دیکھی ہوتی ہے نہ سُنی۔ وہ نہ صرف دس یا دس ہزار انسانوں سے بلکہ اُن تمام انسانوں سے قوی تر

ہوتا ہے جن کے پاس یہ حقیقت نہیں ہوتی۔ وہ اُن کے درمیان ایک آسمانی
قوت کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ گویا اُس کے ہاتھ میں ایک آسمانی تلوار ہوتی ہے
جس کا مقابلہ نہ تو کوئی ڈھال کر سکتی ہے اور نہ کوئی آہنیں برج کر سکتا ہے۔"

(سائنس اور دی ٹائمز)

سائنس۔ فنونِ لطیفہ۔ اور موسیقی کی تاریخوں میں ہمیں اس قول کی صداقت کی مثالیں
بکثرت ملتی ہیں مگر اِس انسانِ کامل اور اس کے کام کی اہم ضرورت جیسی کہ دین میں
صاف و صریح طور پر نمایاں ہوتی ہے اور کسی شعبہ میں نہیں پائی جاتی۔
جب سے دُنیا بنی ہے اسوقت سے یہی ہوتا آیا ہے کہ جب کبھی لوگوں میں
رُوحانی کمزوری کے آثار نمایاں ہوئے اور اُن کے اخلاق بگڑ گئے تو وہ محیر العقول
اور پُر اسرار ہستی یعنی پیغمبر ظاہر ہوتا ہے۔ تمام دُنیا کے مقابلہ میں یہ وجود مبارک
تنِ تنہا قیام کرتا ہے۔ نہ تو کوئی اس کا مددگار رہتا ہے اور نہ کوئی اس کا ساتھ دے سکتا ہے
نہ کوئی اُسے کماحقہٗ سمجھ سکتا ہے اور نہ اس کے کام میں کوئی اس کا شریک ہو سکتا ہے
گویا اندھوں میں ایک صاحب بصیرت ظاہر ہوتا ہے جو اپنی بشارتِ حق و صداقت
کا اعلان کرتا ہے۔

اِن پیغمبروں میں سے بعض نمایاں بلندی پر دکھائی دیتے ہیں۔ ہر چند
صدیوں کے بعد کوئی آسمانی پیغمبر یعنی کوئی کرشن کوئی زرتشت کوئی موسیٰ
کوئی عیسیٰ یا کوئی محمد مشرق میں ایک روحانی سورج کی طرح ظاہر ہوتا ہے تاکہ
انسانوں کے تاریک قلوب کو روشن اور اُن کی غافل ارواح کو بیدار کرے۔ اِن
بانیانِ ادیان کی نسبتی بزرگی کے بارے میں ہمارے خیالات کچھ ہی ہوں مگر ہم
اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ تربیتِ انسان میں ایک نہایت طاقتور
عنصر ہوئے ہیں۔ یہ سب انبیا بیک آواز فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ ہم
اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ ہمارے واسطہ سے خدائی وحی اور آسمانی
پیغام ہے۔ ہم صرف اس کے لانے والے ہیں۔ اِن انبیاء کا جس قدر کلام اسوقت

موجود ہے اُس میں ایک مُعلّم و مُربّیِ عالم کے ظاہر ہونے کے بیشمار وعدے اور اِشارے پائے جاتے ہیں کہ "وقت کے پورا ہونے پر" یہ تمام دنیا کا مربی ظاہر ہوگا اور اُن کے کام کو پورا کرے گا۔ اور اُسے تکمیل تک پہنچائے گا۔ وہ دنیا میں امن وعدل کی سلطنت قائم کرے گا اور دنیا کے تمام فرقوں مذہبوں اور قوموں کو ایک خاندان بنا دیگا تاکہ "صرف ایک گلہ اور ایک ہی اس کا گلہ بان ہو" اور سب اعلیٰ و ادنیٰ خدا کی معرفت حاصل کریں اور اس سے محبت کریں۔

آخری ایام میں اس مُربّیِ عالم انسان کی آمد تاریخ انسانی کا یقیناً ایک نہایت ہی اہم ترین واقعہ ہونی چاہئے۔ تحریک بہائی دنیا میں اس بڑی خوشخبری کا اعلان کررہی ہے کہ یہ مُربّی اعظم فی الواقع ظاہر ہوگیا ہے اور اس پر وحی آسمانی کا نزول ہوا جو کتاب کی صورت میں موجود ہے جسے ہر طالب صادق پڑھ سکتا ہے۔ **یومُ اللہ** ظاہر ہوگیا ہے اور راستبازی اور صداقت کا آفتاب طلوع ہوچکا ہے اب تک تھوڑے لوگوں نے جو اپنے مرتبہ کی بلندی کے سبب گویا پہاڑ کی چوٹی پر جاگزیں تھے اِس نیّر اعظم کا نظارہ کیا ہے۔ مگر اس کی کرنیں آسمانوں اور زمین کو منور کررہی ہیں اور جلد ہی یہ پہاڑوں سے اونچا بلند ہوگا اور میدانوں اور وادیوں پر اپنی پوری طاقت سے چمکیگا اور سب کو ہدایت اور زندگی عطا فرمائیگا۔

بدلتی ہوئی دُنیا

یہ بات سب پر واضح ہے کہ دُنیا اُنیسویں صدی اور بیسویں صدی کے آغاز میں پُرانے دَور کی موت کی انگڑائیوں اور نئے دَور کی پیدائش کے دردِزہ میں سے گذر رہی ہے۔ مادہ پرستی اور خودغرضی کے پُرانے اصول اپنی پیدا کردہ ویرانی کے درمیان دَم توڑ رہے ہیں اور پُرانے فرقہ وارانہ سیاسی تعصبات اور دیرینہ دشمنیاں رفو چکر ہورہی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمام ملکوں میں اخوت۔ ایمانداری اور آپس میں میل جول کی تازہ روح ظاہر ہورہی ہے جو پُرانی رسومات کی پُرانی حدود سے آگے بڑھ رہی ہے۔ انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے اہم انقلابات واقع ہورہے ہیں جو

پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ پُرانا دَور ابھی مَرا نہیں ہے۔ یہ نئے دَور کے ساتھ زندگی اَور موت کی لڑائی میں مصروف ہے۔ ہولناک اور خوفناک برائیاں موجود ہیں۔ مگر اب ایک تازہ جوش اور نئی امید کے ساتھ وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالی جارہی ہیں۔ اُن کی جانچ پڑتال کی جارہی ہے اور اُن کے پرخچے اُڑائے جا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ گھٹا ٹوپ خوفناک اور گھنگھور ہے۔ مگر روشنی اَب اِس سے پھوٹ کر نکل رہی ہے اور شاہراہِ ترقی کو منوّر کر رہی ہے اور اُن رکاوٹوں اور گڑھوں کو ظاہر کر رہی ہے جو ترقی کے راستے میں حائل تھے۔

اٹھارھویں صدی میں یہ بات نہ تھی۔ اُسوقت روحانی اور اخلاقی تاریکی میں جو دُنیا پر چھائی ہوئی تھی مشکل سے کہیں کہیں روشنی کی کرن دکھائی دیتی تھی۔ یہ زمانہ ایسا تھا جیسا صبح ہونے سے پہلے تاریک ترین وقت ہوتا ہے جبوقت چند ایک چراغ یا شمعیں جو موجود ہوتی ہیں تاریکی کو اور بھی نمایاں کرتی ہیں۔ کارلائل اپنی کتاب "فریڈرک اعظم" میں اٹھارویں صدی کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:۔

"یہ ایک ایسی صدی تھی جس کی نہ تو کوئی تاریخ ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔ جھوٹ اور کذب کا اجتماع اس قدر فراواں تھا کہ پہلے کسی صدی میں نہ ہوا تھا۔ اس میں جھوٹ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اب لوگوں کو اس کا احساس بھی نہ رہا تھا۔ دنیا کذب میں ڈوبی ہوئی تھی اور جھوٹ اس کی ہڈیوں میں رچ گیا تھا۔ واقعی جھوٹ کا پیمانہ اب لبریز ہوچکا تھا اور انقلاب فرانس کے سے واقعہ کو اس کا خاتمہ کرنا پڑا۔ جس کا میں شکریہ کیساتھ اظہار کرتا ہوں کہ ایسی صدی کا درست خاتمہ تھا۔ کیونکہ اسوقت نافل اور بے سمجھ انسانوں کو حیوانی درجہ میں ڈوبنے سے بچانے کے لئے ایک آسمانی وحی کی پھر سے ضرورت تھی۔" (فریڈرک دی گریٹ۔ جلد اول باب اول)

اٹھارہویں صدی کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ ایسا ہی ہے جیسا تاریکی کے بعد سویرا یا خزاں کے بعد بہار ہوتی ہے۔ دنیا میں ایک نئی زندگی پیدا ہورہی ہے اور نئے

خیالات اور نئی اُمیدیں اِس میں اُبھر رہی ہیں۔ وہ چیزیں جو چند سال قبل ایک ناممکن
خواب سی معلوم ہوتی تھیں آج عالمِ وجود میں موجود ہیں۔ جو ہمیں صدیوں دُور دکھائی
دیتی تھیں آج وہ روزمرّہ کا معمول بن رہی ہیں۔ ہم ہواؤں میں اُڑتے ہیں اور سمندر کی تہ
میں سفر کرتے ہیں۔ ہم بجلی کی رفتار سے دنیا کے ہر چہار طرف پیغام بھیجتے ہیں۔ چند
ہی سالوں کے عرصہ میں ہم نے دُنیا کی جنگی خود مختار حکومتوں کو ملیا میٹ ہوتے دیکھ لیا۔
عورتوں کو اُن مشاغل و دستکاریوں میں داخل ہوتے دیکھا جن میں انہیں پہلے داخل
نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک وسیع برِّ اعظم کی تمام آبادی نے شراب کو پینا ترک کر دیا ہے۔
لیگ آف نیشنز (مجلس بین الاقوامی) وجود میں آگئی جس سے یہ اُمید بندھ گئی ہے کہ
وہ جنگ کو دُنیا سے بالکل نیست و نابود کر دے گی۔ ایسے ہی اور معجزے اس قدر
معرضِ وجود میں آگئے ہیں کہ اُن کی گنتی دشوار ہے۔

آفتابِ صداقت

دُنیا کی اِس اچانک بیداری کی کیا وجہ ہے؟ اہلِ بہاء کا یہ
عقیدہ ہے کہ اِس کی وجہ حضرت بہاء اللہ کے واسطہ سے
روح القدس کی عظیم الشان کارفرمائی ہے۔ حضرت بہاء اللہ سو سال گذرے ایران
میں پیدا ہوئے۔ اور آپ انیسویں صدی کے اواخر میں ارضِ مقدس میں صعود فرما گئے۔
آپ نے یہ تعلیم دی کہ پیغمبر یا آپکی اصطلاح میں مظہر اللہ روحانی دنیا میں
نور یا روشنی اسی طرح لاتا ہے جس طرح سورج اس مادی دنیا میں روشنی لاتا ہے۔
جس طرح مادی سورج اِس زمین پر چمکتا ہے اور مادی اشیاء کی ترقی اور نشوونما کا
باعث ہوتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح مظہر اللہ کے ذریعہ آفتابِ صداقت ارواح و قلوب
کی دنیا پہ ضوفگن ہوتا ہے اور انسانوں کے خیالات۔ اخلاق اور چال چلن کی
تربیت کرتا ہے۔ جس طرح مادی سورج کی کرنیں ایک ایسا اثر رکھتی ہیں کہ وہ دنیا
کے تاریک سے تاریک اور پوشیدہ سے پوشیدہ کونوں میں پہنچ کر اس مخلوق کو
بھی حرارت و زندگی دیتی ہیں جو خود سورج کو کبھی دیکھتی بھی نہیں۔ اسی طرح
مظہر اللہ کے ذریعہ روح القدس سب لوگوں کی زندگی پہ اثر انداز ہوتی ہے۔

اور اُن ملکوں اور قوموں کے قلوبِ سلیم کو بھی گرماتی ہے جنہوں نے اس پیغمبرِ وقت کا نام تک بھی سنا نہیں ہوتا۔ ظہورِ الٰہی کی آمد بہار کی آمد کی مانند ہے۔ یہ روزِ قیامت ہے جس میں روحانی مُردے پھر سے زندہ کئے جاتے ہیں۔ خُدا کے دین کی حقیقت کو تازہ اور دین پھر سے قائم کیا جاتا ہے اور ایک نئی زمین اور نیا آسمان ظہور پذیر ہوتا ہے

مادّی دنیا میں بہار کا موسم صرف نئی زندگی اور نشوونما ہی نہیں لاتا بلکہ بوسیدہ اور پرانی اشیاء کی تباہی اور فنا بھی لاتا ہے۔ وہی سورج جو پھولوں کو کھلاتا اور درختوں کو ہرا بھرا کرتا ہے مُردہ اور بیکار چیزوں کو ملیا میٹ بھی کر دیتا ہے۔ موسمِ سرما کی برف اس سے پگھلتی ہے اور یخ کے تودے اپنی جگہ سے ہٹ کر سیلاب و طوفان بن کر آتے ہیں اور زمین کو پاک صاف کر دیتے ہیں۔ یہی حال روحانی دنیا کا ہے۔ روحانی آفتاب بھی اس قسم کی حرکت اور ایسا ہی انقلاب پیدا کرتا ہے۔ پس قیامت یعنی پھر سے جی اُٹھنے کا دن۔ روزِ محشر یعنی عدل و انصاف کا دن بھی ہے۔ جس میں برائیاں جعلی اعتقادات اور بوسیدہ خیالات و رسومات، تباہ و برباد کر دئیے جاتے ہیں۔ تعصبات و توہمات کی یخ جو موسمِ سرما میں جمع ہو گئی تھی پگھل جاتی ہے اور وہ قوتیں جو ایک زمانہ سے منجمد و محبوس تھیں آزاد ہو کر ایک طوفان برپا کر دیتی ہیں تاکہ دُنیا نئے سرے سے آراستہ ہو۔

حضرت بہاء اللہ کا مشن یا کام

حضرت بہاء اللہ نے بار بار صاف طور سے فرمایا ہے کہ آپ تمام دنیا کے لوگوں کے وہ معلّم و مربّی ہیں جس کی آمد کی دنیا ایک مدّت سے منتظر تھی۔ اس فضلِ ایزدی کا ذریعہ ہیں جو پہلے کے سب فیوض سے بالا و برتر ہے جس میں پہلے سب ادیان اسی طرح مِل جائینگے جس طرح دریا سمندر میں مِل جاتے ہیں۔ آپ نے ایک ایسی بنا ڈالی ہے جو تمام دنیا میں اتحاد قائم کریگی اور زمین میں امن اور لوگوں کے درمیان آشتی پیدا کرنے والی ہوگی۔ جس کے بارہ میں انبیاء نے پیشگوئیاں کیں اور جسے شاعروں نے اپنی نظموں میں باندھا ہے۔

حقیقت کی جستجو۔ وحدت انسان۔ وحدتِ ادیان و اقوام۔ وحدتِ شرق و غرب۔ دین اور سائنس کا ملاپ۔ تعصبات و توہمات کا انہدام۔ مرد و عورت کی یکسانیت۔ عدل و انصاف کا قیام۔ ایک اعلیٰ بین الاقوامی مجلس کے سامان۔ زبانوں کی یگانگت۔ تعلیم و تربیت کا جبری اجراء۔ یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی تعلیمات ۱۰۰ سال قبل حضرت بہاءاللہ کی قلم کے ذریعہ دنیا میں نازل ہوئیں۔ یہ سب تعلیمات آپ کی کتب اور بیشمار الواح میں جن میں سے بعض دنیا کے بادشاہوں کے نام لکھی گئیں موجود ہیں۔

آپ کا پیغام جو ایک طرف تو وسعت اور نفوذ کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ دوسری طرف زمانہ کی ضروریات اور قرآن کے لحاظ سے عین موزون و مناسب ہے۔ نئی نئی مشکلات جو اسوقت بنی نوع انسان کو ورطۂ حیرانی میں ڈال رہی ہیں۔ پہلے کبھی ایسی اہم اور پیچیدہ نہ تھیں اور نہ پہلے کبھی اِن مشکلات کے حل اتنے بیشمار اور ایسے متضاد ہوئے تھے۔ پہلے کبھی ایک معلم عالم کی ضرورت نہ تو اس قدر ضروری اور نہ ایسی عام تھی۔ نہ شاید پہلے کبھی ایسے معلم کی آمد کی امید ایسی عالمگیر اور اِس قدر اہم تھی۔

پیشگوئیوں کا پورا ہونا

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں "بیس صدیاں پہلے جب حضرت مسیح ظاہر ہوئے تھے اگرچہ یہودی آپکی آمد کے منتظر تھے اور ہر روز رو رو کر دعائیں مانگا کرتے تھے کہ اے خدا! مسیح کو جلد بھیج۔ مگر جب آفتابِ صداقت طلوع ہوا تو انہوں نے اُس کا انکار کر دیا اور اُس کے خلاف کھڑے ہو گئے اور ایسی دشمنی دکھائی کہ آخر کار انہوں نے اس روح اللہ اور کلمۃ اللہ کو دار پر چڑھایا اور جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے انہوں نے اُس کا نام بعل ذبوب یعنی شیطان رکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ مسیح کا ظہور تورات کے نصِ صریح کے مطابق بعض نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد ہو گا اور جبتک یہ نشانیاں ظاہر نہ ہوں جو کوئی بھی مسیح ہونے کا دعویدار ہو گا وہ جھوٹا اور دغاباز ہو گا۔ اِن نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسیح ایک نامعلوم جگہ سے ظاہر ہو گا۔ مگر ہم سب جانتے ہیں

کہ اِس آدمی کا گھر ناصرۃ میں ہے اور کیا ناصرۃ سے بھی کوئی اچھی چیز ظاہر ہوسکتی ہے؟
دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ ایک لوہے کے عصا کے ساتھ حکومت کرے گا یعنی
وہ تلوار سے کام لیگا۔ مگر اِس مدعی مسیح کے پاس لکڑی کا ڈنڈا تک نہیں ہے۔
تیسری شرط یا نشانی یہ ہے کہ وہ داؤد کے تخت پر بیٹھکر داؤد کی بادشاہت
کو قائم کرے گا۔ اب حالت یہ ہے کہ تخت پر بیٹھنا تو درکنار اِس شخص کے پاس
بیٹھنے کے لئے ایک چٹائی بھی نہیں ہے۔ ایک اور شرط یہ بھی کہ وہ تورات کی
شریعت کو پھر سے قائم کرے گا۔ مگر اِس شخص نے اِس شریعت کو منسوخ کر دیا اور
سبت کو توڑ دیا۔ حالانکہ تورات میں یہ صاف طور سے لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص
نبوت کا دعویدار ہو اور معجزے دکھائے مگر سبت کو توڑ دے تو ایسے شخص کو
فوراً مار دیا جائے۔ ایک اور نشانی یہ بھی کہ اُس کے عہد میں عدل وانصاف
اِس قدر ترقی پائے گا کہ نیکی اور ہمدردی انسان تو انسان حیوانوں میں بھی
پائی جائیگی۔ سانپ اور چوہے ایک ہی بل میں رہینگے۔ عقاب اور تیتر ایک ہی
گھونسلے میں بسیرا کرینگے۔ شیر اور ہرن ایک ہی چراگاہ میں چرینگے اور بھیڑیا اور
بکری کا بچہ ایک ہی چشمہ سے پانی پئیں گے۔ مگر ظلم اور بے انصافی کی اسوقت
ایسی چڑھ مچی تھی کہ انہوں نے اُس کو صلیب پر چڑھا دیا۔ ایک نشانی یہ بھی تھی کہ
مسیح کے وقت یہودی ایسے کامیاب ہونگے کہ وہ تمام دنیا کی قوموں پر فتح
پائینگے مگر وہ نہایت ذلت اور غلامی کی حالت میں رومیوں کے زیر تحت ہیں
پھر بھلا یہ شخص کیسے وہ مسیح ہوسکتا ہے جس کی تورات میں پیشنگوئی کی گئی ہے۔
اِس طرح سے اُن لوگوں نے اُس آفتاب صداقت پر اعتراض کیا۔ حالانکہ وہ
روح اللہ وہی موعود تھا جس کا تورات میں وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر چونکہ وہ اِن نشانات
کے معنی نہ سمجھ سکے انہوں نے اس کلمۃ اللہ کو مصلوب کیا۔ اب اہل بہاء کا یہ
عقیدہ ہے کہ تمام لکھی ہوئی نشانیاں حضرت مسیح کے ظہور کے وقت پوری ہو
گئی تھیں اُن معنوں میں نہیں جو یہودی سمجھے بیٹھے تھے بلکہ تورات کی عبارات

استعارات میں تھیں۔ مثلاً نشانیوں میں سے ایک نشانی مسیح کی بادشاہت کے بارے میں تھی۔ اہل بہآء کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی بادشاہت روحانی۔ آسمانی اور ابدی بادشاہت تھی نہ کہ نپولین کی سی، بادشاہت جو چند دنوں میں فنا ہو جانے والی ہو۔ قریباً دو ہزار سال سے مسیح کی یہ بادشاہت قائم ہے۔ اور ابتک جاری ہے اور جب تک دنیا قائم ہے وہ مقدس وجود ہمیشہ کے تخت پہ جلوہ افروز رہے گا۔

اسی طرح تمام دوسری نشانیاں بھی ظاہر ہو چکی ہیں مگر یہودی انہیں نہیں سمجھے حالانکہ مسیح کو خدائی جلال کے ساتھ ظاہر ہوئے بیس صدیاں گذر چکی ہیں مگر یہودی ابتک مسیح کی آمد کے منتظر ہیں اور اپنے آپ کو سچا اور حضرت مسیح کو جھوٹا خیال کرتے ہیں" (حضرت عبدالبہاء نے خاص اس کتاب کے اس باب کے لئے تحریر فرمایا)

اگر یہودیوں نے حضرت مسیح سے پوچھا ہوتا تو وہ انہیں ان پیشینگوئیوں کے صحیح معنی بتاتے۔ ہمیں ان کی مثال سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور پیشتر ازیں کہ ہم یہ فیصلہ کریں کہ آخری ایام میں ظاہر ہونے والے معلم اعظم کے بارے میں جو پیشینگوئیاں ہیں وہ پوری نہیں ہوئیں ہمیں لازم ہے کہ ہم ان بیانات کو پڑھیں جو حضرت بہآء اللہ نے خود ان کے معانی کو سمجھانے کے لئے تحریر فرمائے ہیں۔ کیونکہ یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ بہت سی پیشینگوئیاں سربمہر بیانات ہیں اور ان کی مہر سچا معلم ہی توڑ کر ان کے صحیح معنوں کو بتا سکتا ہے جو الفاظ میں ودیعت کئے گئے ہیں۔

حضرت بہآء اللہ نے پہلے ظہورات کی پیشینگوئیوں کے معنے سمجھانے کے بارے میں بہت سے بیانات فرمائے ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ آپکی مظہریت کا ثبوت ان پیشینگوئیوں کے پورا ہونے پہ ہی منحصر نہیں ہے۔ آفتاب ان سب کے لئے جو دیکھنے کی قوت رکھتے ہیں اپنی دلیل خود آپ ہے۔ جب یہ طلوع ہوتا ہے تو ہمیں کسی پرانی پیشینگوئی کی ضرورت نہیں پڑتی کہ ہم اس کی موجودگی کو ثابت کریں۔ یہی بات ظہور الٰہی کے لئے اس کے ظہور کے وقت

صادق آتی ہے۔ اگر سب کی سب پیشینگوئیاں ملیامیٹ ہو جائیں تو بھی وہ اُن لوگوں کے لئے جن کے روحانی حواس زندہ ہیں خود آپ ہی اپنی کافی ووافی دلیل ہوتا ہے

پیغمبری کے ثبوت

حضرت بہاءاللہ نے کسی کو یہ دعوت نہیں دی کہ وہ آپکے بیانات ونشانات کو بِلا دیکھے بھالے قبول کرلے۔ بلکہ اس کے برعکس آپ نے اپنی تعلیمات میں سب سے پہلے اس بات پر زور دیا ہے کہ کوئی بھی کسی سند کو بِلا پرکھے قبول نہ کرے اور سب کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ آزادانہ اور بِلا خوف وہراس اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اپنے کانوں سے سُنیں اور اپنی عقل سے سمجھیں تاکہ وہ حقیقت کا صحیح پتہ لگا سکیں آپ نے پوری پوری تحقیق وتجسس کو سب پر واجب قرار دیا ہے اور بِلا اپنے آپ کو چھپائے اپنی مظہریت کے ثبوت میں اپنے آپ کو اور لوگوں کی زندگی اور اخلاق کے بدلنے میں اپنے کلام وکام کے نفوذ کو پیش کیا ہے۔ جو معیار آپنے پیش کیا وہ وہی ہے جو آپ سے قبل آنے والے انبیاء عظام نے پیش کیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا ہے :۔ اگر کوئی نبی خدا کے نام پر کچھ کہے اور وہ واقع نہ ہو تو یہ وہ بات ہے جو خدا نے نہیں کہی بلکہ اُس نبی نے بیباکانہ اپنی طرف سے کہی ہے۔ تو اُس سے خوف نہ کھا" (استثنا باب ۱۸۔ آیت ۲۲)

حضرت مسیح نے بھی اپنی پہچان کے معیار کو ایسے ہی صریح الفاظ میں فرمایا ہے اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اس دلیل کو پیش کیا ہے۔ آپ نے فرمایا :۔

"جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑ کے لباس میں آتے ہیں مگر در اصل وہ پھاڑ کھانے والے بھیڑیے ہوتے ہیں۔ تم ان کو اُن کے کاموں سے پہچان لوگے۔ کیا کوئی شخص کانٹوں سے انگور اور جھاڑیوں سے انجیریں پا سکتا ہے؟ اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے۔ مگر بُرا درخت بُرے پھل دیتا ہے .... اس لئے اُن کے پھلوں سے تم انہیں پہچان لوگے"

(متی باب ۷، آیات ۱۵۔۲۰)

آئندہ ابواب میں ہم اسبات کے دکھانے کی کوشش کرینگے کہ کیا حضرت بہاء اللہ کا دعوای مظہریت، اِن معیاروں کے مطابق پورا اترتا ہے یا نہیں؟ کیا وہ باتیں جو آپ نے فرمائی ہیں ظہور پذیر ہوئیں یا نہیں؟ کیا آپ کے پھل اچھے ہیں یا بُرے یعنی کیا وہ پیشنگوئیاں جو آپ نے کی ہیں پوری ہوئیں یا نہیں؟ آپ کے احکام جاری ہوئے یا نہیں؟ آپ نے اپنی زندگی میں جو کام کیا اُس سے بنی نوع انسان کو ترقی ہوئی یا نہیں؟ اُن کے اخلاق و اطوار بہتر بنے یا نہیں؟

تحقیق کی مشکلات

اِس میں شک نہیں کہ اُس شخص کے لئے جو اِس امر کے بارے میں صحیح تلاش کرنا چاہتا ہے بہت سی مشکلات ہیں. تمام عظیم الشان اِخلاقی و روحانی اصلاحات کی طرح بہائی تحریک کو بھی (مخالفین کی جانب سے) بہت بُری طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ حضرت بہاء اللہ اور آپکے پیرووں کی خوفناک مصائب اور تکلیفات کے بارہ میں دوست اور دشمن دونوں ہمنوا ہیں. مگر اِس تحریک اور اس کے بانیوں کی زندگیوں کے بارے میں دوستوں اور دشمنوں کے بیانات میں بہت بڑا اختلاف ہے. جیسا حضرت مسیح کے وقت میں ہوا تھا ویسا ہی اَب بھی ہوا ہے. حضرت مسیح کے صلیب دیئے جانے اور آپکے پیرووں کے ستائے جانے اور مارے جانے کے بارے میں عیسائی اور یہودی مورخین کے بیانات ایک سے ہیں. مگر جہاں عیسائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح نے حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کی تعلیمات کو مکمل کیا اور انہیں آگے بڑھایا وہاں آپ کے دشمن کہتے ہیں کہ آپنے شریعت کے قوانین کی خلاف ورزی کی اور آپ مارے جانے کے ہی مستحق تھے۔

سائنس کی طرح دین میں بھی حق اپنے اسرار کو صرف اُنہی لوگوں پر ظاہر کرتا ہے جو انکساری اور فروتنی کے ساتھ اُس کی تلاش کرتے ہیں. جو ہر قسم کے تعصبات اور توہمات کو علیحدہ رکھکر اُس کے متلاشی ہوتے ہیں. "وہ اپنا سب کچھ بیچ دیتے ہیں تاکہ صرف ایک قیمتی موتی خریدیں"

امرِ بہائی کو کما حقہٗ سمجھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ خلوص دلی اور بے غرضی کے ساتھ حقیقت کا مطالعہ کیا جائے اور خدا کی رہنمائی پر توکل رکھتے ہوئے سرگرمی اور ذوق و شوق سے تلاش کیجائے۔ اس کے بانیوں کی کتب میں ہمیں اس عظیم روحانی بیداری کے اسرار کی کلید ہاتھ آتی ہے اور ہمیں اس کی اہمیت کو پرکھنے کی بے لاگ کسوٹی ملجاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان سالکین کو جو عربی اور فارسی سے نابلد ہیں کچھ مشکلات پیش آئینگی۔ کیونکہ اس امر کی کتابیں ان ہی زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ صرف چند ایک کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے اور ان میں سے بھی بہت سے ترجمے صحت اور زبان کے لحاظ سے بہت کمزور ہیں۔ مگر ان کمزوریوں اور تاریخی تراجم اور بیانات کی کمی کے باوجود وہ بڑے سے حقائق جو اس امرِ عظیم کے بنیادی اور مضبوط اصول ہیں شک و شبہ کی دھند میں پہاڑ کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔

اس کتاب کا منشا

آئندہ ابواب میں جہاں تک ممکن ہوگا ہم بلا تعصب اور بغیر رو رعایت اس امرِ عظیم کی تاریخ کے ضروری واقعات اور اس کی تعلیمات کو اس طرح بیان کرنے کی کوشش کریں گے کہ پڑھنے والا اُن کی اہمیت کا ایک بہترین اندازہ لگا سکے۔ تاکہ شاید ان کے پڑھنے سے اُسے یہ شوق پیدا ہو کہ وہ بذاتِ خود اس کی تحقیق و تفتیش غور و خوض کے ساتھ کرے!

حقیقت کی تلاش کرنا اگرچہ ایک اہم مقصد ہے مگر یہی ایک بات زندگی کا منشا نہیں ہوسکتی۔ حقیقت کوئی مردہ شئی نہیں ہے کہ جسے ہم ڈھونڈھکر عجائب گھر میں لیجائیں اور وہاں اُسے باقاعدہ فہرست پر چڑھا کر لیبل لگا کر نمائش کے لئے رکھدیں کہ وہ وہاں بے کار و بے فائدہ پڑی رہے۔ حقیقت تو ایک ایسی زندہ چیز ہے کہ یہ انسان کے دِل میں جم جاتی ہے اور قبل ازیں کہ وہ اپنی تلاش و تجسس کا پورا فائدہ اٹھا بھی سکے پھل دار ہو جاتی ہے۔

اسلئے کسی پیغمبر کی وحی کے علم کو پھیلانے کا مُدّعا یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اس کی صداقت پہ ایمان لائیں وہ اس کے اصول پہ عمل کریں۔ اپنی زندگی کو اُس کے مطابق بنائیں اور اس خوشخبری کو پھیلائیں تاکہ اُس مُبارک دِن کے جلد آنے میں مدد دیں جبکہ خدا کی مرضی جیسی کہ آسمان پہ ہوتی ہے ویسی ہی زمین پہ بھی ہو۔

دوسرا باب

حضرت بابِ مُبشّر

"کہدے ظالم نے محبوب العالمین کو قتل کر دیا تاکہ اس طرح وہ لوگوں کے درمیان خدا کے نور کو بُجھا دے اور لوگوں کو بزرگ اور مہربان خدا کے ایام میں آبِ حیات کے چشمہ سے روک دے۔" (لوحِ رئیس حضرت بہاء اللہ)

دینِ بہائی کا مولد ایران تاریخ عالم میں ایک بے نظیر حیثیت رکھتا ہے۔ اپنی قدیم عظمت کے دنوں میں اقوام عالم کے درمیان یہ ایک ملکہ کی مانند تھا۔ اس کا تمدن۔ اس کی طاقت اور اس کی شوکت لاثانی تھی۔ دنیا کو اس نے عظیم الشان بادشاہ۔ سیاست داں۔ پیغمبر۔ شاعر۔ فلاسفر اور مصور دیئے۔ ازرتشت۔ سائرس۔ دارا۔ حافظ۔ فردوسی۔ سعدی اور عمر خیام اس کے چیدہ اور شہرہ آفاق فرزندوں میں سے ہی ہیں۔ اسکے

صنّاع اپنی صنعت میں بے نظیر تھے۔ اس کے قالین لاثانی۔ اس کی فولادی تلواریں بے نظیر اور اس کی صنّاعی شہرہ آفاق تھی۔ مشرق قریب اور مشرق متوسط میں اس کی پہلی عظمت کے آثار ابتک موجود ہیں۔

مگر اٹھارہویں اور انیسویں صدیوں میں یہ قوم ذلت کی ایک افسوسناک حالت میں غرق ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی پرانی شوکت ہمیشہ کے لیے اس سے رخصت ہو گئی ہے۔ اس کی حکومت فاسد۔ اس کا خزانہ خالی تھا۔ اس کے کچھ بادشاہ تو کمزور تھے اور کچھ ظلم و ستم کے دیوتھے۔ اس کے علماء متعصب و متکبّر اور اس کے عام لوگ جاہل اور وہم پرست تھے ان میں سے اکثر مذہب کے شیعہ[۱] تھے۔ زرتشتی۔ یہودی اور عیسائی بھی جو انہیں رہتے تھے متفرق اور متخالف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ یہ سب عظیم الشان پیغمبروں کے ماننے والے تھے جن کی ہدایت یہ تھی کہ وہ ایک واحد خدا کی پرستش کریں۔ اور آپس میں محبت و اتحاد کے ساتھ رہیں۔ مگر وہ ایکدوسرے سے الگ رہتے اور ایکدوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ ہر ایک مذہب دوسرے مذہب کے پیروؤں کو نجس سمجھتا اور ان سے کتوں یا کافروں کا سا سلوک کرتا۔ ایکدوسرے پر لعنت بھیجنا۔ اور ملعون کہنا خوفناک حد تک پہنچ چکا تھا۔ بارش کے دن یہودی یا زردشتی کے لیے سڑک پر چلنا نہایت خطرناک تھا۔ کیونکہ اگر اس کے بھیگے کپڑے کسی مسلمان سے چھو جاتے تو وہ مسلمان نجس ہو جاتا تھا اور بارہا یہودی یا زرتشتی اس جرم کی پاداش میں اپنی جان کھو بیٹھتا تھا۔ اگر کوئی مسلمان، کسی۔ یہودی، عیسائی یا زرتشتی سے روپیہ لیتا تو وہ اسے پاکٹ میں رکھنے سے پہلے دھوکر پاک کرتا تھا۔ اگر کوئی یہودی اپنے

---

[۱] مسلمانوں کے دو بڑے فرقے حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد ہی پیدا ہو گئے تھے۔ سُنّی اور شیعہ۔ شیعوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت محمدؐ کے داماد حضرت علیؓ جائز خلیفہ اول تھے اور آپ کی اولاد ہی آپ کے بعد مسلمانوں کا جائز خلیفہ ہو سکتی ہے۔

بچے کو دیکھتا کہ وہ کسی مسلمان فقیر کو گلاس میں پانی دے رہا ہے تو وہ گلاس چھین کر زمین پر پھینک دیتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک ایسے کافر پر رحم نہیں بلکہ لعنت کرنا جائز تھا۔

خود مسلمان بیشمار فرقوں میں بٹے ہوئے تھے جو آپس میں نہایت خونریزی سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ زرتشتی اگرچہ ان کی دھینگامشتی میں شامل نہ ہوتے تھے مگر وہ بالکل علیحدہ جماعتوں میں رہتے اور اپنے ملک کے دیگر اہلِ مذاہب سے مِل کر رہنا پسند نہ کرتے تھے۔

معاشرتی اور مذہبی معاملات نہایت ذلیل حالت میں تھے۔ تعلیم و تعلم کا کوئی سامان نہ تھا۔ مغربی سائنس و تعلیم نجس اور مذہب کے خلاف سمجھی جاتی تھی۔ عدل و انصاف کا نام نہ تھا۔ لوٹ مار آئے دن کے واقعات تھے۔ سڑکیں مخدوش اور ناقابلِ سفر تھیں۔ صحت و صفائی کے انتظامات کا کہیں نشان نہ تھا۔

اِن سب باتوں کے باوجود روحانی زندگی کا نور ایران سے گم نہ ہوا تھا اِس مادیت اور توہمات کے ہجوم میں کہیں نہ کہیں نورانی نفوس بھی ملتے تھے۔ اور بہت سے دلوں میں خدا کی طلب اسی طرح روشن تھی جس طرح حضرت عیسٰی کے ظہور سے پہلے اناّ اور شمعون کے دلوں میں تھی۔ بہت سے پُرشوق انتظار کے ساتھ خدا کے موعود ظہور کے منتظر تھے۔ اور انہیں اِس بات کا کامل یقین تھا کہ اُس کی آمد کا وقت بالکل قریب ہے۔

ایران کی ایسی صورتِ حالات میں حضرت باب نے جو ایک نئے دور کے مبشر تھے تمام مُلک کو اپنے پیغام سے ہلا دیا۔

بچپن اور جوانی

سید علی محمد جو بعد میں باب کے لقب سے مشہور ہوئے ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء مطابق یکم محرم ۱۲۳۵ھ کو جنوبی ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ خاندانِ سادات میں سے تھے۔ آپ کے والد جو ایک مشہور

تاجر تھے آپ کی ولادت کے تھوڑے عرصہ بعد ہی فوت ہو گئے۔ اس لئے
آپ نے اپنے ماموں کی زیر حفاظت پرورش پائی۔ آپ کے ماموں بھی
شیراز میں تجارت کرتے تھے۔ بچپن میں آپ نے وہی ابتدائی تعلیم[1]
حاصل کی جو اس زمانہ میں بچوں کے لئے معمول تھی۔ پندرہ برس کی عمر میں
آپ نے تجارت شروع کی۔ پہلے تو آپ اپنے انہی ماموں کے ساتھ
تجارت کرتے رہے جن سے آپ کی پرورش کی تھی۔ مگر بعد بوشہر میں جو
خلیج فارس کی ایک بندرگاہ ہے ایک دوسرے ماموں کے پاس چلے گئے۔

ایام جوانی میں آپ خوبصورتی۔ حسن اخلاق۔ غیر معمولی تقویٰ اور عمدہ
چال چلن کے لئے مشہور تھے۔ آپ نماز روزہ اور دوسرے ارکان اسلام
کو نہایت مستعدی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ آپ صرف لفظوں کی اطاعت
نہ کرتے تھے بلکہ حضرت رسولؐ کی تعلیمات کی روح میں رہتے تھے۔ بائیس سال
کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ اس شادی سے آپ کے ہاں ایک بیٹا پیدا
ہوا۔ جو آپ کے ظہور کے پہلے سال صغرسنی کی حالت میں ہی فوت ہو گیا۔

اعلان

جب پچیس سال کے ہوئے تو آپ نے خدا کے حکم کے
مطابق اعلان کیا کہ بزرگ و برتر خدا نے آپ کو "باب اللہ"کے

---

[1] اس مضمون پر ایک مورخ لکھتا ہے کہ مشرق کے بہت سے لوگوں خصوصاً بابیوں کا جو آپ پر ایمان لائے ہیں یہ یقین تھا کہ حضرت باب بالکل اُمّی تھے۔ لیکن منشا آپ کو لوگوں کی نظروں میں بڑا بنانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ آپ میں جو علم و دانائی پائی جاتی ہے اس تعلیم کا نتیجہ ہے جو آپ نے بچپن میں پائی تھی۔ اس معاملہ کی خوب چھان بین کرنے کے بعد ہمیں اس بات کا کافی ثبوت مل گیا ہے کہ بچپن میں آپ کچھ مدت تک شیخ محمد کے گھر جو عابد کے نام سے بھی مشہور ہیں جایا کرتے تھے۔ جہاں آپ نے فارسی پڑھنا اور لکھنا سیکھا۔ کتاب بیان میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت باب فرماتے ہیں۔ "اے محمد! اے میرے استاد!" سب سے عجیب بات یہ ہے کہ یہ شیخ جناب کا استاد تھا اپنے شاگرد کا جان نثار مرید بن گیا اور آپ کا چچا جو آپ کے لئے بجائے باپ کے تھا جن کا نام حاجی سید علی تھا آپ پر ایسا ایمان لایا کہ آپ کی راہ میں جام شہادت نوش کیا۔ جن اسرار کو سمجھنا مشکل حقیقت کا حصہ ہے اگر ہم اتنا جانتے ہیں کہ حضرت باب نے صرف ابتدائی تعلیم ہی حاصل کی تھی۔ اور جو آیات آپ میں حکمت اور علم کی ظاہر ہوئیں وہ لدنی اور خدا کی طرف سے تھیں۔

مقام کے لئے برگزیدہ کیا ہے۔ "مقالۂ سیاح" اسکی تشریح یوں کرتا ہے:۔

"لفظ یا اصطلاحِ "باب" سے آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ ایک عظیم الشان شخص کے فضل کا ذریعہ ہیں جو ابھی پردۂ جلال میں مخفی تھا۔ اور جو بیشمار اور بے حد کمالات کا مالک تھا۔ انہی کی مرضی سے آپ حرکت کرتے تھے اور انہی کی محبت کی رسی کو آپ تھامے ہوئے تھے۔"

اِن ایام میں یہ یقین کہ خدائی پیغمبر کا فوری ظہور نزدیک ہے بہت پھیلا ہوا تھا۔ مگر فرقہ شیخیہ میں خاص طور پر اس کا چرچا تھا۔ اسی فرقہ کے ایک نہایت مشہور عالم مُلا حسین بشروئی کے سامنے سب سے پہلے حضرت باب نے اپنے مشن کا اعلان کیا۔ اِس اعلان کا ٹھیک وقت حضرت باب کی کتاب بیان میں سنہ ۱۲۶۰ھ[۱] کے ماہ جمادی الاول کی پانچویں تاریخ کو غروب آفتاب کے دو گھنٹے اور پندرہ منٹ بعد دیا گیا ہے۔ (مطابق ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء)

چند دنوں کی فکر مندانہ تحقیق و تجسس کے بعد مُلا حسین بشروئی کو اِس امر کا کامل یقین ہو گیا کہ وہ موعود جس کا فرقہ شیعہ کو انتظار تھا درحقیقت ظاہر ہو گیا ہے۔ اور وہ اس انکشاف سے ایسے شوق و جذب سے بھر گئے کہ چند ہی دنوں میں انہوں نے اپنے بہت سے دوستوں کو اپنا ہمخیال بنا لیا۔ مُدت نہ گذری تھی کہ فرقہ شیخیہ کی ایک کثیر تعداد حضرت باب پر ایمان لائی اور بابی کے نام سے مشہور ہوئے۔ جلد ہی نوجوان مُبشر کی شہرت مُلک میں نہایت سُرعت کے ساتھ پھیل گئی۔

بابی تحریک کی ترقی

حضرت باب کے پہلے اٹھارہ شاگرد حروفِ حی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اِن شاگردوں کو آپ نے ایران اور ترکستان کے مختلف شہروں میں اپنی آمد کی خبر پھیلانے کے لئے بھیجا۔ اور آپ حجِ اکبر کے

[۱] سنہ ہجری ۶۲۲ء سے شروع ہوتا ہے یعنی جس سال حضرت محمد مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔

موقع پر مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ جہاں آپ دسمبر ۱۸۴۴ء میں پہنچے۔ یہاں آپ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے سامنے جو اطرافِ عالم سے حج کے لئے آئے ہوئے تھے اپنے ظہور کا کھُلم کھُلا اعلان فرمایا۔

بوشہر واپس آنے پر شہر میں ایک عجیب ہیجان برپا ہوا۔ آپ کی فصاحت کے جوش نے۔ آپ پر آیات کے سریع نزول کے معجزے نے۔ آپ کے علم و حکمت کی غیر معمولیت نے بطور مصلح کے آپ کے استقلال اور جرأت نے آپ کے پیروؤں میں جسقدر جوش و خروش پیدا کیا اُسی قدر متعصب مسلمانوں کے خوف اور دشمنی کو بھڑکایا۔

علمائے شیعہ[1] نے نہایت شدّ و مد سے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور فارس (جنوبی ایران) کے متعصب اور ظالم حاکم حسین خاں کو اِس نئی چیز کے دبانے پر آمادہ کیا۔ اُسوقت سے حضرت باب کے لئے قید جلاوطنی عدالتوں میں ذلیل مقدمات۔ تازیانوں کی سزائیں اور ایسے ہی دُکھ اور مصائب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو آخرکار ۱۸۵۰ء میں آپ کی شہادت پر ختم ہوا۔

حضرت باب کا دعویٰ

آپ کے "باب" ہونے کے دعوے نے جس دشمنی کو بھڑکایا تھا، اُسے آپ کے اس دعوے نے کہ آپ ہی وہ امام مہدی ہیں جس کی حضرت محمدؐ نے پیشگوئی کی تھی دوگنا کر دیا۔ فرقہ شیعہ کے عقیدہ کے مطابق امام مہدی وہ بارھویں امام[1] تھے جو ایکہزار برس پہلے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے تھے۔ انکا

---

[1] شیعوں کے عقیدہ کے مطابق امام حضرت رسول کا خدا کی طرف سے مقرر کردہ جانشین ہے اور سب مومنین پر اس کی اطاعت فرض ہے۔ یکے بعد دیگرے بارہ امام ہوئے۔ اول حضرت علیؓ جو حضرت رسول کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے اور بارھویں کو اہل تشیع امام مہدی کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ ۳۲۹ ہجری میں ایک زمین دوز راستے سے گم ہو گئے تھے اور وقت کے پورا ہونے پر پھر ظاہر ہو کر کفار کو تحس نحس کر کے امن و بہبودی کا زمانہ لائیں گے۔

عقیدہ ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور پھر اُسی جسم میں جس میں وہ پہلے تھے ظاہر ہونگے۔ اور جس طرح یہودی حضرت عیسٰی کے زمانہ میں آمدِ مسیح کے بارہ میں پیشینگوئیوں کے مادی معنی کرتے تھے شیعہ بھی اسی طرح حضرت مہدی کی پیشینگوئیوں کے مادی معنی لیتے تھے۔ وہ منتظر تھے کہ امام مہدی دنیوی سلطنت کے ساتھ ظاہر ہونگے اور اپنے ساتھ ایک بیشمار لشکر لائینگے اور اپنے دین کا اعلان کرینگے۔ وہ مُردوں کو زندہ کرینگے وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ نقشۂ حالات ظاہر نہ ہوئے تھے شیعوں نے حضرت باب کا ایسی ہی وحشیانہ نفرت سے انکار کیا جیسی یہودیوں نے حضرت عیسٰی کے وقت ظاہر کی تھی۔ اس کے برعکس بابی بہت سی پیشینگوئیوں کے معنی استعارۃً کرتے تھے۔ وہ موعود کی سلطنت کو حضرت عیسٰی کی روحانی سلطنت کی مانند خیال کرتے تھے۔ اس کے جلال کو زمینی نہیں بلکہ آسمانی سمجھتے تھے۔ اُس کی فتوحات کو قلوبِ انسان کی فتوحات سے تعبیر کرتے تھے اور انہوں نے حضرت باب کے دعویٰ۔ آپ کی عجیب غریب زندگی۔ آپ کی تعلیمات۔ آپ کے غیر متزلزل ایمان۔ آپ کی بے نظیر استقامت اور آپ کی قبورِ غفلت و ضلالت میں پڑے ہوئے مُردوں کو نئی زندگی دینے کی طاقت میں بکثرت ثبوت پائے۔

حضرت باب نے "نقطۂ اولیٰ" کا پاک لقب اختیار کیا۔ مسلمان یہ لقب صرف حضرت محمدؐ کو ہی دیتے تھے۔ اُن کے امام بھی جن سے وہ اختیار و الہام پاتے تھے نقطہ سے دوسرے درجہ پر گنے جاتے تھے۔ اِس لقب کو اختیار کرنے سے حضرت باب حضرت محمدؐ کی طرح اولو العزم بانیانِ ادیان کی صف میں آگئے۔ جس کے سبب وہ شیعہ لوگوں کی نظروں میں ایسے ہی جھوٹے مُدعی بن کر کھٹکنے لگے جیسے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰی جھوٹے مُدعی سمجھے گئے تھے۔ آپ نے قمری تقویم کی جگہ شمسی تقویم کو پھر جاری فرمایا اور اِس نئے دور کے آغاز کو اپنے اعلان کے سال سے شروع کیا۔

ظلم وستم کا بڑھنا

حضرت باب کے اعلان کے سبب اور اُس ترقی سے خوف کھاکر جس سے ہر قسم کے لوگ امیر۔ غریب۔ عالم جاہل آپ کی تعلیمات پر ایمان لا رہے تھے آپ کو دبانے کی کوششیں روز بروز بے رحمی اور سخت مظالم میں بڑھتی گئیں۔ گھر تاخت و تاراج کئے گئے۔ عورتوں کو پکڑ کر لے گئے۔ طہران۔ فارس۔ مازندران اور دوسرے مقامات پر بابی بہت بڑی تعداد میں نہایت ظلم کے ساتھ شہید کئے گئے۔ کتنے ہی تہ تیغ کئے گئے۔ بہتوں کو دار پر چڑھایا۔ کتنوں کو توپ سے اڑایا بہتوں کو زندہ جلا دیا۔ کتنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ مگر ظلم کی ان تمام کوششوں کے باوجود یہ تحریک روز بروز بڑھتی گئی بلکہ جتنا ظلم بڑھتا جاتا تھا اتنا ہی مومنین کا ایمان بڑھتا تھا۔ کیونکہ اس ظلم سے حضرت امام مہدی کے بارہ میں بہت سی پیشینگوئیاں لفظاً پوری ہوئیں۔ مثلاً اس حدیث جابرؓ میں جو شیعوں کے نزدیک نہایت معتبر ہے لکھا ہے :۔

" اس میں موسیٰ کا کمال۔ عیسیٰ کا جمال۔ ایوب کا صبر ہوگا۔ اس کے اولیاء اس کے زمانہ میں ہی ذلیل کئے جائیں گے۔ ان کے سر اسی طرح بطور تحائف بھیجے جائینگے جس طرح ترک اور دیلم کے سر بھیجے جاتے ہیں۔ وہ قتل کئے جائینگے۔ جلائے جائینگے۔ وہ ہمیشہ خوفزدہ۔ بے امن اور دلگیر رہینگے زمین اُن کے خون سے رنگی جائیگی۔ اُن کی عورتوں میں نالہ و شیون کی آواز بلند ہوگی۔ یہ میرے اولیاء ہیں۔" (تاریخ جدید مترجمہ پروفیسر ای جی براؤن صفحہ ۱۳۲)

حضرت باب کی شہادت

۹ جولائی ۱۸۵۰ء مطابق ۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ بروز جمعہ حضرت باب جو اسوقت ۳۱ سال کے تھے ظالموں کے متعصبانہ جوش کا شکار ہوئے مع اُس ایک جوان شاگرد (آقا محمد علی) کے جس نے نہایت جوش اور عاجزی سے آپ کے ساتھ شہید ہونے کی التجا کی تھی۔

آپ کو تبریز کی قدیم فوجی چھاؤنی کے چوک میں دار پر لٹکایا۔ دوپہر سے قریباً دو گھنٹے پہلے دونوں کی بغلوں میں رسیاں ڈالکر اس طرح سولی سے لٹکایا کہ محمد علی کا سر اُس کے پیارے آقا کے سینہ پر تھا۔
ارمنی سپاہیوں کی ایک رجمنٹ صف بستہ ہوئی۔ اور انہیں فائر کرنے کا حکم ملا۔ بندوقیں دندنائیں۔ مگر جب دھواں دور ہوا تو معلوم ہُوا کہ حضرت باب اور آپ کا ساتھی ابھی زندہ ہیں۔ گولیوں نے صرف اُن رسیوں کو پارہ پارہ کیا تھا جن سے آپ لٹک رہے تھے اور بغیر کسی ضرب کے نیچے گر گئے اور اٹھکر قریب کے کمرہ میں تشریف لے گئے تھے۔ جہاں آپ اپنے ایک دوست سے باتیں کر رہے تھے۔ دوپہر کے قریب آپ کو پھر سولی پر لٹکا دیا۔ ارمنی سپاہیوں نے جو اپنی باڑھ کے نتیجہ کو معجزہ خیال کرتے تھے دوبارہ فیر کرنے سے انکار کر دیا۔ اِس لئے سپاہیوں کی ایک اور رجمنٹ بُلائی گئی۔ جس نے حکم پاکر فیر کیا۔ اسدفعہ گولیوں نے اپنا اثر دکھایا اور دونوں کے جسم چھلنی ہو گئے۔ مگر دونوں کے چہروں پر کوئی گولی چھو کر بھی نہ گئی تھی۔
اِس بُرے عمل نے تبریز کے فوجی چوک کو کالوری (حضرت مسیح کی جائے شہادت) کا ثانی بنادیا۔ حضرت باب کے دشمنوں نے مجرمانہ فتح کی خوشی کی ایک لہر محسوس کی۔ اُن کا خیال تھا کہ انہوں نے اس بابی درخت کی جڑ کو کاٹ دیا ہے۔ اور اب اس کا پورا قلع قمع آسان ہو گا۔ مگر اُن کی فتح کی عمر بہت کم نکلی۔ وہ یہ نہ جانتے تھے کہ صداقت کا درخت مادی کلہاڑوں سے نہیں کاٹا جا سکتا۔ کاش کہ وہ یہ جانتے کہ اُن کا یہ جرم ہی امر کو قوی بنانے کا ایک بڑا ذریعہ ہو گا۔ حضرت باب کی شہادت نے اُن کی اپنی پیاری خواہش کو پورا کیا۔ اور اُن کے پیرؤوں کو ایک نئے جوش سے بھر دیا اُن کے روحانی جوش کی آگ ایسی شعلہ زن تھی کہ ظلم وستم کی تیز و تند

ہواؤں نے اُسے اور بھڑکایا اور اُس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے۔
جتنا اِس شعلہ کو بجھانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی یہ بلند ہوتا گیا۔

کوہِ کرمل پر آپ کا روضۂ مبارک

حضرت باب کی شہادت کے بعد آپ کے جسدِ مبارک کو بمع آپ کے ساتھی کی نعش کے شہر کے باہر خندق کے کونے میں پھینک دیا گیا دوسری شب کو آدھی رات کے وقت کچھ بابی اٹھا لائے اور سالہا سال تک ایران میں پوشیدہ مقامات پر رکھنے کے بعد آخر کار نہایت خطرہ اور تکلیف کے ساتھ ارضِ مقدس میں لے آئے اور یہاں اب حضرت باب کا جسدِ مبارک کوہِ کرمل پر ایک نہایت پُرفضا اور خوش منظر روضہ میں مدفون ہے جو ایلیاہ نبی کے غار سے بہت قریب ہے اور اِس مقام سے صرف چند میل ہے۔ جہاں حضرت بہاء اللہ نے اپنی عمر کے آخری ایام بسر کئے۔ اور جہاں اب آپ کا روضۂ مبارک ہے۔ ہزاروں ہی زائرین جو دنیا کے ہر گوشہ سے حضرت بہاء اللہ کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لئے آتے ہیں کوئی بھی آپ کے عاشق و مبشر کے روضہ پر دُعا مانگے بغیر واپس نہیں جاتا۔ [۱]

حضرت باب کا کلام

حضرت باب کا کلام کئی ضخیم کتابوں پر مشتمل ہے آپ کا بسرعت تمام فی البدیہہ اور بغیر مطالعہ کئے مفصل تفسیرات دقیق بیانات۔ فصیح و بلیغ مناجات لکھ دینا ہی آپ کے دعویٰ کی ایک زبردست دلیل سمجھا جاتا تھا۔ آپ کی کتابوں کا خلاصہ اس طرح بیان کیا گیا ہے :-

اُن میں سے بعض کتابیں تو قرآن پاک کی آیات کے معانی

---

[۱] روضۂ مبارک حضرت باب کی زینت اور دوبالا ہوگئی ہے کیونکہ حضرت عبدالبہاء کا جسدِ مبارک بھی یہیں مدفون ہے۔ (دیکھو باب ۴)

اور اُن کی تفسیرات تھیں۔ بعض مناجاتیں۔ دعائیں اور بعض رموز و اسرار کے بیان میں تھیں۔ بعض توحیدِ الٰہی کے مسئلہ کی توجیہات پر بحث و تمحیص میں تھیں۔ بعض میں پند و نصائح تھیں یعنی اصلاحِ اخلاق۔ حالاتِ دنیوی سے انقطاع اور توکل الی اللہ کی تلقین کرتی تھیں۔ مگر آپ کی تمام کتابوں کا جوہر اور لبِّ لباب اس ظہور کی تعریف و تمجید تھی جو بہت جلد ظاہر ہونیوالا تھا۔ جو آپ کا واحد مدعا۔ مقصود۔ محبوب اور مطلع تھا۔ کیونکہ آپ اپنے ظہور کو صرف ایک مبشر کا ظہور سمجھتے تھے۔ اور اپنی اصلی فطرت کو آنے والے کے عظیم الشان کمالات کا وسیلہ جانتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ آپ دن اور رات میں ایک لمحہ بھر بھی اُس کی یاد سے غافل نہ رہتے۔ اور ہمیشہ اپنے پیرووں کو فرماتے کہ وہ اُس عظیم الشان ہستی کی آمد کے منتظر رہیں۔ اپنے کلام میں ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"میں اُس عظیم الشان کتاب کا ایک حرف اور اُس لامحدود سمندر کا ایک قطرہ ہوں۔ اور جب وہ ظاہر ہوگا تو میری اصلی فطرت۔ میرے اسرار۔ اشارات اور استعارات ظاہر ہو جائینگے۔ اور اس دین کا بیج اپنے درجاتِ وجود و ارتقاء میں بڑھتا ہوا خلقِ جدید کے مقام پر پہنچ جائیگا اور تبارک اللہ احسن الخالقین کی خلعت سے مزیّن ہوگا۔"

آپ اُس کی آگ سے ایسے مشتعل تھے کہ ماکو کے سنگین قلعہ میں اندھیری راتوں میں اُس کی یاد ایک روشن مشعل بن کر آپ کے ساتھ تھی۔ چہریق کے قید خانے کی سختیوں میں اُسی کی یاد آپ کی بہترین انیس تھی۔ اُسی سے آپ نے فتوحِ روحانی پایا اور اُسی کی مئے محبت سے آپ سرشار تھے۔ اُسی کی یاد سے آپ خوش تھے۔ (مقالہ سیاح ص۳۴)

مَنْ یُظْہِرُہُ اللہ یعنی وہ جسے خدا ظاہر کریگا

یوحنا بپتسمہ دینے والے کی طرح حضرت باب ہمیشہ اس بات پر

زور دیتے رہنے کہ وہ ایک ایسی ہستی کے پیشرو یا مبشر ہیں جو اِن سے بڑا ہے اور بہت جلد اِن کے بعد آئیگا۔ آپ نے آفتابِ حقیقت کے ایک عظیم الشان ظہور کی بشارت دی کہ وہ بہت جلد انسانی صورت میں جاہ و جلال کے ساتھ انسانوں میں ظاہر ہو گا۔ نہایت سوز انگیز عجز و تعظیم کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ ایام من یظہرہ اللہ میں "اگر کوئی اُس کی ایک آیت سنے گا اور اُسے پڑھیگا تو وہ اِس سے بہتر ہو گا کہ بیان (کتابِ حضرتِ باب) کو ہزار مرتبہ پڑھے۔" (مقالہ سیاح ص۳۴۹)

آپ دُکھ اور مصائب سہنے کو نہایت راحت سمجھتے تھے اگر اِس طرح کرنے سے آپ من یظہرہ اللہ کے راستے کو صاف اور آسان کر سکیں۔ آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ من یظہرہ اللہ ہی آپ کے الہام کا واحد منبع اور آپ کی محبت کا واحد مقصود ہیں۔

قیامت بہشت و دوزخ

حضرت باب کی تعالیم کا ایک اہم حصّہ قیامت اور بہشت و دوزخ کی اصطلاحات کی تشریح ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قیامت سے مُراد آفتابِ حقیقت کا تازہ ظہور ہے۔ مُردوں کے زندہ کرنے کا مطلب قبورِ جہالت و غفلت و نفسانیت میں دبے ہوؤں کو روحانی زندگی عطا کرنا ہے۔ قیامت کا دِن نئے ظہور کا دِن ہے جس کے دین کے ردّ و قبول سے بھیڑیں بکریوں سے علیحدہ کی جاتی ہیں۔ کیونکہ بھیڑیں اپنے اچھے گڈریے کی آواز کو پہچانتی ہیں اور اُس کی پیروی کرتی ہیں بہشت سے مُراد خدا کو جیسا کہ وہ اپنے ظہور کے ذریعہ ظاہر ہو جاننے اور اُس سے محبت کرنے کی خوشی ہے۔ جِس کے سبب ہر شخص حسب الاستعداد کمالات حاصل کرتا ہے اور مرنے کے بعد خدا کی مملکت اور ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہوتا ہے دوزخ سے مُراد خدا کے عرفان سے محروم رہنا اور اِس طرح خدائی کمالات کو حاصل نہ کرسکنا اور فضلِ ابدی کو کھو بیٹھنا ہے۔ آپ نے واضح طور سے فرمایا کہ اِن اصطلاحات کا

اِس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں۔ لوگوں کے درمیان مادی جسم کے اُٹھنے اور مادی بہشت و دوزخ کے بارے میں جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں وہ صرف وہم کے شوشے ہیں۔ آپ نے تعلیم دی کہ انسان کے لئے موت کے بعد ایک زندگی ہے۔ اور اس زندگی میں معارجِ کمالات لامحدود ولا انتہا ہیں۔

معاشرتی اور اخلاقی تعلیمات

حضرت باب اپنے کلام میں اپنے پیروؤں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ برادرانہ اُلفت ومحبت کے سبب ممتاز ہوں۔ مفید صنعت و حرفت سیکھی اور سکھائی جائے۔ ابتدائی تعلیم عام کردی جائے۔ اِس نئے اور عجیب دَور میں عورتوں کو کامل آزادی دیجائیگی غربا و مساکین کو ایک خزانۂ عام سے بہیا کیا جائیگا۔ بھیک مانگنا نہایت سختی سے حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح مسکرات کے استعمال کو بھی ایسی ہی سختی سے حرام قرار دیا ہے ہر ایک بابی کا نصب العین خالص محبت ہونا چاہئے۔ جس میں نہ جزا کی امید پائی جائے اور نہ سزا کا خوف مخفی ہو۔

بیان میں فرمایا ہے:-

"خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ اگر تمہاری عبادت کا بدلہ آگ ہو تو بھی تمہاری عبادت میں فرق نہ آئے۔ اگر تم خوف سے خدا کی عبادت کرتے ہو تو یہ خدا کی بارگاہِ اقدس کے قابل نہیں .... اسی طرح اگر تمہارے مدِّ نظر بہشت ہے اور اس اُمید پر تم اُسکی پرستش کرتے ہو تو تم شرک کرتے ہو کیونکہ تم خدا کی ایک مخلوق کو اُس کا شریک ٹھہراتے ہو۔"

شوق و فتح

اِس آخری حوالہ سے اس جوش کا پتہ چلتا ہے جو حضرت باب کی زندگی بھر آپ میں موجزن تھا۔

خدا کا عرفان اور اس کی محبت۔ اس کے اسماء و صفات کا انعکاس حاصل کرنا۔ اُس کے آنے والے عظیم الشان ظہور کے لیئے راہ درست کرنا۔ یہی آپ کی زندگی کا واحد مُدعا تھا۔ آپ کے لئے زندگی خوف سے خالی اور موت شیریں تھی

کیونکہ محبت نے خوف نکال پھینکا تھا اور خود شہادت بھی اپنے محبوب کے قدموں پر سب کچھ نچھاور کرنے کی اعلیٰ ترین خوشی تھی۔

تعجب ہے کہ ایسی پاک اور حسین روح۔ ایسا حق کا معلم ملہم۔ خدا کا اور نوعِ انسان کا ایسا فدائی عاشق اپنے زمانہ کے نام نہاد علمائے دین کے ہاتھوں شہید کیا جائے۔ بیشک سوائے مجرمانہ غفلت اور کٹر ہٹ دھرمی کے اور کوئی شئی انسانوں کو اِس حقیقت کے دیکھنے سے اندھا نہیں کر سکتی کہ آپ خدا کے ایک پاک پیغمبر تھے۔ دنیوی عظمت و جلال آپ کے پاس نہ تھا مگر روحانی قدرت و سلطنت کیسے ثابت ہو سکتی اگر اِن تمام مادی امداد سے مستغنی رہ کر شدید سے شدید دُنیوی مخالفت پر فتح نہ پائی جائے۔

اِس منکر دنیا کے سامنے خدائی محبت کا ثبوت سوائے اِس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ دُکھ اور مصیبت کے سخت ترین صدمے سہے جائیں۔ دشمنوں کی مخالفت اور ظاہری دوستوں کی منافقت برداشت کی جائے۔ اور اِن سب کے ہجوم میں مستقل اور سنجیدہ رہنا اور بلا بے آس ہوئے اور غصہ کھائے سب کو نہ صرف معاف کرنا بلکہ ان کے لئے برکت و خیر مانگنا۔

حضرت باب نے دُکھ سہے اور فتح پائی۔ ہزاروں ہی نے اپنے خلوص اور اپنی محبت کی گواہی اپنی جانوں کو اُس کی خدمت میں نثار کر دینے سے دی ہے قلوبِ انسان پر آپ کی قوت کا رشک بادشاہ اگر کھائیں تو کچھ تعجب نہیں۔

علاوہ ازیں من یظہرہ اللہ ظاہر ہوا اور اس نے اپنے مُبشّر کی
تائید فرمائی۔ اُس کی محبت کو قبول کیا اور
اُسے اپنے جلال کا
حصہ دار بنایا

"اے انتظار کرنے والے اب صبر نہ کر۔ کیونکہ وہ محبوب آگیا ہے۔ اُس کی ہیکل کو دیکھ اور اُس کے نور کو اس میں جلوہ گر مشاہدہ کر۔ یہ وہی ازلی نور ہے جو ایک نئے ظہور میں ظاہر ہوا ہے۔" (حضرت بہاءاللہ)

پیدائش اور اوائلِ عمر

میرزا حسین علی جو بعد میں بہاءاللہ کے لقب سے معروف ہوئے ۱۲ر نومبر ۱۸۱۷ء مطابق دوم محرم ۱۲۳۳ھ کو ایران کے دارالسلطنت طہران میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میرزا عباس نوری تھا۔ جو گورنمنٹ طہران کے ایک وزیر تھے۔ آپ کا خاندان بہت دولتمند اور آپ کے متعدد رشتہ دار حکومت کے مختلف صیغہائے سول اور ملٹری میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے۔

حضرت بہاءاللہ نے کسی کالج یا سکول میں تعلیم نہ پائی تھی۔ جو کچھ آپ نے پڑھا تھا وہ گھر ہی میں سیکھا تھا۔ تو بھی بچپن ہی سے آپ علم و دانائی کی عجیب عجیب باتیں ظاہر ہونے لگیں۔ آپ کے فرزند اعظم حضرت عبدالبہاء آپ کے بچپن کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بچپن ہی سے آپ نہایت فیاض و مہربان تھے۔ آپ کھلی ہوا دار زندگی کو بہت پسند فرماتے تھے اور آپ کے وقت کا ایک کثیر حصہ باغات و مضافات میں گذرتا تھا۔ آپ میں ایک فوق العادۃ قوتِ جذب تھی۔ لوگ ہمیشہ آپ کے گرد جمع رہتے تھے۔ وزراء اور دوسرے درباری ہمیشہ آپ کو گھیرے رہتے تھے۔ بچے تو گویا آپ کے شیدا تھے۔ آپ تیرہ یا چودہ برس کے ہی تھے کہ آپ کے علم کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ آپ ہر مضمون پر گفتگو کرتے اور ہر مسئلہ کو حل کر دیتے۔ بڑی بڑی مجالس میں آپ علماء کے ساتھ بحث و تحمیص فرماتے اور نہایت ہی مشکل دینی سوالات کے حل پیش کرتے۔ سب کے سب نہایت توجہ اور تعجب کے ساتھ ان بیانات کو سنتے۔"

آپ جب ۲۲ سال کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ حکومت نے خواہش ظاہر کی کہ دستورِ ایران کے مطابق آپ اپنے باپ کی جگہ وزارت قبول فرمائیں۔ مگر آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ وزیرِ اعظم نے یہ سن کر کہا اسے کچھ نہ کہو۔ یہ عہدہ اس کی شان کے لائق نہیں اس کی نظروں میں کوئی اعلیٰ ترین ارادہ ہے اگرچہ ہم اسے سمجھ نہیں سکتا۔ مگر مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ ایک نہایت ہی اعلیٰ زندگی کے لئے مخصوص ہے اس کے خیالات ہمارے جیسے نہیں۔ اسے کچھ نہ کہو۔

والد ماجد کی وفات کے بعد چھوٹے بھائی بہنوں کی نگرانی اور آپ کی وسیع جائداد کے انتظام کی ذمہ داری آپ پر آپڑی۔

بابیوں کے زمرہ میں آپکی قید

۱۸۴۴ء میں جب حضرت باب نے اعلانِ امر فرمایا تو اس وقت حضرت بہاءاللہ کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ اعلانِ حضرت باب کی آواز سنتے ہی حضرت بہاءاللہ نے اس نئے امر کو لبیک کہا اور فوراً ہی آپ اس نئے دین کے بے خوف اور

طاقتور مبلّغین میں گنے جانے لگے۔

آپ اس امر کی خاطر دو دفعہ قید اور کوڑے کی ضرب اٹھا چکے تھے کہ اگست ۱۸۵۲ء میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے بابیوں پر بلاؤں کا ایک ایسا طوفان برپا کیا کہ ہر ایک بابی کی جان خطرے میں پڑ گئی۔

صادق نام ایک نوجوان جو خود بھی بابی تھا اور جس کا آقا بھی بابی تھا اپنے آقا کے عذاب شہادت کو دیکھکر ایسا متاثر ہوا کہ بدلہ کے جوش میں بھر کر اس نے شاہِ ایران پر حملہ کر دیا۔ مگر عالمِ دیوانگی میں پستول میں گولی کی جگہ چھرّے بھر کر لایا تھا۔ اگرچہ چند ایک چھرّے شاہ کے لگے مگر ان سے کچھ گزند نہ پہنچی تھی۔ صادق نے یہ دیکھکر شاہ کو گھوڑے سے نیچے کھینچ لیا۔ مگر شاہ کے مصاحبین نے فوراً اسے پکڑ لیا۔ اور وہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

بے انصاف شاہ نے تمام بابیوں کی جماعت کو اس کام کا ملزم ٹھہرایا۔ اور نہایت بے رحمانہ قتلِ عام کا حکم دیا۔ اسی بابی تو اسی وقت طہران میں انواع واقسام کی عقوبتیں دے دے کر شہید کر دیئے گئے۔ بہتوں کو پکڑ کر قید خانوں میں ڈالا۔ اِن قیدیوں میں حضرت بہاء اللہ بھی تھے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ کتاب "ابنِ ذئب" میں فرماتے ہیں:۔

"ہم ہرگز اِس نفرت انگیز کام میں نہ تھے اور تحقیقاتی کمیشن کے سامنے بھی ہمارا بے قصور ہونا ثابت ہو گیا تھا۔ باوجود اس کے ہمیں گرفتار کیا اور نیاوران سے جہاں ان دنوں شاہی کیمپ تھا ہمیں پیدل زنجیروں میں جکڑے ہوئے ننگے سر ننگے پاؤں کشاں کشاں طہران کے جیلخانہ میں پہنچا دیا کیونکہ ایک ستمگار سوار نے ہمارے سر سے ٹوپی اتار لی۔ سپاہیوں اور جلادوں کے ایک گروہ کے ساتھ پوری سرعت سے ہمیں لے گئے اور چار مہینے ہمیں ایسی جگہ رکھا جو اپنی خرابی میں بے مثل تھی۔ وہ قید خانہ جو اس مظلوم اور دوسرے مظلوموں کی جگہ تھی فی الحقیقت ایک تنگ وتاریک مُردہ خانہ بھی اس سے اچھا ہوتا ہے۔

جب ہم جیلخانہ کے اندر چلے گئے تو ہمیں ایک اندھیرے برآمدے میں پہنچایا۔ اور وہاں سے تین سیڑھی نیچے اترے۔ اور جہاں ہماری جگہ مقرر کی گئی تھی وہاں جا پہنچے۔ جگہ بالکل تاریک تھی اور وہاں ڈیڑھ سو کے قریب چور۔ ڈاکو اور قاتل بند تھے۔ انبوہ کے باوجود وہاں ہوا کا راستہ بھی اس راستے کے سوا اور نہ تھا جس سے ہو کر ہم آئے تھے۔ اس جگہ کی حالت لکھنے سے قلم عاجز ہے اور اس جگہ کی بدبو بیان نہیں کی جا سکتی۔

قیدیوں میں سے اکثر کے پاس لباس اور بستر بھی نہ تھے۔ اس نہایت تاریک سخت بدبودار مقام میں جو کچھ ہم پر وارد ہوا خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اس قیدخانہ میں ہم دن رات بابیوں کے اعمال و احوال کو سوچتے تھے کہ اس قدر بلندی و برتری اور فہم و ادراک رکھتے ہوئے ان سے ایسا کام سرزد ہوا یعنی ذاتِ شاہانہ پر جراٗت سے حملہ کرنا۔ پھر اس مظلوم نے ارادہ کر لیا کہ قیدخانہ سے نکل کر پوری ہمت کے ساتھ ان لوگوں کو تہذیب و شائستگی سکھانے کے لئے کھڑا ہونگا۔ راتوں میں سے ایک رات عالمِ رویا میں ہر سمت سے یہ بلند کلمہ سنائی دیا۔

"ہم تجھے تیرے ذریعہ اور تیری قلم کے ذریعہ مدد پہنچائینگے۔ جو کچھ مصیبت تجھ پر آئی ہے اس سے غمگین نہ ہو اور خوف نہ کر۔ یقیناً تو ان میں سے ہے جو امون میں عنقریب خدا زمین کے خزانے برپا کرے گا اور وہ وہ لوگ ہیں جو تیرے ذریعے اور تیرے اس نام کے ذریعے تیری مدد کرینگے جس سے خدا نے عارفوں کے دلوں کو زندہ کر دیا ہے۔"

بغداد کو جلاوطنی

یہ خوفناک قید چار مہینے تک رہی۔ مگر آپ کے ہمراہی ہمیشہ جوش و خروش اور خوشی سے بھرپور رہتے تھے قریباً ہر روز ان میں سے ایک نہ ایک کو اذیت دی جاتی تھی یا شہید کر دیا جاتا تھا اور دوسرے اپنی باری کے منتظر رہتے تھے۔ جب احباب میں سے کسی کو جلاد لینے آتا تو جس کا نام پکارا جاتا وہ خوشی سے ناچنے لگتا۔ اور آپ کے ہاتھوں کو چوم کر

اور دوسرے احباب سے گلے مِل کر طرب انگیز شوق کے ساتھ میدانِ شہادت کی طرف دوڑتا۔

جب یہ پوری طرح ثابت ہوگیا کہ آپ کا شاہ کے خلاف سازش میں کوئی حصّہ نہ تھا اور روسی سفیر نے آپ کے چال چلن کی پاکیزگی کی شہادت دی۔ اِس کے علاوہ آپ اِس قدر بیمار ہو گئے تھے کہ اب وہ گمان کرتے تھے کہ آپ مر جائینگے تو شاہ نے موت کا حکم دینے کی بجائے آپ کو عراق عرب کی طرف جلاوطنی کا حکم صادر کیا۔ دو ہفتہ بعد آپ اپنے خاندان اور کچھ احباب کے ساتھ اِس طرف کو روانہ ہوئے۔ سفر میں سردی کی شدّت اور دوسری سختیاں سہتے ہوئے آپ نہایت تنگدستی اور افلاس کی حالت میں بغداد پہنچے۔

جوں ہی آپ تندرست ہوئے آپ نے بتدیوں کو دعوت دینی اور بابیوں کو تشویق و نصیحت کرنی شروع کی۔[۱] یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہا۔ میرزا یحیٰی جو صبحِ ازل کے نام سے بھی مشہور ہے بغداد میں آیا۔ اور اُس کے آتے ہی اُس کی خفیہ ریشہ دوانیوں سے احباب میں ایسے ہی اختلافات رونما ہونے لگے جیسے حضرت مسیح کے حواریوں اور رسول مقبول کے اَحباب میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ اختلافات جو بعد ازاں ایڈریانوپل میں کھُلم کھُلا اور شدّت کے ساتھ ظاہر ہوئے آپ کے دِل کو دُکھاتے تھے۔ کیونکہ آپ کی زندگی کا بڑا مقصد دنیا کے رہنے والوں میں اتحاد پھیلانا تھا۔

بیابان میں دو سال

بغداد میں آنے کے کوئی اکیسال بعد آپ صرف کپڑوں کا ایک جوڑا لیکر تنِ تنہا سلیمانیہ کے بیابان میں چلے گئے۔ اسوقت کا حال آپ کتاب الایقان میں یوں فرماتے ہیں:۔

"یہ عبد حبیب اِس مُلک میں وارد ہوا تو بعد میں واقع ہونے والے کچھ امور سے

---

[۱] یہ واقعہ ۱۸۵۳ء میں ہوا یعنی حضرت باب کے اعلان کے ۹ سال بعد۔ اسطرح حضرت باب کی وہ پیشگوئیاں جو آپ نے ۹ سنہ کے بارے میں فرمائی تھیں پوری ہوئیں۔

مطلع ہوا۔ ہم نے پہلے ہی مہاجرت اختیار کی اور ہم تنہائی کے بیابان کی طرف چلدیئے۔ اور دو سال تن تنہا ہجر کے صحراؤں میں بسر کئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دل سے خون کے دریا اُبل رہے تھے۔ کتنی ہی راتیں ہمیں کھانا نہ ملا۔ اور کتنے ہی دن ہمارے جسم کو آرام نہ ملا۔ ان تمام برستی ہوئی بلاؤں اور متواتر حادثوں کے ہوتے ہوئے اُسی کی قسم جس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے ہم نہایت مسرور اور فرحت و خوشی میں تھے۔

خدا کی قسم کہ اِس مہاجرت سے مراجعت کا ہمیں کوئی خیال نہ تھا اور اِس مسافرت کے بعد مواصلت کی کوئی اُمید نہ تھی۔ اِس سے ہمارا صرف یہی مقصد تھا کہ احباب کے اختلاف کا سبب نہ ہوں اور اصحاب میں انقلاب کا مصدر نہ بنیں۔ کسی کے دِل کو دُکھانے والے نہ بنیں۔ اِس کے سوا نہ تو کوئی خیال ہی تھا اور نہ کوئی اور بات مدنظر۔ اگرچہ ہر شخص نے اپنی ہوئی کے مطابق رائے قائم کی اور خیال باندھا۔ آخر کار مصدرِ امر (خدا) کی طرف سے واپسی کا حکم صادر ہوا۔ جسے لابد ہمیں ماننا پڑا اور ہم لوٹ آئے۔ واپس آنے پر جو کچھ ہم پر وارد ہوا اُس کے لکھنے سے قلم عاجز ہے۔ دو سال تک دشمن اِس عبد فانی کو ہلاک کرنے کے لئے نہایت سعی و اہتمام میں لگے رہے۔ چنانچہ سب جانتے ہیں۔"

مُلّاؤں کی مخالفت

اِس مہاجرت سے واپس آنے پر آپ کی شہرت پہلے سے بھی زیادہ پھیل گئی اور دور و نزدیک سے لوگ جوق جوق آپ کو دیکھنے اور آپ کی تعلیم سننے کے لئے بغداد میں آنے لگے۔ یہودی عیسائی زرتشتی اور مسلمان یہ نیا پیغام سن کر سرگرم ہونے لگے۔ لیکن مُلّاؤں نے آپکی مخالفت پر کمر باندھی اور نہایت شدت سے آپ کے مٹانے کے درپے ہوگئے ایک موقع پر انہوں نے اپنے میں سے ایک عالم کو آپ کے پاس کچھ سوالات دے کر بھیجا۔ قاصد آپ کے جوابات کا قائل اور آپ کے عِلم سے مات رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ آپ نے یہ عِلم کہیں سے ظاہری طور پر حاصل نہیں کیا۔ اُسے

اعتراف کرنا پڑا کہ علم و ادراک میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تو بھی اِس بات کیلئے کہ مُلا آپ کی حقیقت سکے معترف ہوں اُس نے ثبوت کے طور پر معجزہ دکھانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم معجزہ دکھانے کے لئے اِس شرط پر تیار ہیں کہ مُلا جو معجزہ دیکھنا چاہیں اُس پر سب متفق الرائے ہو کر جم جائیں اور یہ لکھدیں کہ اگر ہم نے وہ معجزہ دکھادیا تو وہ ہمارے دعوے کو سچ جان کر ہماری مخالفت کرنا چھوڑ دیں گے اور اگر نہ دکھایا تو ہم جھوٹے ہوں گے۔"

اگر مُلاؤں کا ارادہ سچائی حاصل کرنا تھا تو یقیناً اِس سے بڑھکر اور کوئی موقعہ نہ ہو سکتا تھا مگر وہ تو اِس بات پر تُلے ہوئے تھے کہ سچ یا جھوٹ جیسے بھی ہو وہ اپنا من مانا فیصلہ حاصل کریں۔ وہ سچائی سے ڈرتے تھے اور انہوں نے اِس کھلے چیلنج کو قبول کرنے سے گریز کیا۔ اِس شکست سے وہ اور بھی جھنجھلا گئے اور اِس مظلوم گروہ کی بیخکنی کے لئے نئی سازشیں کرنے لگے۔ بغداد کا ایرانی کونسل جنرل اِن سازشوں میں شریک و سہیم ہوا اور اُس نے شاہ کو متواتر لکھنا شروع کیا کہ بہاءاللہ دینِ اسلام کو برباد کر رہا ہے اور ایران پر ایک بہت ہی بُرا اثر ڈال رہا ہے۔ اِس لئے اُسے کسی دور کی جگہ میں جلاوطن کرنا ضروری ہے۔

آپ کی یہ عادت تھی کہ ایسے موقعوں پر جب مسلمان مُلا اور ایرانی و عثمانی حکومتیں اپنی متحدہ طاقتیں اِس تحریک کے ملیامیٹ کرنے پر لگاتیں تو آپ خاموشی اور سنجیدگی اختیار کرتے۔ اپنے احباب کی ہمت بڑھاتے اور ہدایت و تسلیت کے جادوانی کلام سے انہیں سنبھالتے اور آگے بڑھنے کی تشویق فرماتے

حضرت عبدالبہاء بیان فرماتے ہیں کہ انہی ایام میں "کلماتِ مکنونہ" کس طرح نازل ہوئے حضرت بہاءاللہ ان ایام میں اکثر دریائے دجلہ کے کنارے سیر کرنے کو تشریف لیجاتے۔ آپ جب واپس آتے تو نہایت بشاش ہوتے اور بیٹھکر ان دانائی اور حکمت کے موتیوں کو لکھتے جنہوں نے ہزاروں ہی غم زدہ اور ستم رسیدہ دلوں کو اطمینان اور تسلی بخشی ہے۔ کئی سال تک اِن کلمات کی حرف چند

قلمی کاپیاں احباب میں رہیں جو انہیں اپنی جان سے بھی عزیز سمجھکر پوشیدہ رکھتے تھے تاکہ دشمن جو اسوقت ہرطرف بکثرت تھے انہیں نہ لے جائیں۔ اب یہ چھوٹی کتاب تقریباً ہر زبان میں ترجمہ ہوچکی ہے اور دُنیا کے ہر حصّہ میں نہایت شوق کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اسی زمانہ میں کتاب ایقان بھی نازل ہوئی۔ اس کے نزول کی تاریخ غالباً ۱۸۶۲ء اور ۱۸۶۳ء ہے۔

بغداد کے نزدیک رضوان میں اعلان

بہت کچھ خط و کتابت کے بعد ایرانی حکومت کے اصرار پر حکومت عثمانی نے آپ کو قسطنطنیہ میں لائے جانے کا فرمان بھیجا۔ اس خبر نے آپ کے احباب میں ایک ہیجان پیدا کردیا۔ وہ اپنے محبوب کے گھر کے گرد جمع ہوگئے اور اُن کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ آپ کو بغداد کے نزدیک ایک باغ میں خیمہ لگانا پڑا۔ یہ باغ نجیب پاشا کا باغ کہلاتا تھا اور آپ یہاں بارہ دن تک فروکش رہے جن میں آپ سفر کی تیاریوں میں مشغول رہے۔ اِن بارہ ایام کے پہلے دن (۲۱ر اپریل سے ۲ر مئی ۱۸۶۳ء تک یعنی حضرت باب کے اعلان کے ۱۹ سال بعد) آپ نے اپنے چند چیدہ احباب کو یہ خوشخبری سُنائی کہ آپ ہی وہ "مَن یظہرہ اللہ" ہیں جس کی آمد کی خوشخبری حضرت باب نے دی تھی اور جو تمام انبیاء کا موعود ہے۔ جس باغ میں یہ اعلان کیا گیا وہ بہائیوں میں "باغ رضوان" کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اِن بارہ دنوں میں وہ ایک عید مناتے ہیں۔ جس کا نام "عید رضوان" ہے۔

حضرت بہاء اللہ اِن دنوں میں غمگین و شکستہ دل ہونے کی بجائے نہایت بشاش اور قوت و جلال کے مالک نظر آتے تھے۔ آپ کے احباب بھی اسی خوشی اور جوش سے بھر گئے اور لوگوں کے گروہ کے گروہ اظہار مسرت و عقیدت کے لئے آنے لگے۔ بغداد کے تمام شرفا و امراء حتی کہ گورنر بذاتِ خود اس قیدی کو رخصت کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

قسطنطنیہ اور اڈریانوپل

بغداد سے قسطنطنیہ کا سفر ۳-۴ ماہ میں ختم ہوا

راہ میں آپ نے اور آپ کے احباب نے سردی کے شدید ترین مصائب برداشت کئے۔ قسطنطنیہ پہنچنے پر سب کو ایک بہت ہی تنگ مکان میں قید کر دیا گیا جس میں ان تمام آدمیوں کے بیٹھنے کے لئے بھی مشکل سے جگہ تھی۔ کچھ دنوں بعد آپ کو ایک کشادہ گھر رہنے کے لئے دیا گیا مگر چار ماہ بعد آپ کو ایڈریانوپل کی طرف بھیجدئے جانے کا فرمان صادر ہوا۔ ایڈریانوپل کا سفر اگرچہ چند یوم میں ہی ختم ہو گیا۔ مگر مصائب اور تکالیف کی شدت میں اُن سب سفروں سے بدتر تھا جو آجتک آپنے برداشت کئے تھے۔ برفباری نہایت شدت سے ہورہی تھی اور اِن مظلوم مسافروں کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑا بھی نہ تھا۔ کھانے کو بہت ہی بُری غذا ملتی تھی۔ اِس طرح تکالیف سہتے ہوئے یہ گروہ ایڈریانوپل پہنچا۔ جہاں پہنچکر آپ کو اور آپ کے اہلبیت کو جو تعداد میں بارہ شخص تھے ایک تین کمروں کے چھوٹے سے گھر میں مقید کردیا یہ گھر کہنہ۔ بوسیدہ اور گندہ تھا۔ موسم بہار میں آپ کو ایک بہتر گھر دیا گیا۔ آپ ساڑھے چار سال تک ایڈریانوپل میں رہے یہاں بھی آپ نے تعلیم دینی شروع کی اور تھوڑے سے ہی عرصہ میں ایک بہت بڑا گروہ آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ یہاں آپ نے عام طور سے اپنے ظہور کا اعلان فرمایا جسے بابیوں کی کثیر جماعت نے قبول کیا اور بہائی کہلانے لگے۔ ایک چھوٹی سی جماعت نے میرزا یحیٰی کی سرکردگی میں نہایت شدت سے اِس کی مخالفت کی اور آپ کے ہٹا دینے کی سازشوں میں آپکے پُرانے دشمن شیعوں سے جا ملے۔ یہ قضیہ روز بروز شدید ہوتا گیا۔ آخر کار حکومتِ عثمانی نے آپ کو مع آپ کے احباب کے عکا بھیجدیا اور میرزا یحیٰی کو جزیرہ قبرس میں روانہ کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۳ اگست ۱۸۶۸ء کا ہے:

الواحِ ملوک

اسی زمانہ میں حضرت بہاءاللہ اپنی مشہور و معروف الواح تمام شاہانِ یورپ، پوپ۔ شاہ ایران اور حکومت ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نام بھیجتے ہیں۔ اِن الواح میں اپنے امر کا اظہار فرما کر آپ نے انہیں دعوت دی کہ وہ اپنے قومی کو سچے دین کے

قائم کرنے اور بین الاقوامی صلح و امن کے پھیلانے میں صرف کریں۔
شاہِ ایران کی لوح میں آپ نے نہایت قوت سے مظلوم بابیوں کی
بے قصوری کو ثابت کیا اور شاہ کو دعوت دی کہ وہ آپ کو اور انہیں
جنہوں نے اس مظلوم گروہ پر ستم رانی کے فتوے دیئے ایک جگہ جمع
کرے مگر شاہ نے اس درخواست پر کوئی عمل نہ کیا۔ ایک نوجوان فداکار
بہائی جس کا نام بدیع تھا اور جو اس لوح کو لے کر شاہ کے پاس گیا
شاہ نے اُسے گرفتار کر لیا اور دل ہلا دینے والے دُکھ دے کر اُسے شہید
کیا۔ اینٹیں گرم کر کر کے اس کے زندہ جسم کو جلا جلا کر اُسے جامِ شہادت
پلایا۔ اسی لوح میں آپ اپنے مصائب کا نہایت دلسوز اور دل ہلا دینے والے
الفاظ میں یوں ذکر فرماتے ہیں:۔

"اے بادشاہ! میں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ تکلیفیں اُٹھائی ہیں جو نہ کسی
آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سُنیں۔ دوستوں نے میرا انکار کیا اور
وسیع راستے میرے لئے تنگ ہو گئے۔ میرے آرام و آسایش کا تالاب
سوکھ گیا اور میری راحت کا سرسبز چمن خشک ہو کر پیلا پڑ گیا۔ کتنی ہی
بلائیں نازل ہو چکی ہیں اور کتنی ہی اور نازل ہونے والی ہیں۔ میں اُس غالب
اور فیاض (خدا) کی طرف رُخ کئے ہوئے رواں ہوں۔ اور میرے پیچھے ایک
سخت موذی سانپ دوڑتا آتا ہے۔ میرے آنسو اس قدر بہے کہ میرا بستر تر
ہو گیا لیکن پھر بھی مجھے کچھ غم نہیں۔ خدا کی قسم میرا سر اپنے مولا اور آقا
کی محبت میں نیزہ (پر چڑھنے) کا مشتاق ہے۔ میں جب کبھی کسی درخت کے
پاس ہو کر گذرا ہوں تو اس سے میرے دل نے یہ بات ضرور کہی ہے کہ
اے کاش۔ تو میرے نام سے کاٹا جاتا اور سولی بنایا جاتا۔ پھر میرا جسم اپنے
پروردگار کی راہ میں تجھ پر چڑھایا جاتا۔ بلکہ مجھکو اس بات کا غم ہے کہ میں لوگوں
کو دیکھ رہا ہوں کہ نشہ میں چور ہو کر بھٹکتے پھر رہے ہیں اور انہیں اس کی

کچھ خبر نہیں۔ انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کا مرتبہ بڑھا رکھا ہے۔
اور اپنے معبود کا درجہ گھٹا دیا ہے۔ گویا کہ انہوں نے خدا کے حکم کو ہنسی ٹھٹھا
اور کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور باایں ہمہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم نیکوکار۔ اور اچھے کام
کرنے والے ہیں اور امن خداوندی کے مستحکم قلعہ میں پناہ لے چکے ہیں لیکن
حقیقت میں ان کا گمان صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کل وہ خود وہی بات دیکھینگے
جس کا آج انکار کر رہے ہیں۔ عنقریب ہمکو اس سرزمین موسوم بہ ادرنہ
سے نکال کر شہر عکہ کی طرف لیجاینگے اور جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں شہر عکا
دنیا کے ویران اور بے رونق شہروں میں سے ہے۔ اس کی آب و ہوا نہایت
ردی اور ناقص ہے۔ گویا رات دن وہاں الو بولا کرتے ہیں اور اس کے اطراف
و جوانب سے سوائے الوؤں کی آواز کے اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ لوگوں نے
اس غلام کو اسی شہر میں قید کرنے کا ارادہ کرلیا ہے اور راحت اور آسایش کے
دروازے ہمارے واسطے بند کر دینے چاہے ہیں اور ہماری زندگی کے جو چند
دن باقی رہ گئے ہیں ان میں انہوں نے دنیاوی زندگی کا سامان ہم تک نہ پہنچنے
دینا مدنظر رکھا ہے۔ خدا کی قسم! اگر دکھ درد کے صدمے مجھے کمزور بنادیں اور
بھوک پیاس کی تکلیفیں مجھے ہلاک کردیں۔ سخت پتھر میرا بستر بنایا جائے اور جنگل
کے درندہ جانور میرے مونس اور ہمدم کر دیئے جائیں تو بھی میں مطلق فریاد
و زاری نہ کروں گا۔ اور خدا تعالیٰ کی مدد سے جو ازل کا مالک اور قوموں کا پروردگار
ہے ویسا ہی صبر کروں گا جیسا کہ دوراندیش اور اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنے والوں
نے کیا ہے۔ اور میں ہر حال میں اللہ پاک کا شکر کروں گا۔ میں اس کے فضل و
کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری اس قید کے وسیلے سے اپنے دیگر بندوں
کی گردنیں طوق و زنجیر سے آزاد فرمائے گا اور اپنے پاک بندوں کو اپنی خالص
اور نہایت بخشش والی ذات پاک کی طرف خلوص کے ساتھ متوجہ بنالے گا۔
بیشک وہی ہر ایک دعا کرنے والے بندہ کی دعا قبول فرماتا اور ہر ایک مناجات

کرنے والے کے پاس موجود ہے۔ ہم اُسی پاک پروردگار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اِس کالی بلا کو اپنے دین کے جسم کی حفاظت کیواسطے فولادی زرہ بنا دے۔ اور اسی کے ذریعے سے اِس کو کاٹنے والی تلواروں اور جسم توڑکر آر پار نکلجانیوالے تیروں سے محفوظ کردے۔ ہمیشہ بلا اور مصیبت کے ذریعہ خدا کا حکم دنیا میں جاری اور اُس کا امر بلند ہوا ہے۔ یہی خدا کی سُنّت ہے جو اگلے وقتوں سے اِسی طرح جاری ہے " (مقالہ سیاح صفحہ ۱۴۱ و صفحہ ۱۴۷)

سجن عکّاء

اِس زمانہ میں عکّا، حکومت عثمانی کا کالا پانی تھا۔ اور بدترین مجرم وہاں قید کئے جانے کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ عکّا پہنچنے پر اِن مظلوموں کو جن کی تعداد ۸۰ یا ۸۴ تھی معہ حضرت بہاآاللہ کے فوجی بارکوں میں بند کر دیا۔ جگہ نہایت غلیظ اور سنسان تھی۔ چارپائیاں یا بسترے وغیرہ کچھ نہ تھے خوراک نہایت ہی بُری اور بہت ہی کم دی جاتی تھی۔ یہانتک کہ اِن مظلوم قیدیوں نے آخر کار درخواست کی کہ انہیں اپنی خوراک خود خریدنے کی اجازت دی جائے پہلے چند دنوں تک بچّے لگاتار دن رات روتے رہے اور کسی کو سونا نصیب نہ ہوا۔ بخار۔ پیچش اور دوسری بیماریاں پیدا ہوئیں اور سب کے سب بیمار ہوگئے سوائے پانچ آدمیوں کے جو بعد میں اِن بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ چار نے اِن بیماریوں سے جام شہادت نوش کیا۔ اور پسماندگان کی تکالیف احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔[۱]

یہ سخت قید دو سال تک جاری رہی اور اِس دَوران میں کسی بہائی کو قید خانہ سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ سوائے چار اشخاص کے جو پہرہ داروں سے گھرے ہوئے سودا سلف لینے کے لئے بازار جایا کرتے تھے۔

قشلہ (یعنی فوجی بارکیں جو شہر کے باہر تھیں) وہاں قید کے ایام میں کسی کو

---

[۱] شہیدوں میں سے دو کے کفن دفن کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے حضرت بہاآاللہ نے اپنا غالیچہ بیچنے کے لئے دیا مگر سپاہیوں نے روپیہ تو اپنی جیبوں میں ڈالا اور اُن دو لاشوں کو کسی گڑھے میں پھینک آئے۔ (دیاالی مونزی)

حضرت بہاء اللہ سے ملاقات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایران کے بہت سے بہائی اپنے محبوب کا دیدار حاصل کرنے کے لئے پیدل ایران سے عکا پہنچے مگر انہیں فصیل کے باہر ہی روک دیا گیا۔ وہ ایک میدان میں جاتے جو تیسری خندق کے قریب تھا اور جہاں سے حضرت بہاء اللہ کی کوٹھڑی کی کھڑکیاں نظر آتی تھیں۔ حضرت بہاء اللہ کھڑکی میں آ کر انہیں اپنا جمال دکھاتے اور وہ رو رو کر اس جمالِ جہاں آرا کو دیکھتے اور نئے شوق و جذب سے بھر کر خدمت و شہادت کے لئے واپس لوٹتے۔

سختی میں کمی آخر کار قید کی شدت کم ہوئی۔ افواج عثمانی کی نقل و حرکات کے سبب قشلہ فوجی ضروریات کے لئے خالی کرایا گیا۔ حضرت بہاء اللہ مع اپنے اہلبیت کے ایک گھر میں چلے گئے اور احباب کو شہر میں ایک سرائے میں جگہ مل گئی۔ آنحضرت سات برس تک اس گھر میں نظر بند رہے۔ پہلے پہل جگہ کی قلت کے سبب آپ نے اور آپ کے اہلبیت نے بہت تکلیف اٹھائی۔ صرف چار چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں تھیں جن میں آپ کو رہنا ہوتا تھا۔ کچھ مدت بعد کچھ کمرے آپ کو دئے گئے جہاں ایک گونہ راحت کے ساتھ آپ رہنے لگے۔ قشلہ سے باہر آنے کے بعد زائرین کو آپ سے ملنے میں کوئی روک نہ تھی۔ اور آہستہ آہستہ شاہی فرمان سے جو رکاوٹیں آپ پر عائد کی تھیں کم ہوتی گئیں۔ اگرچہ کبھی کبھی انہیں ویسی ہی شدت سے جاری کر دیا جاتا تھا۔

دروازۂ سجن کا کھلنا قید کے سخت ترین ایام میں بھی بہائی کبھی مایوس نہ ہوتے تھے اور اپنے مولیٰ پر ان کے مضبوط اعتقاد میں کبھی جنبش نہ ہوئی تھی۔ قشلہ میں سختی قید کے زمانہ میں حضرت بہاء اللہ نے اپنے احباب کی الواح میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ خوف نہ کرو

یہ دروازے کھُل جائینگے۔ میرا خیمہ کوہِ کرمل پر نصب ہوگا اور نہایت مسرت حاصِل ہوگی۔

پیشینگوئی احباب کے اطمینان کا بڑا سبب ہوئی اور آخرکار لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ دروازۂ سجن کے کھلنے کا حال ہم حضرت عبدالبہاء کے الفاظ میں ترجمہ کرکے لکھتے ہیں:-

"حضرت بہاء اللہ سبزہ اور مناظر مضافات کو بہت پسند فرماتے تھے۔ ایکدن آپنے فرمایا "سات برس ہوئے، میں نے سبزہ نہیں دیکھا۔ مضافات روح کی دنیا ہے اور شہر جسم کا جہان ہے" جب میں نے یہ سُنا تو میں سمجھ گیا کہ آپ شہر سے باہر رہنا چاہتے ہیں اور مجھے یہ یقین تھا کہ آپ کی مرضی کے پورا کرنے کے لئے جو کچھ میں کروں گا اُنہیں کامیاب ہونگا۔ عکا میں اُسوقت ایک شخص تھا جس کا نام محمد پاشا صفوت تھا۔ اس شخص کا ایک محل تھا جسے مزرع کہتے تھے اور جو شہر کے شمال کی جانب چار میل پر تھا۔ اس محل کے اردگرد باغ تھے اور ایک نہر اس کے پاس سے گذرتی تھی۔ یہ شخص ہمارا سخت مخالف تھا۔ میں نے اس شخص کے گھر پر جاکر اس سے مُلاقات کی اور کہا پاشا آپ نے محل کو خالی چھوڑ رکھا ہے اور شہر میں رہتے ہو۔ اُس نے کہا میں بیمار اور مفلوج ہوں۔ شہر کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ اگر میں وہاں جاتا ہوں تو تنہا رہنا ہوتا ہے اور میرے دوست مجھ سے مِل نہیں سکتے۔ میں نے کہا جب آپ وہاں نہیں رہتے اور اُسے خالی چھوڑ رکھا ہے تو اُسے ہمیں ہی کرایہ پر دے دو۔ پہلے تو وہ اسپر متعجب ہوا مگر پھر فوراً ہی راضی ہوگیا۔ میں نے بہت ہی کم کرایہ پر یہ محل اُن سے پانچ سال کے لئے لے لیا۔ اور ۵۔ روپئے سالانہ کے حساب سے اُسے پانچ برس کا کرایہ بھی پیشگی دیدیا۔ میں نے قلیوں کو بھیجکر جگہ کی مرمت کرائی باغوں کو درست کرایا۔ اور ایک حمام وہاں بنوایا۔ میں نے جمالِ مبارک[1] کے لئے

[1] جمالِ مبارک حضرت بہاء اللہ کا ایک خطاب تھا جو احباب اُن سے منسوب کیا کرتے تھے۔

ایک گاڑی بھی بنوائی۔ ایک دن میں نے خود جاکر جگہ کو دیکھنا چاہا۔ اگرچہ پے درپے فرمان جاری ہو چکے تھے کہ ہمیں فصیل سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ میں بے کھٹکے دروازۂ شہر سے باہر چلا گیا۔ سپاہی پہرے پر کھڑے تھے مگر وہ مزاحم نہ ہوئے اور میں سیدھا اس محل کے دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ دوسرے دن میں چند احباب اور افسروں کے ساتھ پھر دروازۂ شہر کے باہر گیا اور کسی نے مزاحمت نہ کی۔ حالانکہ سنتری اور سپاہی دروازہ کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ اسی طرح ایک اور دن میں نے بہجی کے درختہائے صنوبر کے نیچے شہر کے امراء کی دعوت کی اور شام کو ہم بلا کسی مزاحمت کے شہر کو واپس آ گئے۔

ایکدن میں جمالِ مبارک کے حضور میں گیا اور عرض کی مزرع کا محل آپ کے لئے تیار ہے اور وہاں لے جانے کے لئے گاڑی بھی حاضر ہے۔ اُسوقت عکّا اور حیفا میں گاڑیاں نہ تھیں، حضرت بہاءاللہ نے جانے سے انکار کیا اور کہا "میں تو قیدی ہوں" میں نے ایکدن پھر عرض کی مگر آپ نے وہی جواب دیا۔ میں نے جرأت کرکے ایکدن تیسری مرتبہ پھر پوچھا مگر آپ نے فرمایا "نہیں" اس کے بعد پھر عرض کرنے کی میں جرأت نہ کر سکا۔

اُسوقت عکّا میں ایک شخص محمد شیخ نام تھا جو بہت ہی بارسوخ تھا۔ یہ شخص آپ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتا تھا اور آپ بھی اس پر بہت عنایت فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ آپ بہت جری ہیں۔ آج رات کو آپ حضور میں جائیں اور گھٹنوں پر گر کر دونوں ہاتھ پکڑ کر اسوقت تک نہ چھوڑیں جبتک آپ حضرت جمالِ مُبارک سے شہر چھوڑنے کا وعدہ نہ لے لیں۔ یہ شخص عرب تھا..... یہ سیدھا حضرت بہاءاللہ کے پاس گیا اور آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اُس نے جمالِ مبارک کے ہاتھ پکڑ کر چومے اور کہا آپ شہر کو کیوں نہیں چھوڑتے؟ آپ نے جواب دیا میں قیدی ہوں؛ شیخ نے عرض کیا خدا نہ کرے! کس کی طاقت ہے کہ آپ کو قید کرے۔ آپ نے تو خود اپنے آپ کو قید میں رکھا ہے

یہ تو خود آپ کی مشیت تھی کہ آپ قید ہوں۔ اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ باہر تشریف لائیں اور محل کو چلیں۔ یہ نہایت خوبصورت اور سرسبز ہے درخت نہایت پیارے اور نارنگیاں آگ کے گیندوں کی طرح ہیں"۔

جتنی دفعہ جمالِ مبارک فرماتے تھے کہ "میں قیدی ہوں یہ نہیں ہو سکتا" اتنی ہی دفعہ شیخ نے آپ کے ہاتھ پکڑ کر جو سنا رہا۔ کامل ایک گھنٹہ تک وہ اسی طرح عرض کرتا رہا۔ آخر کار حضرت بہاء اللہ نے فرمایا "خیلی خوب" بہت اچھا۔ اور شیخ کا صبر اور اصرار پھل لایا۔ وہ خوشی سے اچھلتا ہوا میرے پاس آیا اور حضرت بہاء اللہ کی رضامندی کی خوشخبری مجھے دی۔ سلطان عبدالعزیز کے سخت فرمان کے باوجود جسمیں مجھے جمالِ مبارک سے ملنے کی سخت ممانعت تھی میں گاڑی لیکر دوسرے دن درِ مبارک پر حاضر ہوا اور آپ کو ساتھ لے کر محل کی طرف لے گیا اور کوئی ہمارا مزاحم نہ ہوا۔ میں آپ کو وہاں چھوڑ کر خود شہر کو آ گیا۔

آپ دو سال تک اس خوبصورت اور پیاری جگہ رہے۔ تب یہ فیصلہ ہوا کہ آپ بہجی میں تشریف لے جائیں۔ اسوقت یہ اتفاق ہوا کہ بہجی میں ایک وبا نمودار ہوئی اور گھر کا مالک خوف و ہراس سے اپنے خاندان کے لوگوں سمیت گھر چھوڑ کر بھاگنا چاہتا تھا اور گھر کو بلا کرایہ کسی کو دینا چاہتا تھا۔ ہم نے گھر کو بہت کم کرایہ پر لے لیا اور وہاں اصلی حشمت و جلال کے دروازے کھول دیئے گئے۔

حضرت بہاء اللہ برائے نام قیدی تھے۔ کیونکہ سلطان عبدالعزیز کے فرمان کبھی منسوخ نہ ہوئے تھے مگر حقیقت میں آپنے اپنی زندگی و سلوک میں ایسی شرافت اور ایسا دبدبہ دکھایا کہ سب آپ کی عزت کرتے اور آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ فلسطین کے گورنر آپ کے اثر اور قوت پر رشک کرتے تھے۔ گورنر، متصرف اور جرنیل اور بڑے بڑے افسر نہایت عاجزی سے آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی درخواست کرتے جو شاذ و نادر ہی آپ منظور فرماتے۔

ایک موقع پر شہر کے حاکم نے اسی قسم کی درخواست کی اور وجہ یہ بتلائی کہ اُسے حکامِ بالا سے حکم آیا ہے کہ وہ فلاں جرنیل کو ساتھ لیکر آپ سے ملاقات کرے۔ درخواست منظور کر لی گئی اور حاکم مع جرنیل کے جو بہت موٹا یورپین تھا، حضور میں آیا۔ جرنیل آپ کے جلال سے ایسا متاثر ہوا کہ جب حضور میں آیا دروازہ کے پاس گھٹنوں پر گر گیا۔ دونوں کی یہ حالت ہوئی کہ آنحضرت کے متواتر فرمانے پر انہوں نے نرغولی پینے کے لئے لی۔ تب بھی انہوں نے اُسے صرف اپنے لبوں سے لگا کر رکھدیا اور ہاتھ باندھکر بیٹھ گئے اور ایسے عجز و احترام سے بیٹھے رہے کہ سب حاضرین متعجب تھے۔

آپ کے احباب کی مخلصانہ محبت۔ افسروں اور اُمرا کی آپ کے لئے تعظیم و عزت۔ زائرین اور سالکین راہ ہدایت کی آپ کے حضور میں جمعیت۔ جمال مبارک کے پُر جلال اور شاہانہ چہرہ کے گرد فضائے خدمت و عقیدت۔ آپ کا نفوذ مشیت آپ کے پرجوش پرستاروں کی تعداد۔ یہ سب کے سب امور اسبابات کے شاہد ہیں کہ حضرت بہاء اللہ فی الحقیقت قیدی نہ تھے بلکہ بادشاہوں کے بادشاہ تھے۔ دو خود مختار بادشاہ آپ کے خلاف تھے۔ دو مستبد طاقتور سلطنتیں آپ کے کچلنے کے لئے کوشاں تھیں مگر اُن کی قید میں ہوتے ہوئے آپ نے اُنہیں اپنی لوح میں پُر زور الفاظ سے خطاب کیا جیسے کوئی بادشاہ اپنی رعایا سے خطاب کرتا ہو۔ پھر سخت فرامین سلطان کے باوجود آپ بہجی میں ایک بادشاہ کی طرح رہتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے بیشک بیشک نہایت بدترین قیدخانہ بہشتِ عدن بنا دیا گیا ہے۔ یقیناً ایسی بات آفرنیش دنیا سے آجتک دیکھنے میں نہیں آئی۔"

ایامِ بہجی

سختی اور مصائب کے ایام میں آپنے یہ دکھا کر کہ انسان فقر و فاقہ و ذلت میں کس طرح خدا کا جلال ظاہر کر سکتا ہے۔ آپ نے ایامِ بہجی میں یہ دکھایا کہ انسان عزت و ثروت کی حالت میں کس طرح خدا کا شکر ادا کر سکتا ہے۔ ہزاروں ہی احباب کے ہدایا حضرت بہاء اللہ کے حضور میں حاضر ہوتے تھے جن کا

خرچ کرنا آپ کے اختیار میں تھا آپ اپنی ذات اور اپنے اہلبیت کے لئے وہی سادہ زندگی اختیار کئے رہے اور اس روپیہ کو تبلیغ امر میں صرف کیا۔
آپ کے گھر کے نزدیک احباب نے ایک نہایت خوبصورت باغ لگایا جس کا نام انہوں نے رضوان رکھا۔ اس باغ میں آپ کئی کئی دن تشریف رکھتے۔ رات کو ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں جو اسی باغ میں بنی ہوئی تھی راحت فرماتے بعض اوقات آپ سبزہ زار میدان میں دور تک نکل جاتے۔ عکا اور حیفا بھی جاتے اور آپ نے کوہ کرمل پر کئی دفعہ خیمہ بھی نصب کیا اور اس طرح آپ کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جو ایام سجن قشلہ میں آپ نے فرمائی تھی آپ کا وقت زیادہ تر عبادت و ذکر و شغل، دعا و مناجات، کتب مقدسہ اور الواح کے نزول اور احباب کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں گذرتا۔ اس عظیم کام میں رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے دوسرے سب کام حضرت عبدالبہاء نے اپنے ہاتھ میں لے لئے تھے۔ عالموں اور شاعروں اور حکومت کے افسروں سے آپ ہی ملاقات کرتے جو ہمیشہ آپ کے بیانات سے مطمئن ہو کر جاتے اور آپ کی ملاقات سے شکر گذار ہوتے اور آپ کی ملاقات سے آپ کے والد ماجد کی عظمت و شان کو سمجھتے۔
مشہور و معروف مستشرق کیمبرج یونیورسٹی کے مرحوم پروفیسر براؤن جنہوں نے ۱۸۹۰ء میں حضرت بہاءاللہ سے ملاقات کی اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں :۔
"میرا رہنما ایک پردہ کے قریب تھوڑی دیر ٹھہرا یہانتک کہ میں نے اپنے بوٹ اُتار لئے۔ اس کے بعد میں پردہ اٹھا کر ایک وسیع کمرہ میں داخل ہوا میرے سامنے کمرہ کے اوپر کے حصہ میں ایک مسند تھا اور دروازے کے مقابل دو یا تین کرسیاں رکھی تھیں۔ مجھے کچھ یوں ہی سا خیال تھا کہ میں کہاں لیجایا جا رہا ہوں اور کس سے ملاقات کرنے والا ہوں کیونکہ

مجھے یہ نہ بتایا گیا تھا کہ میرا رہنما مجھے کہاں لیجائے گا)
دو یا تین سکنڈ گذرے ہونگے کہ رعب اور تعجب سے میرا دل دھڑکنے
لگا کیونکہ کمرہ خالی نہ تھا۔ کمرہ کے ایک گوشہ میں مسند پر میں نے ایک صاحب وقار
اور محترم بزرگ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ایک ٹوپی جو درویشوں کے تاج کی طرح
تھی بلکہ اُس سے ذرا اونچی آپ کے سر پر تھی اور اس تاج کے گرد ایک
سفید چھوٹا سا عمامہ لپٹا ہوا تھا۔ اُس چہرہ کو جس پر اُسوقت میری نظر
پڑ رہی تھی میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ اگرچہ اس کا بیان کرنا میری قوت
سے باہر ہے۔ چمکتی ہوئی آنکھیں جو انسان کی روح تک کو دیکھتی معلوم ہوتی
تھیں کشادہ پیشانی جس سے جاہ وجلال ٹپکتا تھا۔ پیشانی اور چہرے کی
جھریاں جس عمر کا اظہار کر رہی تھیں آپ کے سیاہ بال اور سیاہ داڑھی
جو قریباً کمر تک پہنچتی تھی اس کی تردید کر رہے تھے۔ اس بات کے بتلانے
کی ضرورت نہیں کہ میں کس کے حضور میں کھڑا تھا۔ تقدیم مراسم تعظیم
کے لئے میں اس کے سامنے جھک گیا جس کی ایسی محبت اور پرستش
کی جاتی ہے جس کا بادشاہ رشک کریں اور جس کے لئے شاہنشاہ بےفائدہ
آہیں بھریں۔

ایک ملائم مگر پر رعب آواز نے مجھے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا اور کہا الحمدللہ
کہ تم فائز ہوئے۔ تم ایک قیدی اور جلا وطن سے ملنے کے لئے آئے ہو۔
ہم بجز صلاح عالم وفلاح اُمم کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ مگر لوگ ہم سے
اُن مفسدین کا سا سلوک کرتے ہیں جو قید و جلاوطنی کے مستحق ہوں (ہم چاہتے
ہیں) کہ تمام قومیں ایک دین کی پابند ہو جائیں۔ تمام انسان بھائی بھائی بنجائیں
انسانوں میں محبت واتحاد کے رشتے مضبوط ہو جائیں مذہبی اختلافات
اور قومی جھگڑے اُن کے درمیان سے اٹھ جائیں ان باتوں میں کیا عیب ہے؟
ہاں اسی طرح ہو کر رہے گا۔ یہ بے ثمر جھگڑے اور تباہ کن جنگیں برطرف ہو جائینگی

اور ان کی بجائے صُلح اکبر قائم ہوگی۔ کیا تم بھی یورپ میں اس کے محتاج نہیں ہو؟ کیا یہی وہ بات نہیں جس کی حضرت مسیح نے خبر دی تھی؟ دیکھو تمہارے بادشاہ اور حکام اموال و خزائن کو بجائے اصلاح بلاد اور آسائش عباد میں صرف کرنے کے نوع البشر کی تخریب میں صرف کر رہے ہیں۔ یہ جھگڑے یہ لڑائیاں۔ یہ خونریزیاں اور اختلاف اب ختم ہو جانے چاہئیں۔ تمام لوگ ایک خاندان کی طرح مل کر زندگی بسر کریں۔ کسی شخص کو اس بات کا فخر نہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنے وطن کو دوست رکھتا ہے بلکہ یہ بات فخر کے لائق ہے کہ وہ تمام نوعِ البشر کو دوست رکھتا ہے۔"

جسقدر میں یاد رکھ سکا یہ اور ایسے ہی اور کلام میں نے بہاء اللہ سے سُنے وہ جو اِن الفاظ کو پڑھتے ہیں سوچیں کہ آیا اِس قسم کے اعتقادات موت و قید کے مستحق ہیں۔ کیا ان کے انتشار سے دنیا کو فائدہ ہوگا یا نقصان؟

(ضمیمہ ترجمہ انگریزی مقالہ سیاح ص ۳۹)

صعود

اِس سادگی اور سنجیدگی سے حضرت بہاء اللہ نے اپنی زندگی کے آخری دن گذارے اور ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء کو ۷۵ سال کی عمر میں بخار سے بیمار رہکر صعود فرمایا۔ آپ کی آخری لوح کتاب عہدی تھی جس میں آپ نے اپنی وصیت اپنی قلم مبارک سے لکھی اور اُسے اپنے دستخطا اور مُہر سے مزین فرمایا۔ آپ کے صعود کے نو دن بعد آپ کے فرزند اعظم نے چند احباب اور سب اہلبیت کے سامنے اس کی مُہروں کو توڑا۔ اور لوح پڑھی گئی۔ اس وصیت میں آپ نے حضرت عبدالبہاء کو اپنا جانشین اور اپنی تعالیم کا مفسر مقرر فرمایا اور تمام اہلبیت و احباب کو عبدالبہاء کی طرف توجہ کرنے اور آپ کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اس وصیت سے آپ کو فرقہ بازی اور اختلاف کی بیخکنی اور امر میں اتفاق و اتحاد منظور تھا۔

بہاء اللہ کا مقام

بہاء اللہ کے مقام کا صحیح خیال ہونا ضروری ہے۔ آپ کے کلمات دوسرے مظاہر الٰہی کے کلمات کی طرح دو قسموں میں منقسم

کئے جا سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جن میں آپ ایک ایسے انسان کی طرح کلام فرماتے ہیں جو خدا کی طرف سے اپنے اہل نوع کو پیغام دینے کے لئے آیا ہو۔ دوسرے وہ کلمات جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ خود خدا بول رہا ہے۔ کتابِ ایقان میں آپ فرماتے ہیں :-

اِن مشارق الہیہ سے چمکے ہوئے شموس کے دو مقام ہم نے پہلے بیان کئے ہیں ایک مقام توحید اور رتبہ تفرید چنانچہ پہلے ذکر ہوا کہ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ (ہم اُن میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے) (سورۃ البقر)

دوسرا مقام۔ مقام تفصیل و عالم خلق اور رتبہ حدوداتِ بشریہ ہے۔ اِس مقام میں ہر ایک کے لئے ایک ہیکل مقرر، ایک امر معین، ایک ظہور مقدر اور ایک حد مخصوص ہے۔ چنانچہ ہر ایک، ایک اسم سے موسوم اور ایک صفت سے موصوف تھا۔ ہر ایک، ایک نئے امر اور نئی شرع پر مامور تھا جیسا کہ فرمایا ہے تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ مِّنۡہُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعۡضَہُمۡ دَرَجٰتٍ وَاٰتَیۡنَا عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ الۡبَیِّنٰتِ وَاَیَّدۡنٰہُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ (سورۃ البقر)

یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض کے ساتھ خدا نے کلام کیا اور بعض کے درجات کو بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے اُس کی تائید فرمائی۔

مقامِ توحید اور علوِ تجرید میں ربوبیت اور الوہیت۔ خالص احدیت اور مطلق ہویت۔ ان جواہر وجود پر اطلاق کی جاتی ہے۔ کیونکہ سب ظہور اللہ کے عرش پر متمکن ہیں اور سترِ الٰہی یعنی جمالِ خدا اُن کے جمال سے ظاہر ہے۔

دوسرے مقام میں جو دنیوی تفصیل و تمیز۔ تحدید و اشارات و کنایات کا مقام ہے سراسر عبودیت۔ خالص فقر اور پوری پوری فنا اُن سے ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا فرمایا ہے اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ وَمَا اَنَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ۔ (بیشک میں خدا کا بندہ ہوں اور بیشک میں تم جیسا ہی ایک بشر ہوں)

اگر مظاہر جامعہ سے یہ سُنا جائے انی انا اللہ (بیشک میں خدا ہوں) بالکل سچ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ ان کے ظہور وصفات و اسماء سے خدا کا ظہور خدا کا اسم اور خدا کی صفت دنیا میں ظاہر ہوتی ہیں ...... اسی طرح اگر وہ کہیں کہ "ہم خدا کے بندے ہیں" یہ بھی ظاہر و ثابت ہے کیونکہ وہ انتہائی رتبۂ عبودیت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس قسم کی عبودیت کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہو۔ اسی لئے ان جواہر وجود نے خدائی پاک سمندروں میں استغراق کی حالت میں اور سلطانِ حقیقی کے معارجِ معانی پر ارتقاء کے وقت ربوبیت اور الوہیت میں کلام فرمایا۔ اگر صحیح طور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ اس رتبہ میں انہوں نے ہستی مطلق اور بقائے صِرف کے مقابل اپنے میں انتہائی نیستی و فنا مشاہدہ فرمائی ہے گویا اپنے آپ کو بالکل معدوم جانا ہے اور اس ساحت میں اپنے ذکر کو شرک سمجھا ہے ...... پس جو کچھ وہ الوہیت، ربوبیت، نبوت، رسالت، ولایت، امامت اور عبودیت کے بارے میں کہیں وہ سب سچ ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں"

(کتاب ایقان فارسی صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۱)

حضرت بہاء اللہ جب مقامِ بشریت سے کلام فرماتے ہیں تو اپنے لئے کامل عجز اور فنا فی اللہ کے مقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ عالم بشریت میں ظہور کو دوسرے لوگوں سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ اس کا کامل ایثار اور اسکی طاقتوں کی کاملیت ہے۔ سب حالتوں میں وہ یہ کہنے پر قادر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح نے باغ گتھسمنی میں کہا تھا "تو بھی میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو"

لوح السلطان میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں

اے بادشاہ! میں بھی خدا تعالیٰ کے معمولی بندوں کی طرح اس کا ایک بندہ تھا۔ اور راحت کے بستر پر آرام سے سویا ہوا تھا کہ یکایک خدا کی نسیم لطف مجھ پر ہو کر گذری اور جو کچھ ابتدائے آفرینش سے ابتک ظہور میں آیا اس کا اس نے مجھے علم دیا۔ یہ بات میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اسی غالب باخبر کی طرف سے ہے۔ اسی نے مجھے

حکم دیا ہے کہ میں دنیا میں اُس کے نام کی منادی کردوں۔ اس حکم کی بجاآوری میں مجھے وہ وہ مصیبتیں جھیلنی پڑیں کہ انہیں دیکھکر عارفوں کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ میں نے نہ وہ علوم پڑھے ہیں جو لوگوں میں مروج ہیں اور نہ میں کبھی کسی مدرسہ میں داخل ہوا۔ جس شہر میں میرا مقام تھا آپ وہاں کے باشندوں سے دریافت کر لیجئے۔ آپ کو ثابت ہو جائے گا کہ میں ہرگز جھوٹا نہیں ہوں۔ یہ ایک پتا ہے جس کو تیرے اسی پروردگار کی ہوا سے مشیت نے حرکت دی ہے جو سب پر غالب اور ہر طرح قابلِ تعریف ہے۔ کیا تیز اور تند ہواؤں کے جھونکوں کے سامنے ایک پتا بھی ٹھہر سکتا ہے؟ اسماء و صفات کے مالک کی قسم ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ہوائیں جس طرف اور جس طرح چاہیں گی اُسے اُڑائے پھریں گی۔ قدیم کے سامنے فانی چیز کا وجود نہیں اُس کا حکم آیا جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا اور اسی نے مجھے کل جہانوں میں اپنے ذکر کے ساتھ گویا کیا۔ میں اُس کے حکم کے آگے بے اختیار ہوں۔ تیرا پروردگار جو نہایت مہربان رحم والا ہے اسی کے ارادہ کے ہاتھ نے مجھے جدھر چاہا پھیر دیا۔ کیا کسی شخص کو یہ جرأت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی طرف سے ایسی باتیں اپنی زبان سے نکالے جن کو سنتے ہی تمام اعلیٰ و ادنیٰ بندے اس پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کرنے لگیں اور ہر ایک اُس کی مزاحمت کرے؟ قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے قلم کو عالمِ قدم کے اسرار تعلیم فرمائے ایسی باتیں بجز اُس شخص کے جو خدائے قادر و مقتدر کی طرف سے مؤید ہو اور کوئی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا۔" (مقالۂ سیاح صفحہ ۳۹۵)

جس طرح حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کے پاؤں دھوئے تھے اسی طرح حضرت بہاء اللہ بعض اوقات اپنے احباب کے لئے کھانا پکاتے اور ایسے ہی دوسرے کام کرتے۔ آپ خادموں کے خادم تھے اور خدمت پر ہمیشہ افتخار کرتے۔ ضرورت کے وقت بغیر بستر فرش ہی پر سو جاتے۔ سوکھی روٹی اور پانی پر گذارہ کرتے اور بعض اوقات بھوکے ہی رہتے اور اُسے خدائی غذا کہا کرتے تھے۔ آپ کا کاملِ عجز اس بات سے ظاہر تھا کہ آپ قدرت۔ انسانی طبیعت اور خاصکر انبیاء اولیاء

شہدار کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لیکر بڑی سے بڑی چیز تک آپ کی نظر میں خدائی شان تھی۔

آپ کی انسانی شخصیت کو خدا نے برگزیدہ کیا کہ خدا کے کلام کے نزول کا ذریعہ اور اُس کی قلم ہو۔ آپ نے اس رتبہ کو جو مصائب و تکالیف کا بے نظیر مقام تھا اپنی مرضی سے اختیار نہ کیا تھا جس طرح حضرت مسیح نے کہا تھا "باپ اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ اِسی طرح حضرت بہآء اللہ فرماتے ہیں :-

اگر کوئی دوسرا متکلم و مفسر دکھائی دیتا تو ہم کبھی اپنے آپ کو لوگوں کے طعن و تشنیع اور تمسخر کا نشانہ نہ بناتے" (روح اشراقات)

خدائی آواز صاف اور حاکمانہ تھی اور آپ نے اُس کی اطاعت کی۔ خُدا کی مشیت آپ کی مشیت اور خُدا کی رضا آپ کی رضا ہوئی۔ جھکتی ہوئی تسلیم کیساتھ آپ نے اعلان کیا۔" بیشک میں اعلان کرتا ہوں کہ جو کچھ خدا کی راہ میں ہم پر وارد ہوتا ہے وہ محبوبِ جان اور مقصودِ رُوان ہے۔ سم قاتل اُس کی راہ میں شہد ہے اور اُس کے نام کے لئے مصائب ٹھنڈا اور تازگی بخشنے والا پانی ہے"۔ (کتاب ابن ذئب)

دوسرے موقعوں پر جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں آپ مقامِ الوہیت سے کلام فرماتے تھے۔ ایسے کلمات میں آپ کی انسانی شخصیت ایسی محو ہو جاتی ہے کہ اس کا نشان بھی نہیں ملتا۔ آپ کے ذریعے خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اپنی محبت کا اپنے بندوں کے لئے اظہار فرماتا ہے۔ اپنی صفات انہیں سکھاتا ہے۔ اپنی مشیت کو انہیں جتاتا ہے۔ ان کی ہدایت کے لئے اپنے قوانین اُنہیں دیتا ہے اور انہیں نصیحت کرتا ہے کہ وہ اس سے محبت کریں اور اُس کی اطاعت و خدمت کریں۔

حضرت بہآء اللہ کی کتابوں میں یہ کلام دفعتاً ایک مقام سے دوسرے مقام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابھی تو ایک انسان کلام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے

اور ابھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود کلام کر رہا ہے۔

مقام بشریت سے کلام فرماتے ہوئے بھی بہاء اللہ اس طرح کلام فرماتے ہیں جس طرح خدا کا فرستادہ کلام کرے اور لوگوں کو رضائے الہیٰ کے سامنے کامل تسلیم کا زندہ نمونہ بن کر دکھائے۔ آپ کی تمام زندگی روح القدس سے بھرپور تھی۔ اس لئے آپ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری و الٰہی عناصر کے درمیان کوئی صاف خط نہیں کھینچا جا سکتا۔ خدا آپ سے کہتا ہے:۔

"کہدے میری ہیکل میں بجز خدا کی ہیکل کے۔ میرے جمال میں بجز خدائی جمال کے۔ میری کینونت میں بجز خدائی کینونت کے۔ میرے نفس میں بجز اس کے نفس کے۔ میری حرکت میں بجز اس کی حرکت کے۔ میرے سکون میں بجز اس کے سکون کے۔ میری قلم میں بجز اس کی قلم اعلیٰ و اعظم کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ کہدے میری روح میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں اور مجھ میں سوائے خدا کے اور کچھ مشہود نہیں۔" (سورۃ الہیکل)

حضرت بہاء اللہ کا کام

حضرت بہاء اللہ کا کام اس دنیا میں وحدت و اتحاد پیدا کرنا ہے۔ یعنی وحدتِ عالم انسانی کو وجود میں لانا ہے۔ خدا کی طرف سے آپ فرماتے ہیں:۔

"شجرۂ عرفان کا سب سے روشن پھل یہ کلمۂ علیا ہے کہ سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہیں۔ کسی کو یہ فخر نہ کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے وطن سے محبت رکھتا ہے بلکہ فخر اس بات پر ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی جنس کو پیار کرتا ہے۔"

پہلے انبیاء نے دُنیا میں ایک ایسے زمانہ کے آنے کی پیشینگوئیاں کی تھیں جب زمین پر امن اور بندوں کے درمیان صلح جلوہ گر ہوگی۔ اور سب نے اس کی آمد کو قریب بنانے کے لئے اپنی زندگیاں قربان کیں۔ سب نے متفقاً صریح الفاظ میں بتایا ہے کہ یہ مبارک امر خداوند کی آمد کے بعد واقع ہوگا۔ آخری

ایام میں جب شریروں کو سزا اور راستبازوں کو جزا ملے گی۔

حضرت زردشت نے پیشینگوئی کی تھی کہ تین ہزار برس انقلابات و فسادات میں گذر جائینگے پھر شاہ بہرام جو دنیا کا منجی ہے ظاہر ہوگا اور اہرمن کو جو بدی کی روح ہے برباد کرے گا۔ اور دنیا میں راستبازی اور امن کا دَور دَورہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ نے رب الافواج کے ظاہر ہونے سے پہلے بنی اسرائیل کے لئے جلاوطنی مظلومیت اور بے پناہی کی ایک لمبی مدت کی پیشینگوئی فرمائی تھی اور کہا تھا کہ رب الافواج کے ظہور کے بعد وہ انہیں تمام اقوام سے جمع کرے گا۔ تاکہ ظالموں کو برباد کرے اور اپنی بادشاہت کو زمین پر قائم کرے

حضرت مسیح نے فرمایا :- خیال نہ کرو کہ میں زمین پر امن پھیلانے کے لئے آیا ہوں میں امن نہیں بلکہ تلوار چلانے کے لئے آیا ہوں (متی ۱۰: ۳۴) اور آپ نے پیشینگوئی فرمائی کہ جنگوں اور جنگوں کی افواہوں اور سختیوں اور تکلیفوں کے بعد جو ابن آدم کی آمد تک جاری رہیں گی وہ باپ کے جلال میں آئے گا۔

حضرت محمد نے فرمایا کہ غلط کاریوں کے سبب اللہ نے یہودیوں اور عیسائیوں میں دشمنی اور نفرت ڈالدی جو قیامت تک جاری رہے گی۔ جب خدا اُن سب کا انصاف کرنے کے لئے آئے گا۔"

حضرت بہاء اللہ اعلان فرماتے ہیں کہ وہ تمام انبیاء کے موعود ہیں وہ ظہور الٰہی ہیں جس کے دَور میں دنیا میں امن وامان صحیح طور سے قائم ہوگا یہ اعلان لاثانی اور بے نظیر ہے کسی نے پہلے ایسا اعلان نہیں کیا۔ مگر موجودہ زمانہ کے آثار اور تمام انبیاء کی پیشینگوئیوں کے ساتھ اُس کی مناسبت صاف روشن اور بالکل ٹھیک ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے بے نظیر صراحت و وضاحت کے ساتھ نوع انسان میں

قیامِ امن و اتحاد کے وسائل کا بیان فرمایا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آمد بہاءاللہ کے وقت سے ابتک ایسی جنگ اور ایسی بربادیاں ظاہر ہوئی ہیں کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھیں۔ یہ ٹھیک اُن انبیائے اعظم کی پیشینگوئیوں کے مطابق ہے جنہوں نے صاف صاف لفظوں میں بتا دیا تھا کہ عظیم و مہیب یوم اللہ کے طلوع ہونے پر یہ باتیں ظاہر ہونگی۔ اس لئے اِن امور کا دنیا میں ظاہر ہونا اس خیال کا مؤید ہے کہ خداوند کی آمد نزدیک نہیں بلکہ وہ اب آ چکا ہے۔

حضرت مسیح کی تمثیل کے مطابق کہ انگوری باغ کا مالک باغ دوسروں کو دینے سے پہلے جو اُسے وقت پر پھل لاکر دینگے شریر کاشتکاروں کو نہایت بُری طرح ہلاک کرے گا:

کیا اِس تمثیل سے یہ مُراد نہیں کہ خداوند کی آمد پر استبدادی خودمختار حکومتیں، لالچی اور متعصب دینی پیشوا، مُلّا یا ظالم سردار جنہوں نے صدہا برس سے شریر کسانوں کی طرح اس دنیا پر حکومت کی اور اُس کے پھل اپنے مفاد پر خرچ کرتے رہے ہلاک کئے جائینگے؟

"دُنیا میں ابھی کچھ دیر تک مہیب واقعات اور عظیم انقلابات ہوتے رہینگے مگر بہاءاللہ نے ہمیں یقین دلا دیا ہے کہ بہت جلد یہ بے ثمر فسادات یہ بربادکن جنگیں نابود ہوجائیں گی اور صلح اکبر قائم ہوگی"!

جنگ و فساد اپنی تباہی و بربادی کے سبب اب اِس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ نوع انسان یا تو اس سے خلاصی پائے یا ہلاک ہوجائے۔

موعودہ وقت آگیا اور اُس کے ساتھ موعود منجی بھی آگیا

آپ کا کلام

آپ کا کلام نہایت وسیع اور جامع ہے۔ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر اِس میں ہدایات موجود ہیں۔ کہیں انفرادی اور معاشرتی پہلو پر تعلیمات ہیں کہیں مادی و روحانی امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہیں قدیم و جدید کتب الٰہیہ کے

معانی بتلائے گئے ہیں اور کہیں دور و نزدیک آئندہ زمانہ کی پیشگوئیاں ہیں۔
آپ کے علم کی جامعیت و صحت نہایت حیرت انگیز ہے۔ آپ نہایت اختیار اور یقین انگیز طریقہ سے ان کتب الٰہیہ کے حوالجات دیتے اور اُن کے معانی بیان فرماتے ہیں جن سے آپ کا مخاطب یا سائل واقف ہوتا تھا۔ حالانکہ ظاہراً آپ کے پاس کوئی معمولی وسائل ایسے نہ تھے جن سے اِن کتب مقدسہ کو دیکھ سکتے۔
آپ کتاب ابن ذئب میں فرماتے ہیں کہ آپ کو حضرت باب کی کتابوں کے پڑھنے کا نہ تو وقت ہی ملا اور نہ موقع ہی نصیب ہوا۔ پھر بھی آپ اپنی کتابوں میں کامل علم و ادراک کے ساتھ ان کے بیانات ذکر فرماتے ہیں۔
اگرچہ سوائے پروفیسر براؤن کی ملاقات کے جنہوں نے ۱۸۹۰ء میں چار مرتبہ آپ سے ملاقات فرمائی اور ہر ملاقات میں ۲۰ یا ۳۰ منٹ تک آپ کے حضور میں رہے آپ نے کسی متنور مغربی اہل خیال سے ملاقات نہ فرمائی تھی تو بھی آپ مغربی دنیا کے معاشرتی۔ ملکی اور دینی سوالات پر حیرت انگیز طریقہ سے حاوی نظر آتے تھے یہانتک کہ آپ کے دشمنوں کو بھی اِس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ آپ کے علم اور آپ کی دانائی کی نظیر انہوں نے آجتک نہیں دیکھی۔ آپ کی عمر بھر کی قید و نظر بندی اِس گمان کو ناممکن بنادیتی ہے کہ آپ نے علم کی یہ بیش بہا دولت اکتسابی طریقوں سے حاصل کی تھی جو آپ کی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔
اس میں کسی شک کو جگہ نہیں کہ آپ نے یہ علم کسی روحانی منبع سے حاصل کیا تھا جو کتابوں یا اُستادوں کے معمولی وسائل سے بالا و برتر تھا۔ [۱]
کبھی تو آپ جدید فارسی میں کلام فرماتے تھے جو آپ کے ہموطنوں کی مادری

---

[۱] جب حضرت عبدالبہاء سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا حضرت بہاءاللہ نے اہل مغرب کی کتابوں کا خاص طور سے مطالعہ فرما کر اپنی تعلیمات کو اُن کے مطابق قائم کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت بہاءاللہ کی کتابیں ۶۰ سال پہلے لکھی اور چھاپی گئی تھیں اور ان میں یہ خیالات و اصول نازل کئے گئے تھے جو اب اہل مغرب میں اس قدر مقبول ہیں۔ مگر اس زمانہ میں یہ خیالات نہ تو چھپے ہی تھے اور نہ اہل مغرب کے خیال میں ہی آئے تھے ÷

زبان تھی. جس میں عربی کا ایک بڑا جزو شامل تھا اور کبھی صاحب علم زرتشتیوں کو خطاب کرتے ہوئے خالص فارسی زبان استعمال فرماتے تھے۔ زبان عربی میں بھی پوری پوری فصاحت سے لکھتے تھے کبھی تو بہت سادہ زبان میں اور کبھی قدیم طریقہ میں جو قرآن کے بہت کچھ مشابہ ہے۔ ادبی تعلیم حاصل کئے بغیر ان مختلف زبانوں پر آپ کا کامل اقتدار ایک حیرت انگیز امر ہے۔

آپ کی بعض کتابوں میں صراطِ مستقیم یا نیک زندگی کی راہ کو ایسے سادہ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ بقول اشعیا نبی ایک بے وقوف سالک بھی اس میں غلطی نہیں کر سکتا۔ (اشعیا ۳۵: ۸)

بعض کتابوں میں شاعرانہ تخیل اور اسلامی. زرتشتی و دیگر کتب مقدسہ کے فلسفہ اور اشارات یا فارسی و عربی علم ادب و تاریخ کی ایک ایسی بیش بہا دولت جمع ہے جس کا صرف شاعر فلاسفر یا عالم ہی پوری طرح لطف اٹھا سکتا ہے۔

بعض میں روحانی زندگی کے ان بالائی مقامات کا ذکر ہے جنہیں صرف وہی سمجھ سکتے ہیں جو نچلے مقامات سے گذر چکے ہیں۔

آپ کی کتابیں ایک نعمتوں سے پُر دسترخوان کی طرح ہیں جس پہ ہر قسم کی ایسی مزیدار غذائیں اور پُر لطف چیزیں چنی ہوئی ہیں جو ہر سچے طالب حق کی ضروریات و مذاق کے موافق ہیں۔

یہی سبب ہے کہ آپ کا اثر علماء. روحانی شعراء اور مشہور مصنفین پر زیادہ مؤثر ہوا۔ اہل تصوف کے بہت سے شیوخ اور اکثر سیاسی وزراء آپ کے کلمات کو پڑھکر منقلب ہو گئے. کیونکہ آپ کے کلمات شیرینی اور روحانی معانی کی گہرائیوں کے سبب سب دوسرے مصنفین سے بہت بالا و برتر تھے۔

بہائی روح

دور و دراز سجن عکا سے بہاء اللہ نے اپنے وطن ایران ہی میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ وہ روح جو آپ میں اور آپ کے ہمراہیوں میں کام کر رہی تھی اگرچہ ہر حالت میں قانع. متواضع

اور ملائمہ بھی مگر ایک حیرت انگیز طاقت اور آسمانی قوت تھی۔ اس نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا یعنی طبائع انسان کو بدل دیا۔ جو لوگ اس کے زیر اثر آئے وہ ایک نئی خلق بن گئے۔ وہ ایسے شوق وجذب اور محبت و ایمان سے بھر گئے کہ دُنیوی مسرت وغم انہیں ہیچ نظر آنے لگے۔ خدا پر بے خوف توکّل کی طاقت سے بھرپور ہو کر وہ دائمی ستم یا شدید ترین موت کا نہایت متانت ہی سے نہیں بلکہ انتہائی مسرت کے ساتھ مقابلہ کرتے۔

سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ اُن کے دِل اِس نئی زندگی کی خوشیوں سے ایسے لبریز ہو گئے تھے کہ اُن میں اپنے ظالموں کے خلاف دشمنی یا سنخ کے لئے جگہ ہی نہ تھی۔ مدافعت کے لئے تشدد کے استعمال کو انہوں نے بالکل ترک کر دیا۔ اور بجائے اِس کے وہ اپنی قسمت پر روتے۔ انہوں نے اپنے آپ کو نہایت خوش قسمت جانا کہ انہیں یہ نورانی دین مِلا۔ اور انہوں نے اُس کی صداقت کی تصدیق میں اپنا خون بہایا۔ ہاں اُن کے دِل مسرت کے راگ گانے کے مستحق تھے کیونکہ انہیں کامل یقین تھا کہ خدا نے محبوب و بزرگ و برتر انسانی زبان کے ذریعہ اُن سے ہمکلام ہوا ہے۔ اور اُس نے اُنہیں اپنے بندے اور احباب کہکر پکارا ہے۔ وہ اپنی بادشاہت دنیا میں قائم کرنے آیا ہے اور جنگ وفساد سے تھکی ماندی دنیا میں صلح و امن کا بیش بہا نور اپنے ساتھ لایا ہے۔

بہاء اللہ نے اِس قسم کا ایمان اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا۔ آپ نے جیسا کہ حضرت باب نے پہلے سے فرما دیا تھا اپنے کام کا خود اعلان کیا۔ اور آپ کے مبشر کی فداکارانہ کوششوں کے سبب ہزاروں ہی آپ کی آمد پر لبیک کہنے کیلئے طیار تھے۔ ہزاروں ہی جنہوں نے وہم وتعصب کی بندشوں کو توڑ کر پھینک دیا تھا اور جو پاک قلوب اور روشن سینوں کے ساتھ خدا کے موعود بہاء کے ظہور کے منتظر تھے افلاس اور بیڑیاں۔ خستہ حالی اور ظاہری ذلت اُن کے خداوند کے روحانی جلال کو اُن سے نہ چھپا سکیں۔ بلکہ ان تاریک دنیوی حالات نے اُنکی اصلی جلال کی روشنی کو اور بھی دوبالا کر دیا۔

چوتھا باب

عبدالبہاء

"جب دریائے وصال خشک ہو جائے اور نوشتۂ آغاز فیصلۂ انجام کو پہنچ جائے تو مَن ارادہ اللہ کی جانب متوجہ ہو جاؤ جو اس اصل قدیم کی شاخ ہے"

(بہاء اللہ)

پیدائش اور بچپن

عباس آفندی جو بعد میں عبدالبہاء کے نام سے معروف ہوئے حضرت بہاء اللہ کے سب سے بڑے فرزند ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء مطابق ۵ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ جمعرات کو عین اسوقت پیدا ہوئے جبکہ حضرت باب نے اپنے ظہور کا اعلان فرمایا تھا۔

آپ ابھی ۸ برس کے تھے کہ آپ کے والد بزرگوار جن سے آپ کو نہایت گہری محبت تھی طہران کے قیدخانے میں قید کر دیئے گئے۔ آپ کے گھر کا سب مال و متاع لوٹ لیا گیا اور آپ کے اہل خاندان کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔ عبدالبہاء بتاتے تھے کہ ایکدن آپ کو اپنے پیارے باپ کو صحن قیدخانہ میں دیکھنے کی اجازت مل گئی۔ آپ نے دیکھا کہ بہاء اللہ کی حالت ہولناک تھی۔ بیماری کے سبب آپ بمشکل چل سکتے تھے۔

آپ کے سر اور داڑھی کے بال اُلجھے ہوئے تھے۔ گردن لوہے کی بھاری زنجیر کے دباؤ سے شل ہوکر سوجی ہوئی تھی۔ بدن زنجیروں اور بیڑیوں کے بوجھ سے دبا ہوا تھا۔ اِس نظارہ نے میرے حسّاس دل پہ ایک ایسا داغ لگایا جو کبھی نہ مٹے گا۔

قیامِ بغداد کے پہلے ہی سال یعنی بہاؔء اللہ کے اعلانِ ظہور سے دس برس پہلے عبدالبہاؔء نے جو ابھی نو سال ہی کے تھے اپنی تیز بصیرت سے یہ اہم انکشاف حاصل کیا کہ لاریب آپ کے والد ہی وہ موعود ہیں جس کا تمام بابی انتظار کر رہے ہیں۔ اِس واقعہ کے کوئی ساٹھ سال بعد آپ اسوقت کا جبوقت یہ یقین آپ کی تمام فطرت پہ غالب آیا اس طرح بیان فرماتے ہیں :۔

میں جمالِ مبارک کا بندہ ہوں۔ بغداد میں مَیں بچّہ تھا۔ اِس حالت میں اور اِس جگہ بہاؔء اللہ نے مجھپر کلمہ کا القاء فرمایا اور میں آپ پر ایمان لایا جونہی آپ نے کلمہ کا القاء مجھپر کیا میں نے اپنے آپ کو آپ کے پاک قدموں پر ڈالدیا اور نہایت منّت و سماجت سے التجا کی کہ آپ میری جان کو اپنی راہ میں قربانی کے لئے قبول فرمائیں۔ قربانی! آہ۔ یہ لفظ مجھے کیسا پیارا لگتا ہے۔ اِس سے بڑھکر میرے لئے کوئی عنایت نہیں ہوسکتی۔ اِس عزّت سے بڑھکر بھلا اور کون سی عزّت ہوسکتی ہے کہ مَیں اپنی گردن اُس کی خاطر زیرِ زنجیر دیکھوں۔ اپنے پاؤں کو اُس کی محبت میں گرفتارِ زنجیر مشاہدہ کروں۔ اِس جسم کو اُس کے امر کے لئے کٹتا ہوا یا سمندر کی گہرائیوں میں پھینکتا ہوا پاؤں۔ اگر سچ مچ ہم اُس کے سچے عاشق ہیں۔ اگر فی الحقیقت میں اُس کا خالص بندہ ہوں تب مجھے اپنی جان کو اُس کی مبارک دہلیز پہ قربان کرنے سے دریغ نہ کرنا چاہئے۔ (میرزا احمد سہراب کی ڈائری ۸ جنوری ۱۹۱۴ء)

قریبًا اسی وقت سے آپ کے دوست آپ کو "سرّاللہ" کے نام سے

پکارنے لگے۔ یہ لقب آپ کو حضرت بہاءاللہ نے دیا تھا۔ اور بغداد کے دوران قیام میں آپ عموماً اسی نام سے معروف تھے۔

جب آپ کے والد بزرگوار دو سال کے لئے صحرانشین ہوئے تو عباس کا دل ٹوٹا ہوا تھا۔

اِن دنوں آپ کی تسلی کا باعث حضرت باب کی الواح کو لکھنا اور انہیں حفظ یاد کرنا تھا۔ وقت کا بہت سا حصہ آپ تنہائی اور گیان دھیان میں گزارتے جب آپ کے والد واپس آئے تو آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

جوانی

اسوقت سے آپ اپنے والد کے نہایت ہی قریب رہنے لگے گویا کہ آپ اُن کی حفاظت کیا کرتے۔ اگرچہ آپ ابھی نوجوان ہی تھے مگر آپ نے حیرت انگیز دانائی وفراست ظاہر کی اور اُن بیشمار ملاقاتیوں سے ملنے کا کام اپنے ذمہ لیا جو آپ کے والد بزرگوار سے ملنے آتے تھے۔ اگر آپ دیکھتے کہ ملنے والا حق کا متلاشی ہے تو آپ اُسے اپنے باپ کے حضور میں لیجاتے ورنہ کسی کو حضرت بہاءاللہ کے پاس نہ جانے دیتے۔ بہت سے موقعوں پر آپ سائلین کے سوالات ومشکلات حل کرنے میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتے۔ مثلاً جب ایک صوفی شیخ بنام علی شوکت پاشا نے اس مشہور حدیث "کُنتُ کَنزاً مخفیاً" کا مطلب پوچھا تو حضرت بہاءاللہ نے سر اللہ عباس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا مطلب لکھنے کا حکم دیا۔ نوجوان عباس نے جو اسوقت پندرہ یا سولہ برس کے تھے فوراً ایک اہم رسالہ کی صورت میں ایک ایسا بصیرت افروز بیان لکھا کہ پاشا سے موصوف ورطۂ حیرت میں پڑ گئے یہ رسالہ عام طور سے بہائیوں کے پاس ہے اور اہل بہاء کے علاوہ دوسروں میں بھی بہت مشہور ہے۔

اِن ایام میں عباس اکثر مساجد میں جایا کرتے اور علماء وفضلاء کے ساتھ دینی مسائل پر بحث وتمحیص کرتے۔ آپ کسی سکول یا کالج میں نہ پڑھے تھے۔ آپکے

واحد معلم آپ کے والد تھے۔ آپ کا تفریحی شغل گھوڑے کی سواری تھی۔ اور آپ اس میں بہت شوق اور لطف ظاہر کرتے۔

بیرونِ بغداد باغ میں حضرت بہاء اللہ کے اعلانِ ظہور کے بعد عبدالبہاء کی اپنے باپ سے محبت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ قسطنطنیہ کے طویل سفر میں آپ رات دن حضرت بہاء اللہ کی محافظت کرتے۔ دن کو آپ کی گاڑی کے ساتھ ساتھ چلتے۔ رات کو آپ کے خیمہ کے پاس کھڑے رہتے۔ جہاں تک ممکن تھا آپ نے اپنے والد کو تمام خانگی امور اور ذمہ واریوں سے آزاد کر دیا تھا اور سب خاندان کے اطمینان اور آسایش کا باعث بنے ہوئے تھے۔

دورانِ قیام ادرنہ (ایڈریانوپل) میں عبدالبہاء کی ہر دلعزیزی یار و اغیار میں یکساں تھی۔ آپ لوگوں کی تعلیم میں مصروف رہتے۔ اور "سرکار آغا" کے لقب سے پکارے جاتے۔ عکا میں جب قریباً سب کے سب تپ محرقہ ملیریا اور ہیضہ میں مبتلا ہوئے تو آپ بیماروں کو نہلاتے۔ انہیں پکا کر کھانا کھلاتے اور ان کی تیمارداری کرتے راتوں کو ان کے پاس جاگتے رہتے حتی کہ تھک کر آپ خود بھی ہیضہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور قریباً ایک ماہ تک نہایت خطرناک حالت میں رہے۔ ادرنہ کی طرح عکا میں بھی گورنر سے لیکر فقیر تک سب قسم کے لوگ آپ سے محبت رکھتے اور آپ کی عزت کرتے۔

شادی

عبدالبہاء کی شادی کے حالات امر بہائی کے ایک ایرانی مورخ نے یوں بیان کئے ہیں:-

"عبدالبہاء کے ایامِ جوانی میں آپ کی شادی کا سوال فطرتاً احباب کے لئے ایک نہایت اہم سوال تھا اور بہت سے لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ یہ عزت کا تاج ان کے خاندان کو نصیب ہو مگر ایک عرصہ تک عبدالبہاء نے شادی کا کوئی میلان ظاہر نہ کیا اور کوئی اس کی حکمت سے واقف نہ تھا۔ بعد ازاں یہ ظاہر ہوا کہ ایک لڑکی ہے جس کی قسمت میں عبدالبہاء کی زوجہ ہونا لکھا ہے۔ اس لڑکی کی پیدائش

اصفہان میں حضرت باب کی برکت و دُعا کے ذریعہ اس طرح سے ہوئی تھی کہ اس لڑکی کے باپ کا نام میرزا محمد علی تھا جو حضرت سلطان الشہداء و محبوب الشہداء کا چچا تھا۔ اس طرح یہ لڑکی اصفہان کے نہایت ہی شریف اور امیر خاندان سے تعلق رکھتی تھی جب حضرت باب اصفہان میں تھے تو میرزا محمد علی کے اولاد نہ ہوتی تھی اور آپ کی زوجہ بچے کے لئے ترستی تھی۔ میرزا محمد علی نے حضرت باب سے اپنی یہ خواہش ظاہر کی۔ حضرت باب نے اُسے ایک سیب دیا اور کہا کہ تم دونوں اسے کھالو۔ سیب کھانے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اُن کی دلی آرزو برآئی اور نو مہینے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام انہوں نے منیرہ خانم رکھا۔ (لوقا کی انجیل کے پہلے باب میں جو یوحنا بپتسمہ دینے والے کی پیدائش کا واقعہ لکھا ہے اس سے اِس واقعہ کا مقابلہ نہایت پُر لطف ہے) اِس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے سید یحییٰ رکھا اور پھر اور بھی بچے ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد منیرہ خانم کا والد فوت ہو گیا۔ اُس کے چچا زاد بھائی ظل السلطان مُلّاؤں کے ہاتھ شہید ہوئے اور سارا خاندان کا خاندان بہائی ہونے کے سبب ظلم و ستم کا نشانہ اور بلا و مصیبت کا شکار رہا۔ حضرت بہاء اللہ نے تب منیرہ خانم اور سید یحییٰ کو حفاظت کے لئے عکّا آنے کی اجازت دیدی۔ حضرت بہاء اللہ اور حضرت نوابہ خانم والدۂ عبدالبہاء نے منیرہ خانم سے ایسی عنایت و مہربانی ظاہر کی کہ سب سمجھ گئے کہ آپ اُسے عبدالبہاء کی زوجہ بنانا چاہتے تھے ماں باپ کی رضا عبدالبہاء کی رضا تھی۔ حضرت عبدالبہاء منیرہ خانم سے بہت محبت رکھتے تھے اور وہ بھی آپ سے محبت کرتی تھیں۔ اور جلد ہی آپ کی شادی ہو گئی۔"

آپ کی اولاد میں سے صرف چار لڑکیاں طویل قید کی سختیوں کو سہکر زندہ رہیں اور یہ اپنی خدمت کے سبب اُن سب لوگوں کی نظر میں عزیز ہیں جنہیں اُن کے ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

مرکزِ میثاق

حضرت بہاء اللہ نے اکثر اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ عبدالبہاء آپ کے جانشین ہونگے۔ اپنے صعود سے کئی سال قبل

آپ نے خدا کی طرف سے کتاب اقدس میں یہ نازل فرمایا تھا آپ نے بہت سے موقعوں پر حضرت عبدالبہاء کو "مرکز میثاق" "غصن اعظم" "فرع اصل قدیم" لکھا ہے۔ حضرت بہاء اللہ ہمیشہ آپ کو "سرکار آغا" کہکر بلایا کرتے تھے اور سب اہل خاندان کو ہدایت کرتے تھے کہ آپ کی خاص عزت و تعظیم کریں۔ اور "کتاب عہدی" جو حضرت بہاء اللہ کا وصیت نامہ ہے اس میں صریح طور پر صاف صاف ہدایات دی ہیں کہ آپ کے بعد سب عبدالبہاء کی طرف متوجہ ہوں۔

جمال مبارک کے صعود کے بعد عبدالبہاء نے وہ عہدہ اختیار کیا جو آپ کے والد نے صاف طور سے ظاہر کر دیا تھا یعنی آپ بہائی تحریک کے رئیس اور اپنے والد کی تعلیمات کے واحد با اختیار مفسر ہوئے۔ یہ بات آپ کے بعض رشتہ داروں اور دوسروں کو بری لگی۔ جو آپ کے ایسے ہی دشمن ہو گئے جیسے حضرت بہاء اللہ کا دشمن صبح ازل تھا۔ ان لوگوں نے احباب کے درمیان نا اتفاقی اور فساد پھیلانے کی کوشش کی اور جب اس میں کامیاب نہ ہوئے تو حکومت ترکیہ کے پاس آپ کے خلاف جھوٹے الزام لگانے شروع کئے۔

اپنے والد کی ہدایت کے مطابق عبدالبہاء کوہ کرمل کی اس سمت جس طرف حیفا ہے ایک عمارت بنوا رہے تھے جس میں حضرت باب کا روضہ مبارکہ ہونا تھا اور مجالس و عبادات کے لئے کچھ کمرے ہونے تھے۔ ان مفسدین نے ترکی افسروں کو کہا کہ عبدالبہاء یہ ایک قلعہ تعمیر کروا رہا ہے اور عبدالبہاء اور اس کے ساتھی اس قلعہ سے حکومت کی مخالفت کرنا اور ملک شام پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔

سخت قید کا دوبارہ عائد ہونا

اس بہتان کا اور ایسے ہی دوسرے الزامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالبہاء اور آپ کے خاندان کو جو بیس سال سے صرف نظر بند تھے اور عکاء کے گرد چند میل تک آ جا سکتے تھے سات سال تک پھر فصیل بند شہر میں بند کر دیا۔ اس پابندی نے آپ کو ایشیا۔ یورپ اور امریکہ میں امر بہائی کی اشاعت سے نہ روکا۔ مسٹر ہورلیس ہالی اس زمانے کا

حال یوں تحریر فرماتے ہیں :-

عبدالبہاء کے پاس اُسے اپنا دوست اور معلّم سمجھکر ہر جنس۔ ہر مذہب اور قوم کے مرد اور عورتیں آتی تھیں۔ وہ آپ کے دسترخوان پر معزز مہمانوں کی طرح بیٹھتے اور آپ سے اپنے خیالات کے بموجب معاشرتی۔ روحانی یا اخلاقی پروگرام پر سوالات پوچھتے اور چند گھنٹوں سے لیکر کئی مہینوں تک آپ کے ہاں ٹھہر کر مطمئن تازہ اور متنور ہوکر گھروں کو لوٹتے۔ یقیناً دنیا میں کوئی ایسا مہمانخانہ نہ تھا جیساکہ یہ تھا اس کی چار دیواری میں ہندوؤں کی ذات پات کی سختی موم کی طرح پگھل جاتی۔ یہودیوں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہبی تعصبات کی صرف ایک یاد باقی رہجاتی سوائے پرجوش اور عشق افروختہ دلوں کے فطرتی قانون کے اور ہر ایک رسم صاحب خانہ کی اتحاد انگیز محبت اور ہمدردی کے آگے گرد کی طرح اُڑ جاتی۔ یہ نظارہ کنگ آرتھر اور گول میز کی مانند تھا۔ فرق یہ تھا کہ یہ آرتھر عورتوں اور مردوں دونوں کو سرباز بناکر تلوار کے ساتھ نہیں بلکہ کلام کے ساتھ دنیا میں فتوحات حاصل کرنے کے لئے بھیجتا۔" (ماڈرن سوشل ریلیجن ص۱۱۱)

اِن ایام میں عبدالبہاء دُنیا کے ہر مُلک کے احباب اور سائلین کے ساتھ ایک عظیم سلسلۂ خط وکتابت میں مشغول تھے۔ جو وقت بچتا اس کا اکثر حصّہ بیماروں اور مصیبت زدہ لوگوں کے گھروں میں جاکر اُن سے ملنے میں گذرتا اور عکّاء کے اُس حصّہ میں جہاں غرباء و فقراء آباد تھے۔ سرکار آغا سے بڑھکر کوئی مُلاقاتی مبارک نہ تھا۔ ایک زائر جس نے اس زمانہ میں عکّاء کی زیارت کی لکھتا ہے :-

عبدالبہاء کی یہ عادت ہے کہ ہر جمعہ کی صبح کو غرباء میں خیرات تقسیم کرتے ہیں۔ اپنے معمولی سے ذخیرہ سے وہ ہر ایک حاجتمند کو جو اُن کی امداد لینے کے لئے آتا ہے کچھ نہ کچھ دیتے ہیں۔ آج صبح قریباً سوا فلاس زدہ عورتیں اور مرد اُس گلی میں جس میں عبدالبہاء کا گھر ہے قطار باندھے بیٹھے تھے۔ آہ! اِن انسانوں کے گروہ کی حالت ناقابل بیان ہے۔ سب قسم کے مرد۔ عورتیں۔ بچے۔ غریب

مفلس۔ مایوس۔ اُوجھ ننگے۔ اکثر لنگڑے۔ اندھے فی الحقیقت منگتے مسکین منتظر بیٹھے تھے۔ حتیٰ کہ عبدالبہاء دروازہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ ہر ایک کے پاس گئے۔ ہر ایک پھیلے ہوئے ہاتھ میں کچھ نقدی رکھدی۔ ہمدردی اور ہمت افزائی سے باتیں کیں۔ پیار سے بچوں کے چہروں پر ہاتھ پھیرے۔ ایک بوڑھی عورت نے آپ کے دامن کو مضبوط پکڑ لیا۔ آپ نے نہایت شفقت سے اس کا ہاتھ پکڑا اور ہمدردانہ باتوں سے اس کا دل خوش کر دیا۔ عمر رسیدہ اندھوں سے نہایت مشفقانہ باتیں کیں اور جو کمزوری اور بیماری کے باعث نہ آسکے تھے اُن کے بارہ میں پرسش کی اور اُن کا حصہ اُن کے لئے بھیجدیا۔" (گلمپسس آف عبدالبہاء ص۱۳)

عبدالبہاء کی ذاتی ضروریات نہایت مختصر تھیں۔ آپ رات کو دیر تک اور صبح سویرے ہی سے کام کرنے لگ جاتے۔ دن میں دو دفعہ نہایت سادہ غذا کھاتے۔ آپ کا لباس کم قیمت کپڑوں کا بنا ہوتا۔ آپ دوسروں کی محتاجی کے ہوتے ہوئے خود آرام سے رہنا نہ چاہتے تھے۔

آپ چھوٹے بچوں۔ پھولوں اور نظارہ ہائے قدرت سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ہر صبح چھ یا سات بجے کے قریب سارا خاندان چائے کے لئے ایک جگہ جمع ہوتا۔ اور سرکار آغا کے چائے پیتے وقت گھر کے چھوٹے بچے مناجات تلاوت کرتے۔ مسٹر تھارنٹن چیز ان بچوں کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:-

"ایسے بچے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ متواضع۔ بے غرض۔ دوسروں کا خیال رکھنے والے۔ باحیا۔ سمجھدار۔ اور چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی جن سے بچے محبت رکھتے ہیں ایثار سے پُر۔" (ان گیلیلی ص۵۰)

پھولوں کی تواضع عکا کی زندگی کا ایک خاص پہلو تھا۔ جس کا ہر ایک زائر کچھ نہ کچھ نشان اپنے ساتھ لایا۔ مسز لوکس لکھتی ہیں:-

"جب سرکار آغا پھولوں کو سونگھتے ہیں تو یہ نظارہ نہایت دلکش ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا پھول آپ کو کچھ بتلا رہے ہیں۔ جب آپ انہیں دونوں ہاتھوں میں لیکر اپنا چہرہ اُن میں چھپا لیتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کان ایک خوش آواز راگ، ایک مجتمع توجہ کے سُننے کی کوشش کر رہا ہے" (میری عکّا کی زیارت کا مختصر احوال ص۲)

عبد البہآء اپنے بے شمار ملاقاتیوں کو خوبصورت اور خوشبودار پھولوں کے تحایف دینے پسند فرماتے تھے۔ مسٹر ہھارنٹن چیز عکّا کی نظر بند زندگی کے متعلق اپنے خیالات کا یوں اظہار فرماتے ہیں:۔

"پانچ دن ہم اُن دیواروں کے اندر اِس قیدی کے ساتھ جو سب سے بڑے قید خانہ میں رہتا ہے رہے۔ قید خانہ امن کا قید خانہ ہے۔ محبت اور خدمت کا قید خانہ ہے۔ اِس میں کوئی خواہش یا چاہت سوائے اس کے نہیں کہ نوع انسان کی بھلائی۔ دنیا کے امن۔ ابوّت خدا کے اقرار اور انسانوں کا بطور اُس کی مخلوق اور فرزند ہونے کے حقوق کا اعتراف کیا جائے۔ فی الحقیقت اصلی قید خانہ دم گھٹانے والی فضا۔ قلب کی تمام سچی خواہشات سے محرومیت۔ دُنیوی حالات کی جکڑ بندی اِن پتھر کی دیواروں کے باہر ہیں۔ ان کے اندر آزادی اور خدائی روح کا پاک نور پھیلا ہوا ہے۔ دنیوی چیزوں کے لئے تمام تکالیف شور و فساد اور تفکرات ان کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔" (ان گیلیلی ص۲۵)

اکثر لوگوں کو نظر بند زندگی کی سختیاں پُر آشوب مصائب معلوم ہوتی ہونگی لیکن عبد البہآء کے لئے اُن میں کوئی خوف نہ تھا۔ نظر بندی کی حالت میں آپ لکھتے ہیں:۔

"میری قید و بلا کے لئے رنجیدہ نہ ہو۔ کیونکہ یہ قید خانہ میرا خوبصورت باغ قصر وار بہشت اور نوع انسان کے درمیان میری ملکوت کا عرش ہے۔ قید میں میری بلائیں میرا امہ تاج ہے جس کے سبب میں راستبازوں کے درمیان ممتاز ہوں۔"

"راحت. آرام. کامیابی. صحت اور خوشی و فراغت کی حالت میں ہر کوئی خوش رہ سکتا ہے۔ پر اگر کوئی بلا و مصیبت کے وقت خوشی اور صبر سے رہے تو یہ اس کی شرافت کا ثبوت ہے۔" (الواح عبدالبہاء۔ انگریزی جلد دوم صفحہ ۲۵۰ و ۲۵۱)

ترکی کمیشن تحقیقات

۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۷ء میں حکومت ترکی کی طرف سے عبدالبہاء کے خلاف الزامات کی تفتیش کے لئے کمیشن مقرر ہوئے۔ اور جھوٹے گواہوں نے آپ کے خلاف گواہی دی۔ عبدالبہاء نے الزامات کی تردید کرتے ہوئے ہر اس حکم کو جو کمیشن آپ پر لگانا چاہے نہایت خوشی سے قبول کرنے کی رضامندی ظاہر کی۔ آپ نے ان سے کہا کہ اگر وہ آپ کو قید میں ڈالیں۔ گلیوں میں تشہیر کریں۔ لعنت کریں۔ آپ پر تھوکیں۔ پتھراؤ کریں ہر قسم کی ذلت آپ پر روا رکھیں۔ پھانسی دیں یا گولی کا نشانہ بنائیں تب بھی آپ نہایت خوش رہینگے۔

تحقیقاتی کمیشنوں کے اجلاس کے درمیانی وقفوں میں آپ نہایت متانت سے اپنی روزانہ زندگی کے پروگرام کی پیروی فرماتے۔ روحانی آزادی کے نور اور دبدبہ کے ساتھ آپ باغ میں میوہ دار درخت لگایا کرتے اور محافلِ شادی کی سرپرستی فرماتے۔

اٹلی کے کونسل نے آپ کو جس بندرگاہ پر آپ جانا چاہیں سلامتی سے لیجانے کا وعدہ پیش کیا۔ مگر آپ نے اس پیشکش کو شکریہ کے ساتھ نہایت استقلال سے نامنظور کیا اور فرمایا کہ کچھ بھی ہو میں حضرت باب اور حضرت جمال مبارک کے نقشِ قدم پر چلوں گا جنہوں نے کبھی بھی اپنے دشمنوں سے بچنے یا بھاگ جانے کی کوشش نہیں کی۔

مگر آپ نے اکثر بہائیوں کو عکا، کے قرب و جوار سے چلے جانے کی تشویق دی جو ان کے لئے بہت خطرناک ہو گیا تھا۔ اور خود چند وفادار دوستوں کے ساتھ اپنی قسمت کے فیصلے کے منتظر رہے۔

چار رشوت خوار افسر جو آخری تحقیقاتی کمیشن کے ممبر تھے ۱۹۰۷ء کی موسم سرما کے اوائل میں عکہ پہنچے اور ایک ماہ رہے اور اپنی مزعومہ تحقیقات کرکے قسطنطنیہ کو لوٹ گئے یہ رپورٹ کرنے کے لئے کہ عبد البہاء کے خلاف الزامات سچے ثابت ہوئے ہیں اور اسے یا تو جلاوطن کردیا جائے یا سولی دیدیا جائے۔

وہ ابھی ترکی میں پہنچے ہی تھے کہ انقلاب شروع ہوا اور یہ چاروں کمشنر جو پرانی حکومت کے بدترین افسر تھے اپنی جانیں لیکر ممالکِ غیر کو بھاگ گئے۔ نوجوان ترکوں نے اپنی حکومت قائم کی اور سلطنت عثمانیہ کے تمام سیاسی اور دینی قیدی رہا کردیئے گئے۔ ستمبر ۱۹۰۸ء میں عبد البہاء کو قید سے آزادی ملی اور ۱۹۰۹ء میں سلطان عبد الحمید جو آپ کو جلاوطن کرنا چاہتا تھا خود مقید ہوگیا۔

ممالکِ غرب میں آپ کے سفر

آزادی کے بعد عبد البہاء اسی لگاتار کوشش کے ساتھ اپنی پاک زندگی گذارتے رہے۔ تعلیم دینے۔ خط وکتابت کرنے۔ غرباء اور بیمار دل کی خدمت کرنے کا سلسلہ ویسے ہی جاری رہا۔ صرف یہ فرق ہوا کہ آپ عکا سے حیفا میں آرہے۔ اور وہاں سے کبھی کبھی اسکندریہ تشریف لیجاتے۔ حتیٰ کہ اگست ۱۹۱۱ء میں آپ مغربی دنیا کے پہلے سفر پر روانہ ہوئے۔ اس سفر مغرب میں عبد البہاء ہر خیال کے آدمی سے ملے اور حضرت بہاء اللہ کے اس حکم کو پوری طرح بجالائے کہ عاشروا مع الادیان کلھا بالروح والریحان۔ سب قسم کے لوگوں سے خوشی وخرمی کے ساتھ ملو)

ستمبر ۱۹۱۱ء کے اوائل میں آپ لندن پہنچے اور ایکماہ تک وہاں تشریف فرما رہے۔ اور اس عرصہ میں علاوہ سائلین سے روزانہ گفتگو کرنے کے آپ نے سٹی ٹمپل میں ریورنڈ آر جے کیمپل کی کانگریگیشن اور سینٹ جان ویسٹ منسٹر کے گرجے میں آرچ ڈیکن ولبرفورس کی کانگریگیشن کو خطابات (لکچر) دیئے۔ لارڈ میئر نے آپ کی دعوت کی اور وہاں بھی آپ نے ایک ولولہ انگیز خطابہ دیا۔ یہاں سے آپ پیرس تشریف لیگئے جہاں آپ کا اکثر وقت مختلف اقوام واجناس کے افراد کو روزانہ خطابات دینے میں

صَرف ہوتا۔ دسمبر میں آپ مصر واپس تشریف لے گئے اور دوسری موسم بہار میں آپ امریکن اہلِ بہآء کی پے در پے درخواستوں کے جواب میں ایالات متحدہ امریکہ کو تشریف لے گئے اور اپریل ۱۹۱۲ء میں نیویارک پہنچ گئے اور سات ماہ تک آپ نے امریکہ کے اِس ساحل سے اُس ساحل تک سفر کیا۔ اور ہر قسم اور ہر حالت کے لوگوں کو خطابات دیئے۔ یونیورسٹیوں کے طلبار کو سوشلسٹوں کو مارمن۔ یہودی۔ عیسائی۔ دہریئے۔ حامیانِ اسپرنٹو۔ مجالس ترقی امن و امان۔ محافلِ خیالِ جدید (نیو تھاٹ کلبس) مجالس آزادیٔ نسواں وغیرہ وغیرہ ہر فرقہ و مذہب کے گرجوں میں خطابہ فرمایا۔ ہر حالت میں حسب موقعہ و ضرورتِ سامعین خطابہ فرمایا۔ ۵ دسمبر کو آپ گریٹ برٹن (برطانیہ کلاں) کی طرف روانہ ہوئے اور چھ مہینے تک مقیم رہے۔ لورپول۔ لندن۔ برسٹل اور ایڈنبرا میں خطابات فرمائے۔ ایڈنبرا میں آپ نے اسپرنٹو سوسائیٹی کو ایک نہایت اہم خطابہ دیا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ میں نے مشرق کے اہلِ بہآء کو اسپرنٹو سیکھنے کی تشویق کی ہے تاکہ مشرق و مغرب میں باہمی مفاہمت کو ترقی ہو۔ دو ماہ پیرس میں رہنے کے بعد جو پہلے کی طرح روزانہ ملاقاتوں اور کنفرنسوں میں ختم ہوئے آپ سٹٹگارٹ (جرمنی) کو تشریف لے گئے جہاں جرمن اہلِ بہآء کے ساتھ آپ نے نہایت کامیاب مجالس کیں۔ یہاں سے آپ بدھا پسٹ (ہنگری) اور وین (دارالخلافہ آسٹریا) کو تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے نئی مجالس کا افتتاح فرمایا۔ مئی ۱۹۱۳ء کو مصر اور وہاں سے ۵ دسمبر ۱۹۱۳ء کو آپ حیفا پہنچ گئے۔

ارضِ مقدس کو واپسی

آپ کی عمر اسوقت ستّر سال کی تھی۔ اور اِن سفروں نے آپ کے جسم کو کمزور کر دیا۔ واپس آنے پر آپ نے احبائے مغرب و مشرق کو یہ دلسوز لوح لکھی:-

"دوستو! وقت آرہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ اور نہ رہوں گا۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا تھا میں کرچکا۔ امرِ بہاء اللہ کی میں نے اپنی استعداد کے مطابق خدمت کی ہے

اپنی زندگی بھر دن رات میں اِس خدمت میں مشغول رہا ہوں۔
آہ! میری کس قدر تمنّا ہے کہ احباب اَمر کی ذمّہ داریوں کو اب اپنے کندھوں پر لیں۔ یہ وقت ملکوتِ الہٰی کے اعلان کا وقت ہے۔ یہ زمانہ اتحاد و اتفاق کا زمانہ ہے۔ یہ دِن احبائے الہٰی کے روحانی میل مِلاپ کا دِن ہے.... .... میں اپنے کانوں کو مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی طرف لگائے ہوئے ہوں تاکہ مجالس احباب سے میں محبّت و اخوّت کی سُریلی آواز سُن لوں۔ میرے دِن گنتی کے باقی ہیں اور میرے لئے اس کے سوا اور کوئی خوشی باقی نہیں رہی۔
آہ! مجھے کس قدر تمنّا ہے کہ میں احباب کو متّحد دیکھوں۔ گویا کہ وہ موتیوں کی ایک مالا ہیں۔ چمکتے ہوئے ستاروں کی کہکشاں ہیں۔ سورج کی شعاعیں ہیں۔ ایک ہی چراگاہ کے غزال ہیں۔ قمریٔ بقا اُن کے لئے گا رہی ہے۔ کیا وہ اس کی راگنیاں نہیں سُنیں گے؟ طائرِ رضوان ان کے لئے نغمہ زن ہے۔ کیا وہ اُس کے نغمات پر کان نہ دھرینگے۔ ملکوتِ الہٰی کے فرشتے انہیں بُلا رہے ہیں۔ کیا وہ اُن کی آواز نہ سُنیں گے۔ میثاق کا پیغامبر انہیں پکار رہا ہے کیا وہ اسکی طرف متوجہ نہ ہونگے؟
آہ! میں منتظر ہوں۔ اس خوشخبری کے سُننے کا منتظر ہوں کہ احباب خلوص و وفا کے مجسّمے ہیں۔ محبّت و اخوت کے اَوتار ہیں۔ اتفاق و اتحاد کے مظاہر ہیں۔
کیا وہ میرے دل کو خوش نہ کرینگے؟ کیا وہ میری تمنّا کو بر نہ لائینگے؟ کیا وہ میری درخواست پر توجہ نہ کرینگے؟ کیا وہ میری اُمیدوں کو پورا نہ کریں گے۔ کیا وہ میری پکار کا جواب نہ دینگے؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔ بہت صبر سے انتظار کر رہا ہوں۔"

(میرزا احمد سہراب کی ڈائری ۲ اپریل ۱۹۱۴ء)

دشمنانِ امر بہائی جن کی اُمیدیں حضرت باب کی شہادت پر حضرت بہاءاللہ کی جلاوطنی، عمر قید اور صعود کے وقت بڑھ گئی تھیں۔ اِن دشمنوں کی جب انہوں نے حضرت عبدالبہاء کو سفرِ مغرب سے کمزور اور تھکے ہوئے دیکھا پھر ڈھارس بندھی مگر

اُن کی اُمیدیں جلد ہی ملیامیٹ ہوگئیں۔ کیونکہ کچھ عرصہ بعد ہی حضرت عبدالبہاءؔ نے لکھا
اِس میں شک نہیں کہ مادی جسم اور انسانی قویٰ لگاتار محنت و مشقت کے
برداشت کرنے کے ناقابل تھیں۔ مگر حضرت مقصود کی عون و عنایت، کمزور عبدالبہاءؔ
کے حامی اور محافظ تھے ......
بعض بڑی شد و مد سے یہ کہہ رہے ہیں کہ عبدالبہاءؔ دنیا کو الوداع
کہنے والا ہے۔ اس کے جسمانی قویٰ نحیف اور کمزور ہو گئے ہیں اور بہت
جلد اُن کی پیچیدگیاں اِس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں گی۔ یہ صحیح نہیں ہے۔
اگرچہ ناقضین و منافقین کے خیال میں امر مبارک کے راستہ کی سختیوں کے
سبب یہ جسم کمزور ہے مگر الحمدللہ کہ جمالِ مبارک کی عنایت سے روحانی قویٰ
نہایت تازہ اور مضبوط ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب بہاءاللہ کی عنایت اور
اُس کے الطاف سے جسمانی قویٰ بھی پوری طرح سے بحال ہو گئے ہیں۔
آسمانی خوشی حاصل ہو گئی ہے۔ بشاراتِ حقیقی آ رہی ہیں اور معنوی سرور اُمنڈ رہا ہے"
(سٹار آف دی ویسٹ جلد ۵ نمبر ۱۴ ص ۲۱۳)

جنگِ عظیم اور اس کے بعد کے ایام میں عبدالبہاءؔ نے بیشمار دیگر کاموں
کے درمیان نہایت اہم اور مُلہمانہ خطوط کا ایک عظیم الشان سلسلہ لکھا۔ جنہوں نے
خط و کتابت کے راستوں کے کھل جانے کے بعد تمام دنیا کے احباب میں خدمتِ امر
کے ذوق و شوق اور جوش و جذب کی ایک نئی لہر پیدا کر دی۔ اِن الواح کے
جذبۂ الہام کے تلے امر مبارک منازل ترقی کو سُرعت سے طے کرنے لگا اور
ہر جگہ تحریک مبارک میں ایک نئی قوت و طاقت کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

جنگِ عظیم کے ایام حیفا میں

حضرت عبدالبہاءؔ کی فراست کی ایک عجیب مثال جنگِ عظیم کے واقع ہونے سے قبل
کے انتظامات سے ملتی ہے۔ ایام امن میں ایران اور دنیا کے دوسرے مُلکوں کے
زائرین کی ایک بڑی تعداد حیفا میں زیارت کے لئے آتی رہتی ہے۔ جنگ شروع

ہونے کے چھ ماہ قبل ایک عمر رسیدہ بہائی نے جو حیفا میں رہتا تھا کئی ایرانی احباب کی طرف سے زیارت کے لیے اجازت حاصل کرنے کی درخواست پیش کی۔ عبدالبہاء نے یہ درخواست منظور نہ کی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سب زائرین کو حیفا سے روانہ کرتے رہے حتیٰ کہ جولائی ۱۹۱۴ء کے آخر میں کوئی زائر مہمانخانے میں نہ رہا۔ اگست کے اوائل میں جب جنگ شروع ہوئی تو اس انتظام کی حکمت سب پر واضح ہوگئی ایام جنگ میں عبدالبہاء جو پچاس برس سے جلاوطنی اور قید میں تھے پھر ایک دفعہ حکومت ترکی کے قیدی ہوگئے۔ علاقہ شام کے باہر کے احباب سے سلسلۂ خط و کتابت بالکل بند ہوگیا۔ اور آپ اور آپ کے ہمراہیوں کا گروہ پھر حالات کی سختی میں مبتلا ہوگیا۔ غذا کی کمی۔ ذاتی خطرہ اور بے آرامی ہر وقت موجود تھے۔ تو بھی اپنے گرد انسانوں کی بری حالت کو دیکھکر آپ کا دل رحم سے بھر گیا۔ اور آپ نے بذات خود طبریاس کے نواح میں گیہوں کی کاشت کا بہت بڑا انتظام کیا اور جب ایک بہت بڑی مقدار گیہوں کی اس طرح حاصل ہوگئی تو آپ نے عکا اور حیفا کے سب غرباء میں بلالحاظ مذہب و جنس اُسے تقسیم کردیا۔ اور اس طرح ان دو شہروں کے غرباء مساکین اور متوسط الحال لوگ فاقہ کشی سے بچ گئے۔ آپ نے ہر ایک کی حفاظت کی۔ اور اُن کی تکلیفات کو جہاں تک ہوسکتا تھا کم کیا۔ سینکڑوں ہی غرباء کو آپ کچھ تھوڑی سی نقدی روزانہ عطا کرتے۔ روٹی بھی دیتے۔ اگر روٹی نہ ہوتی تو آپ کھجوریں یا کچھ اور چیز عطا کرتے۔ غرباء و مساکین کی ہمت افزائی کے لئے آپ ہر روز عکا تشریف لیجاتے۔ ایام جنگ میں ہر روز مجلس احباب منعقد فرماتے اور آپ کی امداد سے احباب ان پرآشوب ایام میں خوشی اور امن سے رہے۔

سر کا خطاب

۲۳ ستمبر ۱۹۱۸ء کو ۳ بجے سہ پہر کے قریب ہندوستانی رسالے نے ۲۴ گھنٹے کی جنگ کے بعد حیفا پر قبضہ کیا۔ اور ترکی حکومت کے عہد کی سختی کا خاتمہ ہوا۔ برٹش قبضہ کے شروع ہی سے بڑے بڑے ملٹری افسر سپاہی اور جرنیل آپ کی ملاقات کو آتے اور آپ کی منوّرانہ باتوں سے محظوظ ہوتے۔ آپکے

خیالات کی وسعت ۔ فراست کی گہرائی اور آپ کی اعلیٰ مہمان نوازی سے متأثر ہو کر جاتے۔ آپ کی شرافتِ اخلاق صُلح و امن کی خاطر آپ کے عظیم کام اور رعیت کی بہبودی کے لئے آپ کے شوق سے مندوب حکومت ایسے متأثر ہوئے کہ انہوں نے آپ کے لئے سر کا خطاب ملنے کی سفارش کی۔ جو ۲۷ اپریل ۱۹۲۰ء کو حیفا کے گورنر کے ملٹری باغ میں آپ کو دیا گیا۔

آخری سال

۱۹۱۹ اور ۱۹۲۰ء کے ایام سرما میں مصنف کو حیفا میں عبدالبہاء کے مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس نے نہایت دقتِ نظری سے آپ کی روزانہ زندگی کا مطالعہ کیا۔ اسوقت آپ کی عمر اگرچہ ۷۶ برس کے قریب تھی مگر آپ عجیب تندہی سے ہر روز اتنا زیادہ کام کرتے کہ عقل حیران ہوتی۔ اگرچہ اکثر آپ تھک جاتے۔ مگر نہایت عجیب طریقہ سے آپ اس تھکان کو دور کر کے ہمیشہ ان کی خدمت کے لئے تیار ہو جاتے۔ جنہیں اسکی ضرورت ہوتی۔ آپ کا تحمل۔ حلم۔ رحم اور فراست آپ کی موجودگی کو رحمتِ خداوندی بنائے ہوئے تھے۔ صبح سویرے سے شام تک سوائے ایک تھوڑا عرصہ غذا کے بعد قیلولہ کرنے کے آپ دُنیا کے ہر مُلک سے آئے ہوئے خطوط کے جواب اور بشمار امورات امری اور خانہ داری میں مشغول رہتے۔ سہ پہر کے وقت آپ عموماً تفریح کے لئے باہر تشریف لیجاتے۔ مگر اسوقت بھی چند ایک زائرین آپ کے ہمراہ ہوتے جن سے آپ روحانی امور پر بات چیت کرتے۔ آپ اسوقت غربا کے گھروں میں جاکر ان کی خدمت کرتے اور ان کی ضروریات مہیا فرماتے۔ واپس آنے پر آپ مجلس احباب میں جو روزانہ آپ کے دالان میں منعقد ہوتی تشریف لیجاتے۔ صبح اور شام کے کھانے کے وقت آپ زائرین اور احباب کی ایک جماعت کیساتھ کھانا کھاتے اور اپنے مہمانوں کو مزاحی کہانیاں سُنا کر یا روحانی مسائل پر گفتگو فرما کر محظوظ فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا گھر خوشی اور ہنسی کا گھر ہے اور فی الحقیقت ایسا ہی تھا۔ آپ کی بڑی خوشی اس میں تھی کہ مختلف اجناس

الوان۔ اقوام اور ادیان کے لوگ اتحاد اور دلی دوستی کے ساتھ آپ کے دسترخوان پر جمع ہوں۔ آپ نہ صرف احبائے حیفا کے لئے بلکہ کل دنیا کے اہل بہاء کے لئے ایک پُرمحبت باپ کی طرح تھے۔

صعود

عبدالبہاء کے بیشمار کام باوجود بڑھتی ہوئی بدنی کمزوری کے بلاکسی کمی کے آپ کی زندگی کے ایک یا دو روز پہلے تک جاری رہے۔ ۲۵ رنومبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن دوپہر کو آپ مسجد حیفا کو گئے اور غربا میں حسب معمول اپنے ہاتھ سے خیرات تقسیم کی۔ کھانے کے بعد آپ نے چند خطوط لکھوائے۔ کچھ آرام کرنے کے بعد آپ باغ میں تشریف لے گئے اور باغبان سے باتیں کرتے رہے۔ شام کے وقت آپ گھر کے ایک نہایت وفادار اور پیارے خادم کی شادی میں شریک ہوئے اور بعدازاں حسب معمول احباب کی مجلس میں شریک ہوئے۔ کوئی تین دن بعد ۲۸ رنومبر پہر کے دن رات کو ڈیڑھ بجے کے قریب آپ ایسے آرام سے صعود فرما گئے کہ آپ کی دو بیٹیوں کو جو آپ کے پلنگ کے پاس بیٹھی تھیں ایسا معلوم ہوا کہ آپ آرام کی نیند سو رہے ہیں۔

یہ غم انگیز خبر شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور تاروں نے اُسے دنیا کے ہر حصے میں پہنچا دیا۔ دوسری صبح (۲۹ رنومبر منگل کے دن) آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا۔

ایسا جنازہ جس کی نظیر حیفا نہیں نہیں بلکہ کُل فلسطین نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ احساس کا یہ حال تھا کہ بہت سے مذاہب۔ اقوام اور زبانوں کے لوگ اپنا سوز قلب ظاہر کرنے کے لئے جمع ہوئے۔

ہائی کمشنر سرہربرٹ سموئیل۔ بیت المقدس اور فونیشیا کے گورنر صاحبان حکومت کے افسرانِ اعلیٰ۔ مختلف ممالک کے سفیر جو حیفا میں مقیم تھے اور مختلف مذاہب کے سربرآوردہ اشخاص۔ اُمرائے فلسطین۔ یہودی۔ عیسائی۔

مسلمان۔ دروزی۔ مصری۔ یونانی ترک۔ کرد۔ امریکائی۔ یورپی اور دیسی دوستوں کا ایک جم غفیر، مرد۔ عورتیں۔ بچے امیر و غریب ... سب کوئی دہزار کے قریب اپنے محبوب کے لئے نوحہ کناں تھے۔ سب لوگ بیک آواز رو رو کر چلاتے تھے "اے خدا۔ ہمارے خدا! ہمارا باپ آج ہمیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔"

آہستہ آہستہ یہ گروہ کوہ کرمل (انگورستانِ خدا) کی طرف چلا۔ دو گھنٹے چلنے کے بعد حضرت باب کے روضۂ مبارکہ کے باغ میں پہنچے۔ اس جم غفیر میں مختلف مذاہب (مسلمان۔ عیسائی۔ یہودی) کے نمائندے تھے۔ سب کے دل عبدالبہاء کی محبت اور فرقت سے بے قرار اور بے اختیار تھے۔ بعض نے موقعہ کے تاثرات سے متاثر ہو کر اور بعض نے پہلے سے تیار شدہ تقریریں کیں۔ عبدالبہاء کی تعریف و ثنا اور اپنے رنج کا اظہار اور اس طرح اپنے پیارے کی الوداع کے وقت اپنی آخری عقیدت کا ثبوت دیا۔ سب نے متحداً آپ کو دانا معلم اور اس دکھ بھرے پریشان کن زمانے میں نوعِ انسان میں اتحاد کا بانی ثابت کیا۔ اِن نمائندوں نے اس قدر کہا کہ اہل بہاء کے لئے کچھ باقی نہ رہا۔" (صعود عبدالبہاء مصنفہ لیڈی بلام فیلڈ و شوقی آفندی)

نو مقررین نے جو مسلم۔ عیسائی اور یہودی جماعتوں کے ممتاز نمائندے تھے اُس پاک اور شریف ہستی کے لئے جو ابھی صعود فرما ہوئی تھی اپنی محبت اور تمجید کی نہایت فصیح اور دلسوز گواہی دی۔ تب صندوق آہستہ آہستہ اپنے پاک اور سادہ روضہ میں اُتارا گیا۔

بیشک یہ اس ہستی کی یاد کا جس نے اپنی عمر بھر مختلف مذاہب مختلف ادیان اور مختلف اقوام اور مختلف زبانوں کے متحد کرنے کی سعی کی، شایانِ خراج تھا۔ خراج بھی اور اِس بات کا ثبوت بھی کہ آپ کی زندگی کا کام بے ثمر نہیں رہا۔ یعنی اصول بہاء اللہ جو اُس کے الہام کا منبع اور اُس کی روح و روان تھے دُنیا میں

سرایت کرنے لگ گئے تھے۔ اور فرقہ وذات کی بندشیں جو صدیوں سے مسلمانوں یہودیوں۔ عیسائیوں اور دوسری مختلف اقوام کو جن میں نوعِ انسان بٹ رہی تھی' علیحدہ رکھ رہی تھیں' نابود ہو رہی تھیں۔

الواح اور خطابات

عبد البہاء کی تحریرات الواح کی صورت میں جو احباب اور سائلین کو لکھی گئیں بیشمار ہیں۔ آپ کے بہت سے خطابات اور گفتگوئیں چھپ بھی چکی ہیں۔ ہزاروں ہی زائرین میں سے جنہوں نے عکا اور حیفا میں آپ کی ملاقات کا شرف پایا۔ بعض نے اپنے تاثرات کا حال لکھکر چھپوادیا ہے اور یہ اب چھپی ہوئی صورت میں مِل سکتے ہیں۔ اِس طرح آپکی تعلیمات پورے طور سے محفوظ ہیں اور اِن تعلیمات کے مضامین ایک وسیع سِلسلہ پر حاوی ہیں۔ مشرق ومغرب کے بہت سے مشکل مسائل کا آپ نے مفصل حل بیان کیا ہے اور بہاء اللہ کے عام اصول کا تفصیلاً اطلاق دِکھایا ہے۔

آپ فارسی عربی اور تُرکی زبانیں جانتے تھے۔ آپ کے مغربی سفروں میں آپ کی گفتگو اور خطابات ترجمہ کئے جاتے تھے۔ جو ظاہر ہے کہ ترجمہ میں اپنی بہت سی خوبصورتی کھو دیتے تھے۔ تو بھی وہ روح جو آپ کے بیان میں ہوتی تھی ایسی قوی تھی کہ سب سامعین بہت متاثر ہو کر جاتے تھے

عبد البہاء کا مقام

جمالِ مُبارک نے جو بے نظیر اور مُبارک مقام عبد البہاء کو عطا کیا تھا وہ آپ کی اِس لوح سے ظاہر ہے:۔

قولہُ جلّ ذکرہُ۔

اُس کے نام سے جو اُفقِ قُدرت سے روشن ہے

بیشک حضرتِ قدیم کی زبان (بہاء اللہ جو خدا کی زبان تھے) اُن لوگوں کو جو دنیا میں ہیں اِس اِسمِ اعظم کے ظہور کی بشارت دیتی ہے جس نے اقوام کو اپنا عہد (عبد البہاء) عنایت فرمایا۔ بیشک وہ (عبد البہاء) میرا (بہاء اللہ) ہوں۔ وہ میری ذات کا مشرق ہے۔ میرے امر کے چمکنے کی جگہ ہے۔ میری عنایت کا آسمان ہے۔ میری

مشیت کا سمندر ہے۔ میری ہدایت کا چراغ ہے۔ میرے عدل کی صراط ہے۔ اور میری شریعت کا علم ہے۔ جو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ میری ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کا چہرہ میرے نور سے روشن ہوتا ہے۔ وہ میری وحدانیت اور فردانیت کا ماننے والا ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے وہ میری محبت کے سلسبیل[۱] میری عنایت کے کوثر، میری رحمت کے جام اور اس مے سے محروم رہتا ہے جس سے مخلصین نے جذب و شوق حاصل کیا اور موحدین میری عنایت کی ہوا میں اُڑنے لگے جسے سوائے اس ایک شخص کے کوئی نہیں جانتا جسے خود میں نے وہ سب کچھ سکھایا جو میری الواح کنون میں نازل ہوا۔ (دیکھو الواح بہاء اللہ۔ مترجمہ ولی اللہ خاں ورقا)

اِس لوح میں بہاء اللہ و عبدالبہاء کے درمیان اتحاد معنوی کو ان عجیب لفظوں میں ثابت فرمایا ہے "وہ میں ہوں" جمالِ مبارک نے اِن ہی الفاظ میں حضرت باب کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ الہیکل میں آپ فرماتے ہیں:-

"اگر نقطۂ اولیٰ (حضرت باب) میرے سوا کوئی اور ہوتا جیسا کہ تم کہتے ہو اور میرے ظہور کے وقت ہوتا بیشک وہ مجھے کبھی نہ چھوڑتا بلکہ میرے ایام میں ہم دونوں ایکدوسرے سے باہمی خوشی کے ساتھ ملتے جلتے۔"

لوح سے صاف ظاہر ہے کہ وہ روح جس کے زیر اثر عبدالبہاء کام کرتے تھے خود جمالِ مبارک ہی کی روح تھی اور جو کچھ عبدالبہاء کرتے یا کہتے تھے اُسے ایسا ہی قبول کرنا ضروری ہے جیسا کہ ظہور کے کلام کو۔

عبدالبہاء خود کسی مختار نبوت کے دعویدار نہیں۔ آپ بہاء اللہ کی وحی کا ہی اعلان فرماتے ہیں۔ آپ ایک مصفا آئینہ کی طرح ہیں۔ جس میں انوار بہاء اللہ کا عکس پڑ رہا تھا آپ اس روحِ اقدس کے جو ظہور سے صادر ہو رہی تھی دنیا تک پہنچانے کے ذریعہ تھے۔

بہتوں نے آپ کو یہ کہنا چاہا کہ آپ مسیح ہیں اور دوبارہ آئے ہیں۔ اِس کے بارے میں آپ نے امریکہ کے کچھ احباب کو یہ لکھا تھا:-

---

[۱] سلسبیل اور کوثر بہشت کے دو دریاؤں کا نام ہے۔

"آپ نے لکھا ہے کہ مسیح کی آمدِ ثانی کے بارے میں احباب میں کچھ اختلاف ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ سوال مکرر اٹھایا گیا اور اس کا جواب عبدالبہاء کی قلم سے صاف اور صریح الفاظ میں دیا گیا کہ ربُّ الافواج، اور مسیح موعود، جن کا ذکر پیشنگوئیوں میں آیا ہے اُن سے جمالِ مبارک (بہاء اللہ) اور رب اعلیٰ (باب) مراد ہیں۔

میرا نام عبدالبہاء (یعنی بندۂ بہا) ہے۔ میری صفت عبدالبہا ہے۔ میری حقیقت عبدالبہاء ہے اور میری تعریف عبدالبہاء ہے۔ جمالِ مبارک کی عبودیت (بندگی) میرا شاندار اور نورانی تاج ہے اور تمام نوعِ انسان کی خدمت میرا دائمی مذہب ہے جمالِ مبارک کے احسان اور فضل سے عبدالبہاء صلحِ اکبر کا علَم ہے جو افقِ اعلیٰ سے لہرا رہا ہے اور اسمِ اعظم کی عنایت سے عبدالبہاء کل دُنیا کی نجات کا چراغ ہے جو خدا کی محبت میں جل رہا ہے۔ عبدالبہاء ملکوتِ الٰہی کی بشارت دینے والا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے رہنے والوں کو بیدار کرے۔ عبدالبہاء دوستی۔ راستی اور اتحاد کی آواز ہے کہ وہ تمام دنیا کے ادیان میں بیداری پیدا کرے۔ سوائے عبدالبہاء یعنی خادمِ بہاء کے نہ تو اُس کا کوئی نام ہے اور نہ ہوگا۔ نہ ہی اس کے سوا اس کا کوئی خطاب۔ کوئی ذکر۔ کوئی تعریف ہے اور نہ ہو گی۔ یہ میری آرزو ہے اور یہی میری انتہائی تمنّا ہے۔ یہ میری دائمی زندگی ہے۔ یہ میری ابدی عزت ہے۔ ......
...... پس احبائے الٰہی کو چاہئے کہ وہ حق کی عبودیت۔ نوعِ انسان کی خدمت عالمِ انسانی کی بہبودی اور خدا کی محبت اور عنایت میں عبدالبہاء کے مددگار رہوں۔

اے خدا کے دوستو! عبدالبہاء مظہرِ عبودیت ہے۔ مسیح نہیں ہے۔ عالمِ انسانی کا خادم ہے۔ مسیح نہیں ہے۔ نیستیِ بحت ہے۔ ہستی نہیں ہے۔ عدمِ محض ہے۔ مالکِ قِدم نہیں ہے۔ یہ خیال بالکل نہ کریں کہ عبدالبہاء رجعتِ ثانیِ مسیح ہے بلکہ اس بات پہ کامل یقین رکھیں کہ عبدالبہاء مظہرِ عبودیت ہے۔ وحدتِ عالمِ انسانی کی منادی کرنے والا ہے۔ تمام دنیا کے لئے قوۂ روحانی کے ساتھ حق کی بشارت دینے والا ہے۔ نصِ الٰہی کے مطابق کتابِ الٰہی کا مفسر ہے۔ اور اس چندروزہ

دُنیا میں ہر ایک خدا پر ایمان لانے والے کا فدیہ ہے۔
اِس لوح کو چھاپ کر تمام مُلکوں میں شائع کریں۔
(الواحِ عبدالبہاء (انگریزی) جلد ۲ صفحہ ۴۲۹)

بہائی زندگی کا نمونہ

بہاءاللہ سے کلام نازل ہوا۔ آپ کی قید کے چالیس سالوں میں آپ کو اپنے ہمجنسوں سے مِلنے کا بہت کم موقعہ مِلا۔ اِس لئے یہ اہم کام عبدالبہاء کے ذمہ ہوا کہ آپ وحیِ الٰہی کے مفسّر، کلام اللہ کے عامِل اور دنیا کی موجودہ کی بیشمار تحریکات کے مختلف پہلوؤں میں بہائی زندگی کا نمونہ بن کر دکھائیں۔ آپ نے یہ دِکھا دیا کہ حیاتِ موجودہ کے شور و شغب اور عالمگیر مادّی مرفہ الحالی کے لئے جدّ و جہد کے درمیان یہ بھی ممکن ہے کہ انسان ایسی زندگی جو کلیتہً عبادتِ خدا اور خدمتِ نوعِ انسانی پر مشتمل ہے بسر کر سکیں۔ امتحانات و افتتانات کے درمیان جبکہ ایک طرف دغا، دوسری طرف محبت۔ تعریف۔ دفا و عقیدت تھے آپ ایسے لائٹ ہاؤس کی طرح قائم رہے جس کی بنا چٹان پر ہو اور جس کے گرد طوفانوں کی سختی اور سمندروں کی لہریں ٹکرائیں اِن سب حالات میں آپ کی متانت اور آپ کا استقلال یکساں غیر متزلزل اور مستقل رہا۔ آپ ایمان کی زندگی بسر کرتے تھے اور آپ اپنے احباب کو بھی دُنیا میں ایسی ہی زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ جنگ آشوبِ دُنیا کے درمیان آپ نے اتحاد اور صلح کے جھنڈے اور نئے دور کے علَم کو بلند کیا۔ اور جو کوئی آپ کی مدد کے لئے کھڑا ہوا اُسے آپ نے نئے دَور کی روح سے بھر دیا۔ یہ وہی روحِ پاک ہے جو پُرانے زمانوں کے انبیاء و اولیاء کی مُلہم تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نئے وقت کی ضروریات کے مطابق اس کی تجلیات بھی نئی ہیں

پانچواں باب

بہائی کون ہے؟

انسان کو چاہیئے کہ ثمرور ہو۔ بے ثمر انسان حضرت مسیح روح اللہ کے فرمان کے مطابق اُس درخت کی مانند ہے جو میوہ نہ دے اور درختِ بے ثمر آگ میں جھونکنے کے لائق ہے۔ (کلماتِ فردوسیہ)

ہربرٹ سپنسر کا قول ہے کہ کوئی کیمیائی سیاسی سیسے کو سونا نہیں بنا سکتی بعینہٖ یہ اس حقیقت کے لئے بھی سچ ہے کہ کوئی کیمیائی سیاسی سیسے جیسے افراد سے سونے جیسی ہیئتِ اجتماعیہ پیدا نہیں کر سکتی۔ حضرت بہاءاللہ نے تمام پہلے مظاہر الٰہی کی مانند اِس صداقت کا اعلان کیا اور فرمایا کہ اگر خدا کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنا مقصود ہے تو یہ پہلے قلوب انسان میں جاگزیں ہونی چاہئے۔ اِس لئے ہم اب بہائی تعلیمات کا وہ پہلو بیان کرتے ہیں جو انفرادی اخلاق اور چال چلن سے تعلق رکھتا ہے اور ہماری سعی یہ ہوگی کہ ہم ناظرین کے سامنے ایک شخص بہائی کی زندگی کی صاف تصویر پیش کریں۔

بہائی زندگی

ایک موقع پر حضرت عبدالبہاء سے پوچھا گیا کہ بہائی سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا :-

"بہائی ہونے سے فقط یہ مراد ہے کہ تمام دُنیا سے محبت کرے نوعِ انسان کا عاشق ہو اور اُس کی خدمت کرنے کی کوشش کرے۔ صلح عمومی اور عالمگیر برادری قائم کرنے کی فکر میں رہے ۔"

ایک دوسرے موقع پر بہائی کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :-

"بہائی وہ ہے جو تمام مشاغل انسانی میں باحسن الوجوہ حصّہ لے ۔"

لندن کے ایک خط میں آپ نے فرمایا :-

"وہ شخص جو تعلیمات بہاءاللہ کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے بہائی ہے۔ اِس کے برعکس ایک شخص خواہ پچاس برس تک اپنے آپکو بہائی کہے پر اگر وہ تعلیماتِ بہاءاللہ پر نہیں چلتا تو وہ بہائی نہیں ہے ۔ ایک بدصورت انسان اپنے آپ کو خوبصورت کہہ سکتا ہے ۔ پر وہ کسی دوسرے کو یہ فریب نہیں دے سکتا۔ ایک سیاہ رنگ شخص اپنے آپ کو گورا چٹا کہہ سکتا ہے ۔ مگر وہ کسی اور کو حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی یہ دھوکا نہیں دے سکتا ۔ "

(عبدالبہاء لندن میں ص ۱۰۹)

مگر وہ شخص جو خدا کے مظاہر کو نہیں جانتا وہ اس درخت کی طرح ہے جو سایہ میں اُگے ۔ اگرچہ وہ سورج کو نہیں جانتا مگر اُس کا کُلّیتہً انحصار اُسی پر ہے مظاہرِ اولوالعزم روحانی آفتاب ہیں ۔ اور بہاءاللہ ابرا یوم کا آفتاب ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں ۔

ایامِ گذشتہ کے آفتابوں نے دنیا کو گرمایا اور زندگی بخشی ۔ اگر یہ آفتاب نہ چمکے ہوتے تو دُنیا آج سرد اور مُردہ ہوتی ۔ لیکن آج کے آفتاب کی حرارت اور دھوپ اُن پھلوں کو پختہ رسیلا بنائے گی جنہیں پہلے آفتابوں نے بیج روپ دیا تھا ۔

عبادت الٰہی

بہائی زندگی کو پورے پورے طور سے حاصل کرنے کے لئے بہاء اللہ کے ساتھ بلا واسطہ اور باہوش تعلق ایسا ہی لازمی ہے جیسے کنول یا گلاب کھلنے کے لئے دھوپ۔ بہائی، بہاء اللہ کی انسانی شخصیت کی پوجا نہیں کرتے بلکہ اُس بہاء یا جلال الٰہی کی پرستش کرتے ہیں جو آپ کی شخصیت کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ وہ حضرت مسیح، حضرت محمدؐ اور دیگر مظاہر قبل کا احترام کرتے ہیں۔ اور اِس نئے دَور میں بہاء اللہ کو خدا کے پیغام کا حامل سمجھتے ہیں جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ وہ آپ کو دُنیا کا وہ مُعلم اعظم سمجھتے ہیں جو اپنوں سے پہلوں کے کام کو جاری رکھنے اور کامل کرنے کے لئے ظہور فرما ہوا ہو

کسی عقیدہ کا اقرار کسی شخص کو بہائی نہیں بناتا۔ نہ صرف چال چلن کی ظاہرہ پختگی اُسے اِس مقام کا مالک بناتی ہے۔ بہاء اللہ اپنے پیروؤں سے کامل اور دائمی تسلیم و عبادت چاہتے ہیں۔ اِس قسم کی تسلیم و عبادت کا مستحق فقط خدا ہے۔ بہاء اللہ، خدا کے مظہر اور اس کی مشیت کے ظاہر کرنے والے کی حیثیت سے کلام کرتے ہیں۔ مظاہر قبل نے بھی اِس نکتہ پر پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔

> مسیح نے فرمایا :- "اگر کوئی شخص میری پیروی کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ اپنے آپ کا انکار کرے اور اپنی صلیب اُٹھا کر میرے پیچھے آئے۔ کیونکہ جو اپنی زندگی بچانا چاہتا ہے وہ اُسے کھوئے گا اور جو اپنی جان میری خاطر کھوئے گا وہ اُسے پائے گا۔"

تمام مظاہر الٰہی نے مختلف الفاظ میں اِسی قسم کا تقاضا اپنے پیروؤں سے کیا ہے اور تاریخ ادیان صاف طور سے بتاتی ہیں کہ جبتک یہ تقاضا خالص دل سے مانا اور قبول کیا گیا' دین باوجود ہر قسم کی دُنیوی مخالفتوں کے۔ باوجود بیشمار مصائب و مظالم کے اور باوجود اس کے پیروؤں کے قتل عام کے ترقی کرتا گیا۔ اِس کے برعکس جوں جوں اِس سے چشم پوشی کی گئی اور تکبر اور عزت کی جھوٹی نگہداری کامل ایثار کی جگہ لینے لگی دین گھٹتا گیا۔ یہ ظاہری دکھاوے کی چیز اور نمائش تو

ہو گیا مگر ایسی سی طبائع کو بدلنے کی قوت مفقود ہو گئی اور کرامات کی طاقت جاتی رہی۔ بہائیوں آجتک کبھی کسی نہیں ہوا۔ خدا کرے ایکدن یہ ایسا ہو جائے۔ مگر ابتک تو مسیح کے زمانہ جیسا ہی ہے کہ۔ "زندگی کا راستہ تنگ اور دروازہ چھوٹا سا ہے اور فقط چند لوگ اسے پاتے ہیں" روحانی پیدائش کا دروازہ جسمانی پیدائش کے دروازہ کی طرح فرداً فرداً ایسے لوگوں کو داخل کرتا ہے جو بوجھ کے بغیر ہوں۔ اگر زمانہ آئندہ میں ماضی کی نسبت زیادہ لوگ اس دروازہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہوں تو یہ دروازہ کے فراخ ہونے کے سبب نہ ہوگا بلکہ لوگوں کے اس ایثار و تسلیم کو قبول کر لینے کے سبب ہوگا جو خدا کا تقاضا ہے۔ کیونکہ مدتوں کے کڑوے تجربے نے انہیں خدا کے راستے کو چھوڑ کر اپنے راستے پر چلنے کی حماقت کو بے نقاب کر کے دکھا دیا ہے۔

حقیقت کی تلاش

بہاء اللہ نے اپنے تمام پیرووں پر انصاف کرنا فرض قرار دیا ہے۔ اور انصاف کی تعریف یوں فرمائی ہے:۔

"انسان کا توہمات و تقلید سے آزاد ہونا تاکہ وہ مظاہر الٰہی کو وحدت کی آنکھ سے دیکھ سکے اور تمام امور میں بصر حدید سے کام لے۔" (کلمات حکمت)

یہ ضروری ہے کہ ہر فرد واحد خدا کے جلال و جمال کو بہاء اللہ کی انسانی ہیکل میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پہچانے ورنہ بہائی ایمان اس کے لئے لفظ بے معنی ہوگا تمام مظاہر الٰہی نے انسانوں کو اسی بات کی طرف بلایا ہے کہ وہ اپنی آنکھیں کھولیں انہیں بند نہ کریں۔ اپنی عقل کو استعمال میں لائیں۔ اسے بیکار نہ کریں۔ تقلیدی اعتقاد نہیں بلکہ صاف نظر اور آزاد خیالی ہی انہیں تعصبات کے بادلوں کو بکھیرنے اور تقلید کی بیڑیوں کو اتار پھینکنے کے قابل بنائے گی اور انہیں تازہ وحی کی صداقت کو جاننے میں کامیابی عطا کرے گی۔

ہر فرد بہائی لازماً حقیقت کا بے خوف جویا ہوگا۔ مگر اس کی تلاش صرف مادی میدان تک ہی محدود نہ ہوگی۔ اس کی روحانی احساس کی قوتیں بھی ایسی ہی بیدار ہونگی جیسی جسمانی قوتیں حقیقت کو حاصل کرنے کے لئے۔ وہ خدا کی عطا کردہ تمام قوتوں کو

استعمال کرے گا۔ اور بغیر مضبوط اور کافی دلیل کے کسی بات پر یقین نہ کرے گا۔ اگر اس کا دل پاک اور اس کا قلب تعصبات سے آزاد ہے تو پرجوش طالب خدا کے جمال کو پہچاننے میں کبھی ناکامیاب نہ ہوگا خواہ وہ کسی ہیکل میں بھی جلوہ گر ہو۔

بہاء اللہ نے فرمایا ہے:۔

"انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو جاننے اور اُن چیزوں کو پہچانے جو عزت یا ذلت کی طرف۔ عروج یا زوال کی جانب غنا یا افلاس کی سمت لے جاتی ہیں" (لوح طرازات)

"تمام علوم کی جڑ خداوند جل جلالہٗ کا علم ہے اور یہ علم اُس کے ظہور کے واسطہ کے سوا نا ممکن ہے۔" (کلمات حکمت)

مظہر اللہ کامل انسان، نوعِ انسان کے لئے سب سے اعلیٰ نمونہ اور شجر انسانیت کا پہلا پھل ہے۔ جبتک ہمیں اس کا علم حاصل نہیں ہوتا ہمیں اُن قوتوں کا علم بھی حاصل نہیں ہوتا جو ہمارے اندر مخفی ہیں۔ مسیح ہمیں بتلاتا ہے کہ جنگل کے پھولوں پر غور کریں۔ اور کہتا ہے کہ سلیمان اپنی تمام شان و شوکت سے آراستہ اُن میں سے ایک کی مانند بھی نہ تھا۔ جنگلی پھول بہت ہی بدصورت بیج سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے پھول کو کھِلے ہوئے کبھی نہ دیکھا ہوتا۔ کبھی اُس کے پتوں اور پھول کی بے نظیر خوبصورتی پر نگاہ نہ ڈالی ہوتی تو ہم اِس حقیقت سے کس طرح واقف ہوتے جو بیج میں پنہاں تھی۔ بیج کے ہم جسقدر چاہیں ٹکڑے کریں نہایت غور و خوض سے اُس کے ہر ذرہ کو جانچیں مگر ہم اِس حُسن خفتہ کو کبھی معلوم نہیں کر سکتے جسے باغبان بیدار کرنا جانتا ہے۔ اسی طرح جبتک ہم خدا کے جلال و جمال کو اُس کے ظہور میں ظاہر نہیں دیکھ لیتے اُسوقت تک ہم اُس روحانی حُسن کا ذرا بھر بھی خیال نہیں کر سکتے جو خود ہمارے اندر اور ہمارے ہمجنسوں کے اندر پوشیدہ ہے۔ خدا کے ظہور کو جاننے اُس سے محبت رکھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہم رفتہ رفتہ اُن قوی کمالات کا احساس کرنے لگ جاتے ہیں۔ جو ہمارے اندر ہیں۔ تب اور

صرف تب ہی ہم پر زندگی اور کائنات کا مطلب اور اُس کے معانی منکشف ہوتے ہیں۔

خُدا کی محبّت

مظہرِ خدا کا علم رکھنے سے مُراد اُس سے محبّت کرنا بھی ہے۔ ایک کا دوسرے کے بغیر ہونا ناممکن ہے۔ بہاء اللہ کی تعلیمات کے مطابق انسان کی پیدائیش کا مقصد خدا کا عرفان اور اُس کا پرستار ہونا ہے۔ آپ نے ایک لَوح میں فرمایا ہے:-

"کُل کائنات کی پیدائش کا سبب محبّت ہے۔ جیسا کہ اس مشہور حدیث میں آیا ہے۔ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا اور میں چاہتا تھا کہ میرا عرفان ہو۔ اِس لئے میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ وہ میرا عرفان حاصل کریں۔"

کلماتِ مکنونہ میں فرماتے ہیں:-

"اے پسرِ وجود! مجھ سے محبّت کر تاکہ میں تجھ سے محبّت کروں۔ اگر تو مجھ سے محبّت نہیں کرتا تو میری محبّت کبھی تجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔ پس اے بندے اِسے اچھی طرح جان لے۔

اے پسرِ منظرِ اعلیٰ! میں نے تجھ میں اپنے میں سے ایک روح رکھی ہے تاکہ تو میرا چاہنے والا ہو سکے۔ تو کیوں مجھے چھوڑ کر دوسرے کی محبّت کا جویا ہوتا ہے۔"

خدا کا عاشق ہونا ہر بہائی کی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ یعنی خدا کو اپنا قریب ترین دوست شفیق ترین ساتھی، بے نظیر محبوب جاننا اور اُس کے حضور میں کامل مسرّت حاصل کرنا۔

خدا کو پیار کرنے سے مُراد ہر چیز اور ہر شخص کو پیار کرنا ہے۔ کیونکہ سب خُدا کے ہیں۔ سچّا بہائی عاشقِ کامل ہوگا۔ وہ نہایت جوش کے ساتھ خالص دل سے ہر ایک کو پیار کرے گا۔ وہ کسی سے نفرت نہ کرے گا وہ کسی کو حقیر نہ جانے گا۔

کیونکہ وہ ہر چہرے میں اپنے محبوب کا چہرہ دیکھنا سیکھ گیا ہے۔ وہ ہر جگہ اپنے محبوب کے آثار دیکھتا ہے۔ اُس کی محبت کسی فرقے۔ قوم۔ جماعت یا نوع سے محدود نہ ہوگی۔

بہاء اللہ فرماتے ہیں :-

"پہلے زمانوں میں یہ کہا گیا تھا کہ اپنے وطن سے محبت کرنا ایمان ہے، مگر عظمت کی زبان اِس ظہور میں فرماتی ہے۔ فخر اس کے لئے نہیں جو اپنے وطن سے محبت کرتا ہے بلکہ فخر کے قابل وہ ہے جو تمام عالم سے محبت رکھتا ہے۔" (لوحِ العالم)

پھر فرماتے ہیں :-

"مبارک ہے وہ جو اپنے بھائی کو اپنے پر ترجیح دیتا ہے۔ ایسا شخص اہل بہاء میں سے ہے۔" (کلماتِ فردوسیہ)

عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ ہمیں بہت سے جسموں میں ایک واحد روح کی مانند ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جس قدر ہم ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں اُسی قدر ہم خدا کے نزدیک تر ہوتے ہیں۔ ایک عیسائی پادری سے آپ نے فرمایا :-

"کُل مظاہر اِس لئے بھیجے گئے۔ کُل کتابیں اس لئے وحی کی گئیں کہ محبت کا قانون ترقی پا سکے۔ ہمیں محبت اور حقیقی محبت کرنی چاہیئے۔ ایسی محبت جس کے سامنے تمام مخالفتیں پگھل جائیں۔ ایسی محبت جو تمام دشمنوں کو جیت لے۔ ایسی محبت جو تمام رکاوٹوں کو بہا لیجائے۔ ایسی محبت جو بخشش۔ وسیع القلبی۔ تحمل اور شریف کوشش سے مملو ہو۔ ایسی محبت جو تمام رکاوٹوں پر غالب آئے ایک بے تھاہ۔ بے حد۔ اٹل اور پُرجوش محبت" {ڈائری میرزا احمد سہراب ۹ جون ۱۹۱۴ء}

پھر فرمایا ہے :-

"احباب میں سے ہر ایک شخص دوسروں سے محبت کرے۔ اور

اپنے مال اور اپنی جان کا اُن سے دریغ نہ کرے۔ ہر ممکن طریقہ
سے دوسروں کو مسرور اور خوش بنانے کی کوشش کرے۔
مگر اُن دوسروں کے لئے بھی واجب ہے کہ وہ بے غرض
اور فدا کار ہوں۔ اِس طرح یہ ضیاء آفتاب آفاق کو روشن
کر سکتی ہے۔ یہ ترانہ کُل لوگوں کو خوش اور پُرکیف بنا سکتا ہے
یہ رُوحانی دوا ہر درد کی دارو ہو سکتی ہے۔ یہ روحِ حقیقت ہر
نفس کے لئے زندگی کا باعث بن سکتی ہے۔"

(انگریزی الواح عبدالبہآ۔ جلد اوّل ص۱۴۷)

انقطاع عبادتِ الٰہی تمام اُن چیزوں سے جو خدا کی نہیں ہیں انقطاع چاہتی ہے۔ یعنی تمام نفسانی۔ دُنیوی اور اُخروی خواہشات سے مُنہ موڑنا۔ خدا کی راہ میں خواہ غنا میں ہو یا فقر میں صحت میں ہو یا بیماری میں۔ محلات میں ہو یا قید خانہ میں۔ گلشن میں ہو یا عذاب خانہ میں کہیں بھی ہو شخصِ بہائی اپنی قسمت کو بشاشت تسلیم کے ساتھ قبول کرے گا۔

انقطاع سے مُراد اپنے ماحول سے احمقانہ بے پروائی یا بُری حالت میں مجہولانہ سپردگی نہیں اور نہ ہی اِس سے یہ مُراد ہے کہ ہم اُن اچھی چیزوں سے نفرت کریں جو خدا نے پیدا کی ہیں۔ سچا بہائی نہ تو سخت دل ہوگا نہ سست و بے پرواہ ہوگا اور نہ ریاضاتِ شاقہ کا عادی۔ وہ خدا کی راہ میں بے اندازہ شوق اور بکثرت کام اور بے انتہا خوشی پائے گا۔ مگر خوشی کے ساتھ وہ اس راستہ سے ایک بال برابر بھی اِدھر اُدھر تجاوز نہ کرے گا نہ وہ کسی ایسی چیز کے لئے دوڑ دھوپ کرے گا جو خدا نے اُسے نہیں دی۔ جب ایک شخص بہائی ہو جاتا ہے تو خدا کی مرضی اُس کی مرضی ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کے خلاف ہونا ہی ایک واحد چیز ہے جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا کی راہ میں کوئی غلطی اُسے اپنی طرف راغب نہیں کر سکتی۔ کوئی مصائب اُسے مایوس نہیں کر سکتے۔ محبت کا نور اُس کے

تاریک ترین ایام کو روشن رکھتا ہے۔ دُکھ کو خوشی میں بدل دیتا ہے۔ اور جان دینا اُس کے لئے مسرت کا انتہائی جوش بن جاتا ہے۔ زندگی شجاعت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتی ہے اور موت ایک دلخوش کن واقعہ نظر آتا ہے۔ خدا فرماتا ہے:-

"وہ جو اپنے دل میں ایک رائی کے دانے سے بھی کم میرے سوا کسی دوسرے کی محبت رکھتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ میری ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔" (سورۃ الہیکل)

"اے ابن بشر! اگر تو میرے نفس سے محبت کرتا ہے تو اپنے نفس سے اعراض کر۔ اگر تو میری مرضی کا جویا ہے تو اپنی مرضی کا خیال نہ کر۔ تاکہ تو مجھ میں فنا ہو۔ اور میں تجھ میں باقی رہوں۔" (کلمات مکنونہ)

"اے میرے بندے! اپنے آپ کو اس دُنیا کی پابندیوں سے آزاد کر اور قید نفس سے آزاد ہو۔ وقت کی قدر کر۔ کیونکہ پھر تو اسے کبھی نہ پائے گا اور یہ موقعہ پھر تیرے ہاتھ نہ آنے گا۔" (کلمات مکنونہ)

اطاعت

عبادتِ الٰہی میں خدائی احکام کی پوری پوری اطاعت بھی شامل ہے۔ خواہ اُن احکام کا سبب سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ملاح بے چون وچرا اپنے کپتان کا حکم مانتا ہے اگرچہ وہ اُن کے سبب سے واقف نہ ہو۔ افسر کے حکم کو ماننا اندھی اطاعت نہیں۔ وہ اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کپتان ایک مُدتِ مدید تک اس کام کو سیکھتا رہا ہے اور اپنی لیاقت کا کافی ثبوت دے چکا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو اُس کے ماتحت کام کرنا حماقت ہوگی پس شخص مذکور کو اپنی نجات کے کپتان کی بے چون وچرا اطاعت لازم ہے۔ مگر اس کے احمق ہونے میں کوئی شک نہ ہوگا اگر وہ پہلے اس بات کا یقین نہ کرلے کہ اس کپتان نے اپنی امانت کا پورا پورا ثبوت دیدیا ہے۔ اب اگر وہ ایسا ثبوت پاکر اطاعت کرنے سے انکار کرے تو یہ اور بھی بڑی حماقت ہے۔ کیونکہ دانا مالک کی فقط عقلمندانہ اور باہوش اطاعت سے ہی ہم اس کی دانائی کے فوائد حاصل کرسکتے ہیں اور خود

اِس دانائی کے مالک بن سکتے ہیں۔ اگر کپتان ایسا دانا نہ ہو۔ اگر خلاصی اُس کا حکم نہ مانیں تو جہاز کس طرح اپنی بندرگاہ پر پہنچ سکتا ہے یا خلاصی کس طرح علم جہاز رانی کو سیکھ سکتے ہیں۔

مسیح نے نہایت وضاحت سے بتایا ہے کہ اطاعت ہی عرفان کا راستہ ہے آپ فرماتے ہیں :-

"میری تعلیم، میری طرف سے نہیں بلکہ اُس کی طرف سے ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اگر کوئی شخص اُس کی مرضی کو پورا کرے گا تو وہ اِس سے بھی واقف ہو جائے گا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں۔"

اِسی طرح بہاء اللہ فرماتے ہیں :-

"خدا کا ایمان اور اُس کا عرفان پوری طرح حاصل نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ اس پر عمل کیا جائے جو اُس نے حکم دیا ہے اور جو کچھ قلم جلال سے اُس نے کتاب میں نازل فرمایا ہے۔" (لوحِ تجلیات)

آجکل کی آزادی کے دنوں میں بے چون وچرا اطاعت عام خوبی نہیں ہے اور اِس میں شک نہیں کہ ایک معمولی انسان کا پوری طرح سے مطیع ہو جانا برباد کن ہوگا مگر وحدتِ عالم انسانی اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ہر فرد بشر مشیتِ خداوندی کے ساتھ پورے پورے اتحاد سے رہے۔

یہ مشیت وضاحت کے ساتھ نازل نہ ہو اور انسان تمام دوسرے سرداروں کو چھوڑ کر مظہر الٰہی کی پیروی نہ کرے تو جنگ وفساد جاری رہے گا اور انسان ایک دوسرے کی مخالفت پہ جمے رہیں گے۔ اپنی قوت کا بہترین حصہ دوسروں کی سعی کے برباد کرنے میں صرف کرتے رہیں گے۔ حالانکہ انسانوں کا فرض ہے کہ خدا کے جلال اور عام بہبودی کے لئے متحد ہو کر کام کریں۔

خدمت | خدا کی عبادت میں اپنے ہمجنسوں کی خدمت گذار زندگی بسر کرنا

بھی شامل ہے۔ ہم اور کسی طرح خدا کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اپنے ہمجنسوں سے رُخ پھیرتے ہیں تو ہم خدا سے منہ موڑتے ہیں۔ مسیح فرماتے ہیں :-

"اگر تم نے میرے اِن بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے کی خدمت نہیں کی تو تم نے میری خدمت نہیں کی"

اسی طرح بہاء اللہ فرماتے ہیں :-

"اے پسر انسان ! اگر تو فضل کا ناظر ہے تو اس کا خیال نہ رکھ جو تیرے مفاد کے لیئے ہے بلکہ اِس (بات) کو پکڑ جس سے تیرے ہمجنسوں کا فائدہ ہو۔ اور اگر تو عدل کو مدنظر رکھتا ہے تو دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (کلمات فردوسیہ)

عبدالبہاء نے فرمایا ہے :-

"امر بہائی میں علم و ہنر اور ہر قسم کی صنعت و حرفت، عبادت شمار کی جاتی ہے۔ وہ شخص جو اپنی بہترین لیاقت سے ایمانداری کے ساتھ اپنی تمام قوتوں کو اس کی تکمیل کے لیئے جمع کر کے ایک چھٹی کا کاغذ بناتا ہے وہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ مختصراً تمام کوشش و جانکاہی جو ایک شخص پورے دل سے کرتا ہے عبادت ہے بشرطیکہ اُس کی پشت پر اعلیٰ ارادے اور خدمتِ نوعِ بشر کے لئے رضامندی ہو۔

نوعِ بشر کی خدمت کرنا اور اُن کی ضروریات کو پورا کرنا ہی عبادت ہے۔ خدمت دُعا ہے۔ ایک ڈاکٹر جو بیار کا انتہائی محبت کے ساتھ اور تعصب سے بری ہو کر نوعِ بشر کی ہمدردی کا مضبوط جذبہ رکھتے ہوئے علاج کرتا ہے وہ خدا کی ثنا و تعریف کرتا ہے۔"

(خطابات پیرس دوسری ایڈیشن کا صفحہ ۱۶۴)

تبلیغ سچا بہائی بہاءاللہ کی تعلیمات پر صرف یقین ہی نہ رکھے گا بلکہ وہ اُنہیں اپنی زندگی کے تمام اُمور میں ہادی اور الہام کا سرچشمہ پائے گا۔ اور نہایت روح و ریحان سے دوسروں کے پاس بھی وہ علم پہنچائے گا جو اُن کی بہبودی کا سرچشمہ ہے۔ ایسا کرنے سے ہی وہ رُوح القدس کی پوری پوری تائید اور توفیق حاصل کر سکے گا۔ سب فصیح مقرر یا عمدہ محرّر نہیں ہو سکتے مگر سب بہائی زندگی بسر کرنے سے تبلیغ کر سکتے ہیں۔ بہاءاللہ فرماتے ہیں:۔

"اہل بہاء پر فرض ہے کہ وہ اپنے خداوند کی حکمت کے ساتھ خدمت کریں۔ دوسروں کو اپنی زندگی کے ذریعے تعلیم دیں اور خدا کے نور کو اپنے اعمال سے ظاہر کریں۔ فی الحقیقت اعمال کا اثر الفاظ کے اثر سے قوی تر ہے۔ مبلّغ کے الفاظ کا اثر اس کے مقصد کی پاکیزگی اور انقطاع پر منحصر ہے۔ بعض الفاظ پر قانع ہیں۔ مگر الفاظ کی صداقت اعمال سے پرکھی جاتی ہے اور روزانہ زندگی پر منحصر ہے۔ اعمال انسان کا مقام ظاہر کرتے ہیں۔ الفاظ اس کے مطابق ہونے چاہئیں جو مشیّتِ الٰہی کی لسان سے الواح میں ثبت ہے۔" (کلماتِ حکمت)

بہائی کسی حالت میں بھی اپنے خیالات کو زبردستی اُنہیں نہ سنائے گا جو سُننا نہیں چاہتے۔ وہ لوگوں کو ملکوتِ خداوندی کی جانب جذب کرے گا۔ ہانک کر انہیں اس میں نہ لیجائے گا۔ وہ اس نیک گڈریہ کی طرح ہو گا جو اپنے ریوڑ کی رہنمائی کرتا ہے اور اپنے ترانوں سے اپنی بھیڑوں کو محفوظ کرتا ہے۔ نہ اُس کی طرح جو پیچھے سے ڈنڈے کے ساتھ انہیں ہانکتا ہے۔ بہاءاللہ کلماتِ مکنونہ میں فرماتے ہیں:۔

"اے پسر تراب! دانا وہ ہیں جو جبتک سُننے والا نہیں پاتے

لب کشائی نہیں کرتے. جس طرح ساقی اُسوقت تک جام پیش نہیں کرتا جب تک اُس کا طالب نہیں ہوتا۔"

لوحِ اشراقات میں فرماتے ہیں:-

"اے اہلِ بہآء! تم محبت کے مطالع اور عنایت الٰہی کے مشارق ہو۔ اپنی زبانوں کو طعن و تشنیع اور لعنت ملامت سے آلودہ نہ کرو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے (یعنی صداقت) اُسے ظاہر کرو۔ اگر قبول ہو تو مُراد حاصل ہو گئی ورنہ انکار کرنیوالے کو ملامت کرنا یا اُس کے درپے ہو جانا بے فائدہ ہے۔ اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو اور خدائے مہیمن و قیوم کی طرف متوجہ رہو۔ کسی کے ادنیٰ رنج کا بھی باعث نہ ہو۔ فساد و نزاع کا تو ذکر ہی کیا۔ امید ہے کہ تم عنایت الٰہی کے درخت کے سایہ تلے پرورش پاؤ اور خدا کی مشیت کے مطابق عمل کرو۔ تم سب ایک ہی درخت کے پتے اور ایک ہی سمندر کے قطرے ہو۔"

اخلاق و آداب

بہاءاللہ فرماتے ہیں:-

"اے اہل اللہ! تمہیں ادب کی نصیحت کرتا ہوں۔ فی الحقیقت ادب تمام خوبیوں کا سردار ہے۔ مبارک ہے وہ جو راستی کی چادر سے ملبوس اور ادب کے نور سے منوّر ہے۔ ادب و تعظیم سے آراستہ شخص ایک بڑے مقام کا مالک ہے۔ امید ہے کہ یہ مظلوم اور سب لوگ اس سے فائز ہونگے اس پر قائم رہیں گے اور اس کا لحاظ رکھینگے۔ اسم اعظم کی قلم سے یہ سب اٹل حکم جاری ہوا ہے۔" (لوحِ العالم)

بار بار آپ بتکرار فرماتے ہیں:-

"تمام دنیا کی اقوام روح و ریحان سے ایکدوسرے کے ساتھ

ملیں جلیں۔ اے لوگو! تم تمام ادیان کے لوگوں کے ساتھ
رَوح و رَیحان سے ملو جلو۔"

عبدالبہاؑ بہائیانِ امریکہ کو ایک لوح میں فرماتے ہیں:۔
"خبردار خبردار۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی کا دل دکھاؤ۔ خبردار خبردار
ایسا نہ ہو کہ تم کسی روح کو ستاؤ۔ خبردار خبردار ایسا نہ ہو
کہ تم کسی شخص سے نامہربانی سے پیش آؤ۔ خبردار خبردار ایسا
نہ ہو کہ تم کسی متنفس کی مایوسی کا سبب ہو۔"
"اگر کوئی کسی کے دِل دُکھانے کا باعث یا کسی نفس کی مایوسی
کا سبب ہو اس کے لئے یہ بہتر ہوتا کہ وہ زمین پر چلنے کی بجائے
اپنے آپ کو اس کی گہرائیوں میں جا چھپاتا۔"

آپ تعلیم فرماتے ہیں کہ جس طرح پھول غنچہ میں پوشیدہ ہے اسی طرح
ہر انسان کے دل میں خدا کی طرف سے ایک رُوح ودیعت ہے۔ خواہ اُس کا
ظاہر کیسا ہی بدصورت اور درشت کیوں نہ ہو۔ سچا بہائی اس لئے ہر انسان
کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گا جیسا مالی ایک کمیاب و نازک پَودے
کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی بے تابانہ مداخلت کسی طرح بھی
غنچہ کو پھول نہیں بنا سکتی۔ صرف قدرتی دھوپ ہی ایسا کر سکتی ہے۔ اِس لئے
اس کا مقصد۔ اس کی کوشش صرف یہی ہوتی ہے کہ وہ اس حیات بخش دھوپ
کو ہر تاریک دِل اور گھر میں پہنچائے۔

پھر عبدالبہاؑ فرماتے ہیں:۔
"بہاءاللہ کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم ہر انسان سے یہ تقاضا
کرتی ہے کہ وہ ہر حالت میں عفو کو مدنظر رکھے۔ اپنے دشمن
سے محبت کرے اور اپنے بدخواہ کو اسی نظر سے دیکھے جس
سے اپنے خیرخواہ کو دیکھتا ہے۔ یہ نہیں کہ ایکدوسرے کو اپنے

خیال سے اپنا دشمن سمجھے اور پھر اس کی برداشت کرے اور اس کے ساتھ تحمل سے پیش آئے۔ یہ مکاری ہے۔ اصلی محبت نہیں۔ تمہیں تو لازم ہے کہ تم اپنے دشمنوں کو دوست سمجھو۔ اپنے بدخواہوں کو اپنا خیرخواہ جانو اور اُن سے ویسا ہی سلوک بھی کرو۔ تمہاری محبت تمہاری مہربانی سچی ہونی چاہیے فقط تحمل ہی کافی نہیں۔ کیونکہ تحمل اگر دل سے نہ ہو تو مکاری اور بناوٹ ہے۔" (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۴ ص ۱۹۱)

ایسی نصیحتیں اُسوقت تک سمجھ میں نہیں آتیں جب تک ہم یہ محسوس نہ کریں کہ باوجود ظاہرہ مادی انسان کے دشمن و بدخواہ ہونے کے ہر شخص میں ایک باطنی رُوحانی طبیعت ہے جو اصل انسان ہے اور جس سے سوائے محبت اور خیرخواہی کے اور کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اپنے پڑوسی کے اسی اصلی اور باطنی انسان کی طرف ہمارے خیال اور ہماری محبت کو راجع ہونا چاہیئے۔ جب باطنی انسان حرکت میں آتا ہے تو ظاہری انسان خودبخود بدل جاتا اور نیا بن جاتا ہے۔

چشمِ خطا پوش

بہائی تعلیمات کسی مضمون پر بھی ایسی محکم نہیں جیسی کہ عیب جوئی اور غیبت سے پرہیز کرنے کے بارے میں ہیں۔ مسیح نے بھی اس مضمون پر نہایت زور دیا ہے مگر اب لوگ "پہاڑی وعظ" کو عام طور سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ "کامل نصیحتیں" ایسی ہیں جن پر عمل کرنے کی توقع ایک معمولی انسان سے نہیں کی جا سکتی۔

بہاءاللہ اور عبدالبہاء دونوں نے نہایت وضاحت سے یہ دکھا دیا ہے کہ اس مضمون پر جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ ہر ایک بہائی پر فرض ہے۔ کلماتِ مکنونہ میں آیا ہے:۔ "اے پسرِ انسان! جب تک تو خود خطا کار ہے کسی انسان کے گناہوں پر دم نہ مار۔ اگر تو اس حکم کے خلاف کرتا ہے تو تو میرا نہیں۔ اس کا میں خود گواہ ہوں۔"

"اے پسرِ وجود! کسی نفس کی طرف وہ نسبت نہ لگا جو تو اپنے لئے لگانی نہیں چاہتا ...... یہ تیرے لئے میرا حکم ہے. اس کی اطاعت کر"

عبد البہاء نے فرمایا ہے:-

"ہمیں دوسروں کی خطاؤں کے بارے میں خاموش رہنا چاہئے. ان کیلئے دعا کرنی چاہئے. انکی مدد کرنی چاہئے. اور مہربانی کے ذریعہ ان کی خطاؤں کو درست کرنا چاہئے. ہمیں چاہئے کہ ہم ہمیشہ نیکیوں کو دیکھیں اور بدیوں پر نگاہ نہ کریں. اگر کوئی شخص دس نیکیاں رکھتا ہے اور ایک بدی تو ہمیں لازم ہے کہ ہم اُن دس کو دیکھیں اور ایک کو بھول جائیں. اور اگر کوئی شخص دس بدیاں رکھتا ہے اور ایک نیکی تو ہمیں چاہئے کہ اُس ایک نیکی کو دیکھیں اور دس بدیوں کو بھول جائیں. ہمیں چاہئے کہ ہم کبھی بھی کسی دوسرے کے بارہ میں کوئی نا ملائم کلمہ نہ کہیں خواہ وہ شخص ہمارا دشمن ہی کیوں نہ ہو"

ایک امریکن بہائی کو آپ لکھتے ہیں:-

"بدترین انسانی خصلت اور سب سے بڑا گناہ غیبت ہے. خاصکر اس وقت جب خدا کے دوستوں کی زبانوں سے نکلے. اگر کوئی وسائل ایسے نکل آئیں جس سے غیبت کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں اور خدا کے دوست ایکدوسرے کی مدح و تعریف میں لب کشائی کریں تو حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات پھیل جائیں. قلوب روشن ہوں. ارواح پر انوار ہوں اور عالم انسان ابدی بہبودی سے فائز ہو" (سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۸ ۱۹۲)

انکسار ہمیں اس حکم کے ساتھ ہی کہ ہم دوسروں کی خطاؤں سے چشم پوشی کریں اور فقط اُن کی نیکیوں کو دیکھیں، یہ حکم بھی ایسی ہی تاکید سے ملا ہے کہ ہم اپنی خطاؤں کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور

اپنی نیکیوں کو کسی حساب میں نہ لائیں۔ کلماتِ مکنونہ میں فرمایا ہے :۔

"تو کیوں اپنے نفس کی خطاؤں کو بھول کر دوسرے کے نفس کی خطاؤں میں مشغول ہے۔ جو ایسا کرتا ہے اُس پر میرا عتاب ہے"

"زبان میری یاد کے لئے مخصوص ہے۔ اُسے غیبت سے آلودہ نہ کرو۔ اگر نفسِ ناری تم پر غلبہ کرے تو اپنے نفس کے عیوب یاد کرنے میں مشغول ہو جاؤ۔ نہ میرے بندوں کی غیبت کرنے میں۔ کیونکہ تم میں سے ہر ایک میرے بندوں کے نفوس کی نسبت اپنے نفس سے زیادہ واقف اور بہتر جاننے والا ہے۔"

عیسائیوں سے خطاب کرتے ہوئے عبدالبہاء نے فرمایا ہے :۔

"تمہاری زندگی ملکوتِ مسیح کا بروز ہو۔ وہ خدمت کرانے نہیں بلکہ خدمت کرنے آیا تھا...... بہاء اللہ کے دین میں سب خادم اور خادمہ۔ بھائی اور بہن ہیں۔ جوں ہی کوئی اپنے آپکو دوسروں سے ذرا اعلیٰ اور افضل محسوس کرنے لگتا ہے وہ ایک خطرناک حالت میں پڑتا ہے اور جبتک وہ اس بُرے خیال کے بیج کو اپنے میں سے نکال کر دور نہیں پھینکدیتا وہ ملکوت کی خدمت کے لائق نہیں ہوتا۔"

اپنے آپسے ناراضگی ترقی کی نشانی ہے۔ وہ نفس جو اپنے سے راضی ہے شیطان کا مظہر ہے۔ اور وہ جو اپنے سے راضی نہیں رحمان کا مظہر ہے اگر کوئی ہزار نیکیوں کا بھی مالک ہو تو چاہیئے کہ وہ اُن کا خیال نہ کرے بلکہ ہمیشہ اپنی کمزوریوں اور خامیوں کے معلوم کرنے کی کوشش میں لگا رہے...... انسان خواہ کتنی بھی ترقی کرے تو بھی وہ نامکمل ہی رہتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ وہ اپنے سامنے اپنے

مقام سے اعلیٰ مقام کو دیکھتا ہے۔ جونہی وہ اُس اعلیٰ مقام کو دیکھتا ہے وہ اپنے آپ سے ناراض ہو جاتا ہے۔ اور اُس مقام تک پہنچنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ خود ستائی خود غرضی کا نشان ہے۔" (احمد سہراب کی ڈائری ۱۹۱۴ء)

اگرچہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم خلوص دل سے اپنے گناہوں سے توبہ کریں مگر پادریوں یا دوسروں کے پاس اپنے گناہوں کے اظہار وغیرہ کو سختی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ لوحِ بشارات میں آیا ہے :-

"عاصی (گنہگار) کے لئے لازم ہے کہ ایسی حالت میں جب وہ اپنے آپ کو غیر اللہ سے فارغ اور آزاد دیکھے تو اپنے گناہ کی معافی اور بخشش مانگے۔ بندوں کے پاس خطاؤں اور گناہوں کا اظہار جائز نہیں۔ کیونکہ یہ خدا کی معافی اور بخشش کا سبب نہیں ہے بلکہ ایسا اقرار لوگوں میں ذلت و حقارت کا سبب ہوتا ہے۔ اور خدائے بزرگ و برتر اپنے بندوں کی ذلت پسند نہیں فرماتا۔ بیشک وہ شفیق و مہربان ہے۔ گنہگار کے لئے فرض ہے کہ وہ اپنے اور خدا کے درمیان اُس کے بحرِ رحمت سے رحمت طلب کرے اور اُس کے آسمانِ بخشش سے معافی مانگے۔"

راستبازی اور امانت

لوحِ طرازات میں فرمایا :-

"بیشک امانت تمام اہل زمین کے لئے امن کا دروازہ ہے اور خدا ئے رحمٰن کے حضور سے عزت کا نشان ہے جو اُسے پا لیتا ہے وہ غنا و ثروت کے خزانوں کو پا لیتا ہے۔ امانت نوعِ انسان کی حفاظت اور اُن کے امن کے لئے سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ہر کام کی پختگی کا انحصار ہمیشہ سے اِسی پر رہا ہے اور عزت، جلال اور عنا کے جہان اِسی نور سے منور ہیں ...... اے اہلِ بہاء! امانت تمہارے بدنوں کے لئے نہایت اعلیٰ لباس ہے اور تمہارے سروں کے لئے نہایت چمکدار تاج ہے۔

"اپنے قادرِ مطلق حکم دینے والے کے حکم سے اس پر قائم رہو"

پھر فرمایا:-

"ایمان کی اصل الفاظ کو گھٹانا اور اعمال کو بڑھانا ہے. جس کے الفاظ اُس کے اعمال سے بڑھ گئے اُسے جاننا چاہیئے کہ اُس کا نہ ہونا اُس کے ہونے سے بہتر اور اُس کی مَوت اُس کی زندگی سے خوشتر ہے۔"

عبدالبہاآء نے فرمایا:-

"راستگوئی انسان کی تمام نیکیوں کی جڑ ہے. سچّائی کے بغیر روح کے لئے تمام جہانوں میں ترقی و کامیابی ناممکن ہے. جب یہ پاک صفت انسان میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو تمام دوسری نیک خصلتیں اُس میں پیدا ہو جاتی ہیں"

(انگریزی الواح عبدالبہاآء جلد ۲ صفحہ ۴۵۹)

"سچّائی اور امانت کا نور تمہارے چہروں سے چمکے تاکہ سب جان جائیں کہ تمہارا قول بیوپار میں ہو یا تفریح و تفنّن میں اعتبار کے قابل اور یقین کے لائق ہے خود کو بھول جاؤ اور سب کے لئے محنت کرو" (لندن کے بہائیوں کو پیغام اکتوبر ۱۹۱۱ء)

خود شناسی

"حضرت بہاآءاللہ بار بار اِس بات کی ہدایت فرماتے ہیں کہ انسان اُن کمالات کو جو اس میں پوشیدہ ہیں پوری طرح ظاہر کرے. یعنی اُس حقیقی اندرونی نفس کو جو محدود بیرونی نفس سے علیحدہ ہے۔ یہ بیرونی نفس زیادہ سے زیادہ ایک ہیکل ہے اور اکثر حقیقی انسان کے لئے قید خانہ ہے. کلماتِ مکنونہ میں فرمایا:-

"اے پسرِ وجود! قدرت کے ہاتھوں سے میں نے تجھے بنایا ہے اور طاقت کی انگلیوں سے تجھے پیدا کیا ہے. اپنے نور کا جوہر میں نے تجھ میں رکھا ہے. اِس لئے اِس کے سوا اور کسی چیز پر بھروسہ نہ رکھ. کیونکہ میری صنعت کامل اور میرا حکم نافذ ہے. اِس میں شک نہ لا اور کسی شبہ کو جگہ نہ دے."

"اے پسرِ روح! میں نے تجھے غنی پیدا کیا پھر تو کیوں اپنے آپ کو مفلس بناتا ہے میں نے تجھے شریف بنایا پھر تو کیوں اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔ جوہرِ علم سے میں نے تجھے ظاہر کیا پھر کیوں تو میرے سوا کسی اور کا متلاشی ہے۔ محبت کی مٹی سے میں نے تجھے گوندھا۔ پھر تو کیوں دوسرے کا گرویدہ ہے۔ اپنی نگاہ کو اپنے میں پھیر تاکہ تو مجھے اپنے میں قائم، قادر، مقتدر اور قیوم پائے۔"

"اے میرے بندے! تو ایک پُر جوہر تلوار کی مثل ہے جو ایک تاریک غلاف میں چھپی ہوئی ہو اور اس لئے اس کی قدر جوہریوں پر پوشیدہ رہے۔ پس نفس و ہویٰ کے غلاف سے باہر آ تاکہ تیرا جوہر اہلِ جہان پہ ظاہر اور روشن ہو جائے۔"

"اے میرے دوست! تو میرے آسمانِ قدس کا آفتاب ہے۔ اپنے آپ کو دنیوی آلائش سے آلودہ نہ کر۔ غفلت کے پردے کو پھاڑ تاکہ بے پردہ و حجاب بادل کے پیچھے سے باہر آئے اور تمام موجودات کو زندگی کی خلعت سے آراستہ کرے۔"

جس زندگی کی طرف حضرت بہاء اللہ اپنے پیرؤوں کو بلاتے ہیں وہ فی الحقیقت ایسی اعلیٰ شرافت کی زندگی ہے کہ انسانی امکان کے وسیع سلسلہ میں اس سے بڑھکر کوئی مقام نہ تو اونچا ہے اور نہ خوبصورت ہے کہ انسان اس کے حاصل کرنے کا متمنی ہو۔ اپنے آپ میں روحانی نفس کی شناخت سے مراد اس اعلیٰ صداقت کی شناخت ہے کہ ہم خدا سے ہیں اور خدا ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ یہ خدا کی طرف لوٹنا ہر بہائی کی شاندار منزلِ مقصود ہے۔ اس منزلِ مقصود تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے برگزیدہ مظاہر کی اطاعت کریں خصوصاً اس کے اس مظہر کی جس کے دور میں ہم رہ رہے ہیں اور وہ بہاء اللہ ہے جو نئے دور کا مظہر الٰہی ہے۔

چھٹا باب

دُعا یا نماز

"نماز ایک سیڑھی ہے جس کے ذریعے
ہر کوئی آسمان تک پہنچ سکتا ہے"
(حضرت محمدؐ)

خُدا کے ساتھ مکالمہ

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ :-
"دُعا یا نماز خدا کے ساتھ راز و نیاز ہے"

اپنی مشیت کو ظاہر کرنے کے لئے خدا اپنے بندوں کے ساتھ ایسی زبان میں کلام فرماتا ہے جسے وہ سمجھ سکتے ہوں اور یہ وہ اپنے پاک نبیوں کے ذریعے کرتا ہے. جب تک یہ نبی اس دنیا میں جسم کے ساتھ زندہ رہتے ہیں وہ لوگوں کے ساتھ روبرو بات چیت کرتے ہیں. اور اُن کی غیبت یا صعود کے بعد اُن کا پیغام لوگوں کو اُن کے لکھے ہوئے کلام اور کتابوں کے ذریعہ پہنچتا رہتا ہے. مگر یہی ایک ذریعہ نہیں جس کے ساتھ خدا انسانوں کے ساتھ بات چیت کرتا ہے. ایک روحانی زبان ہے جو بولنے یا لکھنے کی محتاج نہیں. جس کے ذریعے خدا حقیقت کے متلاشیوں کے ساتھ ہمکلام ہوتا اور انہیں مُلہم کرتا ہے. یہ لوگ خواہ کہیں بھی ہوں اور اُن کی قوم اور زبان خواہ کچھ ہی ہو اِسی زبان کے ذریعے ظہورِ الٰہی اس مادی دُنیا سے گذر جانے کے بعد اپنے

مومنین سے گفتگو کرتا رہتا ہے ۔حضرت مسیح مصلوب ہونے کے بعد بھی اپنے شاگردوں سے بات چیت کرتے اور انہیں ملہم کرتے رہے یقیناً اُسوقت وہ اُن پر پہلے سے بھی زیادہ اثر انداز ہوئے۔ دوسرے انبیا کے وقت بھی ایسا ہی ہوا ۔حضرت عبدالبہآء نے اِس رُوحانی زبان کے بارے میں بہت سے بیانات فرمائے ہیں ۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں :-

"ہمیں آسمان کی زبان یعنی روحانی زبان میں بات چیت کرنی چاہیئے ۔کیونکہ روح اور قلب کی بھی ایک زبان ہے یہ ہماری زبان سے ایسی ہی مختلف ہے جیسے ہماری زبان حیوانوں کی زبان سے مختلف ہے جو اپنے آپ کو چیخوں اور آوازوں سے ظاہر کرتے ہیں ۔ روح کی زبان ہی خدا سے بات چیت کرتی ہے ۔ نماز میں جب ہم تمام بیرونی چیزوں سے آزاد ہوکر خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں اُسوقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنے قلوب میں خدا کی آواز سُن رہے ہیں بغیر الفاظ کے ہم بولتے ہیں ۔ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور خدا سے بات چیت کرتے ہیں اور جواب پاتے ہیں ...... ہم سب ایک سچی روحانی حالت پر پہنچکر خدا کی آواز کو سُن سکتے ہیں ۔" (مس ایتھل جے روزنبرگ کے ساتھ گفتگو میں ایسا فرمایا)

حضرت بہآءاللہ فرماتے ہیں کہ بلند و اعلیٰ روحانی حقیقتیں صرف رُوحانی زبان کے ہی ذریعہ ہم سمجھ سکتے ہیں ۔ لکھنا یا بولنا اُس کے لئے کافی نہیں ایک چھوٹی سی کتاب "ہفت وادی" میں جسمیں آپ دنیوی منازل سے آسمانی منازل کے سفر کی تشریح فرماتے ہیں ، اِس سفر کے آخری مدارج کا حال لکھتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ :-

"زبان ان کے بیان سے عاجز اور الفاظ قاصر ہیں ۔قلم اِس

بارگاہ میں بے کار اور روشنائی سوائے سیاہی کے اور کچھ پھل نہیں دیتی۔۔۔۔۔۔ اہل حال کی حالت کا حال دل سے ہی دل کو بتایا جا سکتا ہے۔ قاصد کا یہ کام نہیں اور نہ ہی خطوط میں اس کی گنجایش ہو سکتی ہے۔ ۱۳

حالتِ خضوع

اُس روحانی حالت کو حاصل کرنے کے بارے میں جس میں ہم خدا سے بات چیت کر سکتے ہیں، حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"اس حالت کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں دُنیا کے کُل لوگوں اور چیزوں سے انقطاعِ کلّی حاصل کر کے خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ اس حالت کو حاصل کرنے کے لئے جدّ و جہد کی ضرورت ہے مگر ہمیں اس کے لئے محنت اور مشقّت کرنی چاہئے۔ ہم اسے اس طرح حاصل کر سکتے ہیں کہ ہم دنیوی اور مادّی چیزوں کا کم خیال کریں اور روحانی چیزوں کا زیادہ۔ جتنا ہم ایک سے دور ہوتے جائیں گے دوسری کے نزدیک ہوتے چلے جائیں گے کرنا یا نہ کرنا ہمارے اختیار میں ہے۔

ہماری رُوحانی بصیرت اور باطنی آنکھیں کھُلنی چاہئیں تاکہ ہم خداوند کی روح کی آیات اور بیّنات ہر چیز میں دیکھ سکیں ہر چیز ہمیں روح کے نور کا پرتو دکھا سکتی ہے۔"

(مِس ایتھل۔جے روزنبرگ کے ساتھ گفتگو میں فرمایا)

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں :-

"سب سے بلند و بالا تر حالت دُعا کی حالت ہے۔ دُعا مانگنا خدا سے راز و نیاز کرنا ہے۔۔۔۔۔۔ دعا مانگنے والے کے لئے لازمی ہے کہ

وہ انقطاعِ کلّی۔ تسلیم و رضا۔ استغراق توجّہ اور روحانی ذوق و شوق کے ساتھ دُعا مانگے...... رسمی اور رواجی دُعائیں جو دِل کی تہ سے نہیں اُٹھتیں بے کار ہیں۔

آدھی رات کی دُعا کیسی پیاری اور لُطف اندوز۔ کس قدر اطمینان بخش اور رُوح افزا ہوتی ہے۔ جب دوسروں کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ دُعا مانگنے والے کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ جب دوسروں کے کان بند ہوتے ہیں نمازی کے کان نغماتِ الٰہی کے مزے لیتے ہیں۔ جب دوسرے گہری نیند میں سوئے ہوتے ہیں اُس محبوب یکتا کا عاشق بیدار ہوتا ہے۔ اُس کے ارد گرد ایک عجیب و غریب راز و نیاز سے پُر خاموشی پھیلی ہوتی ہے۔ اور یہ خدا کا پجاری قدرت اور صاحب قدرت کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہوتا ہے۔"

(میرزا احمد سہراب کا روزنامچہ ۲۔ستمبر ۱۹۱۴ء)

وسیلہ کی ضرورت

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلے کا ہونا لازمی ہے۔ ایسا وسیلہ جو انوارِ الٰہی کی کامل روشنی پاکر جہانِ انسان پر اُسے اس طرح منعکس کرتا ہے جیسے زمین کی فضا سورج کی حرارت کو پاکر اُسے زمین کی ہر چیز پر پھیلا رہی ہے۔"

(ڈیوائن فلاسفی ص)

دُعا مانگتے وقت ہمیں ایسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے جس پر ہم اپنی توجہ کو جمع کر سکیں۔ جب ہم خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو ہمیں اپنے دل کو کسی مرکز کی طرف لگانا پڑتا ہے۔ اگر ایک شخص خدا کی بندگی اس کے ظہور کے بغیر کرنا چاہتا ہے تو اُسے خدا کا کچھ نہ کچھ خیال باندھنا پڑتا ہے۔ یہ خیال خود اس کے دماغ کی اختراع ہوتا ہے۔ چونکہ محدود، لامحدود کو گھیر نہیں سکتا۔ اس لئے خدا اس طرح ایک محدود خیال سے گھیرا نہیں جا سکتا۔ جو کچھ انسان اپنے دِل میں خیال کرتا ہے وہ اس خیال کو سمجھ سکتا ہے مگر جو

وہ سمجھتا ہے وہ اُس کا خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا کا جو کچھ بھی خیال انسان گھڑتا ہے وہ محض اُس کا تصوّر۔ خیال اور وہم و گمان ہوتا ہے۔ اِس خیال اور اُس قادرِ مطلق کے درمیان ایک ذرّہ بھر بھی تعلق نہیں ہوتا۔

اگر کوئی خدا کو جاننا چاہتا ہے تو وہ اُسے اُس کے مکمل آئینے مثل حضرت بہاء اللہ اور حضرت مسیح میں دیکھے۔ اِن آئینوں میں ہی وہ آفتاب الوہیت کو پرتو فگن دیکھ سکتا ہے۔

جس طرح مادّی سورج کو ہم اُس کی روشنی اور حرارت سے جان سکتے ہیں اسی طرح ہم رُوحانی سورج یعنی خدا کو جب وہ اپنے ظہور کی ہیکل سے اپنے صفات کی کاملیت، اپنے اسماء کے حُسن اور اپنے نور کی درخشنی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے جان سکتے ہیں" (۱۹۰۹ میں مسٹر پی وُڈ کاک سے عکہ میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"جب تک روح القدس کا وسیلہ درمیان میں نہیں ہوتا کوئی شخص خدا کی عنایات اور اُس کے فضل کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اِس صریح صداقت کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اظہر من الشمس ہے کہ ایک بچہ اُستاد کے بغیر تربیت حاصل نہیں کر سکتا۔ زمین مینہ کے بغیر گھاس اور سبزہ سے کبھی لہلہا نہیں سکتی۔

روشنی کا ایک مرکز ہے۔ اگر کوئی شخص اسے مرکز کی بجائے کسی اور جگہ تلاش کرتا ہے تو وہ اُسے کبھی نہیں پا سکتا۔ ..... ذرا مسیح کے زمانے کا خیال کریں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ بلا مسیحائی فیوض کے وہ حقیقت کو پا سکتے ہیں مگر اُن کا یہ گمان ہی اُن کی محرومیت کا باعث ہوا۔" (حضرت عبدالبہاء کی انگریزی الواح جلد ۳ ص ۵۹۱-۵۹۲)

اُس شخص کی مثال جو خدا کی اُس کے ظہور کے بغیر پرستش کرنا چاہتا ہے اُس شخص کی مانند ہے جو اندھیری کوٹھڑی میں رہ کر اپنے تصوّر کے ذریعے آفتاب کی دھوپ کے مزے اڑانے کی کوشش کرتا ہے۔

دُعا مانگنا یا نماز پڑھنا فرض اور لازمی ہے

بہائیوں کے لئے دُعا مانگنا صریح اور اٹل لفظوں میں فرض قرار دیا گیا ہے۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے:
"صبح اور شام کلام اللہ کی تلاوت تم پر فرض ہے۔ جو لوگ اس فرض کو پورا نہیں کرتے وہ میثاقِ الٰہی اور عہدِ خداوندی سے بے وفائی کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو آج اس سے رُخ پھیرتے ہیں وہ اُن میں سے ہیں جو خدا سے دور ہیں۔ اے اہلِ بہاء! خدا سے ڈرو۔
خبردار! کثرتِ قرأت اور رات دن اعمال میں مشغول رہنا بھی تمہیں مغرور اور متکبر نہ بنا دے۔ ایک آیت کو رَوح و رَیحان سے پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم خدائے قادرِ مطلق کے سارے کلام کو بے پروائی سے پڑھو۔ الواحِ الٰہی کو اس حد تک پڑھو کہ اُس سے تمہیں کسل یا تھکان محسوس نہ ہو۔ اپنی روح پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ یہ تھک کر پژمردہ ہو جائے بلکہ اسے تازہ کرو تاکہ یہ آیات کے بازوؤں سے پرواز کر کے مطلعِ بیّنات تک پہنچ جائے۔ اس سے تمہیں خدا کا قرب حاصل ہوگا۔ اگر تم اُن میں سے ہو جو سمجھتے ہیں۔"

ایک خط کا جواب دیتے ہوئے حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:-
"اے روحانی دوست! آپ کو معلوم ہو کہ نماز پڑھنا اور دُعا مانگنا لازمی اور فرض ہے اور انسان کسی بھی وجہ سے اس سے معاف نہیں کیا گیا۔ سوائے اس کے کہ وہ دیوانہ ہو یا ایسی باتیں اس کی سدِّ راہ ہوں جن کا دور کرنا ناممکن ہو۔"

(الواحِ عبدالبہاء (انگریزی) جلد ۳ صفحہ ۶۸۳)

ایک اور سائل نے پوچھا ہم دُعا کیوں مانگیں۔ اس میں بھلا کیا حکمت ہے خدا نے ہر ایک چیز بنائی ہے اور وہ اپنے سب کاموں کو بہترین ترتیب نظام کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ پھر اُس سے التجا کرنے۔ دُعا مانگنے اور اپنی ضروریات بیان کر کے اُس سے مدد مانگنے میں کیا حکمت ہے؟
حضرت عبدالبہاء نے جواب دیا:-

"واضح ہو کہ ایک عاجز کا ایک صاحبِ قوت سے ملتجی ہونا عین مناسب ہے اور ایک فضل کے طالب کا اس فضل و جلال کے مالک سے مانگنا ہی درست ہے۔ جب انسان اپنے مالک کی طرف لوٹ کر تضرع و زاری کرتا ہے اور اس کے بحرِ فضل سے اس کے کرم کا جویا ہوتا ہے تو اس کی یہ تضرع و زاری اس کے دل کو نور سے بھر دیتی ہے۔ اس کی بصیرت کو منور کرتی ہے۔ اس کی روح کو زندگی اور اس کے نفس کو بزرگی عطا کرتی ہے۔

جب آپ خدا سے یہ کہکر دعا مانگتے ہیں کہ تیرا نام میرے لئے شفا ہے تو سوچیں کہ اس وقت آپ کا دل کس قدر خوشی سے بھر جاتا ہے۔ آپ کی روح خدا کی محبت کے نفحات سے وجد میں آتی ہے اور آپ کا قلب ملکوتِ الٰہی کی طرف کھنچتا ہے۔ ان جذبات سے انسان کی قابلیت اور لیاقت بڑھتی ہے۔ برتن کے بڑا ہونے سے پانی بھی بڑھ جاتا ہے اور جتنی پیاس زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر بادل کا فیض انسان کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس میں دعا مانگنے اور اپنی ضروریات کو بیان کرنے کا راز مخفی ہے۔" (ایک امریکن بہائی کے نام لوح جس کا ترجمہ علی قلی خان نے ۱۹۰۶ء میں کیا)

دُعا محبت کی زبان ہے

ایک اور سائل کو جس نے پوچھا تھا کہ جب خدا سب کے دل کی خواہشات سے واقف ہے تو دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے جواب دیا:

"اگر ایک دوست اپنے دوست سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتا ہے اگرچہ اس کو یہ علم ہے کہ اس کا دوست اس کی محبت سے واقف ہے۔ مگر پھر بھی وہ اپنے پیار کو ظاہر کرنا چاہتا ہے ....

خدا بے شک سب کے دلوں کی خواہشات سے واقف ہے مگر دعا مانگنے کا جذبہ ایک فطرتی جذبہ ہے جو محبتِ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ دعا لفظوں سے ہی مانگی جائے بلکہ خیال اور حال سے بھی مانگی جاتی ہے۔ اگر محبت اور شوق نہیں تو جبراً ان کو پیدا کرنا بے کار ہے۔

محبت کے بغیر الفاظ کچھ بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص آپ سے اِس طرح گفتگو کرے کہ وہ آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا اور آپ کی ملاقات سے اُسے کوئی لگاؤ یا مسرت نہیں تو کیا آپ ایسے شخص سے گفتگو کرنا پسند کریں گے۔"

(جون سنہ ۱۹۱۱ء کے فارٹنائٹلی ریویو میں مس ای۔ ایس سٹیونس کا مضمون)

ایک اور وقت دورانِ گفتگو میں آپ نے فرمایا :-

بہترین دُعا وہ ہے جو انسان صرف خدا کی محبت کی خاطر مانگتا ہے نہ اسلئے کہ وہ اُس سے ڈرتا ہے یا جہنم و عذاب کا اُس کو خوف ہے یا بہشت اور ثواب کی اُس کو اُمید ہے .... جب ایک شخص کسی انسان کا عاشق ہوتا ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے معشوق کا نام نہ لے۔ پھر اُس شخص کو جو خدا کا عاشق ہو اُس کا نام لینے سے روکنا کس قدر ناممکن ہے .... رُوحانی انسان کو سوائے خدا کی یاد کے اور کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔ (مس آلما رابرٹسن اور دیگر زائرین کی جو نومبر اور دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء میں آئے انکی ڈائری)

دُعا یا عبادت باجماعت

(مل کر دعا مانگنے یا نمازِ باجماعت کے بارے میں حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جب چاہوں خدا سے دُعا مانگ سکتا ہوں خصوصاً اُس وقت جب میرا دل خدا کی طرف کھنچا ہوا ہو۔ اُسوقت خواہ میں بیابان میں یا شہر میں یا کسی اور جگہ۔ میں وہاں کیوں جاؤں جہاں اور لوگ بھی ایک خاص دِن اور ایک خاص وقت دُعا مانگنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ حالانکہ میری حالت اُس وقت ایسی نہیں کہ میں دُعا مانگوں۔ اِس قسم کے خیال کرنا بیہودگی ہے۔ کیونکہ جہاں بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں اثر زیادہ ہوتا ہے۔ علیحدہ علیحدہ سپاہی اکیلے لڑتے ہوئے ایک متحدہ فوج کی سی قوت نہیں رکھتے۔ اِس روحانی جنگ میں اگر سب سپاہی اکٹھے ہوکر لڑیں تو اُن کے متحدہ رُوحانی خیالات ایکدوسرے

مدد کرتے ہیں اور اُن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔" (دس اٹھیں ۱۹جے روز بزرگ کی ڈائری سے)

بلاؤں سے نجات

انبیاء کی تعلیمات کے مطابق بیماری اور تمام دوسری آفتیں خدا کے احکام کی نافرمانی سے وارد ہوتی ہیں۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ سیلاب۔ طوفان اور بھونچال بھی اسی سبب سے آتے ہیں۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں :۔

اس قسم کے واقعات کے واقع ہونے کا سبب یہ ہے کہ کائنات کے اجزاء میں آپس میں تعلق ہے۔ ہر ایک چھوٹا حصّہ بڑے حصّے سے تعلق رکھتا ہے اور جو واقعہ ایک پر اثر انداز ہوتا ہے وہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی آپس کے تعلق کے سبب انسان کے اعمال بھی ایکدوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً دو قوموں میں جھگڑا ہوتا ہے۔ یہ جھگڑا صرف خیالات کا تضاد ہوتا ہے۔ اس کا کوئی مادی وجود نہیں ہوتا۔ یعنی یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جسے ہم چھو سکیں یا دیکھ سکیں مگر اس جھگڑے کا اثر مادی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ اور ہزاروں آدمی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان خدا کے ساتھ اپنے وعدے کے خلاف عمل کرتا ہے یا یوں کہو کہ جب وہ میثاق کو توڑتا ہے تو اس کا نتیجہ مادی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور کسی نہ کسی بلا کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔" (روزانہ سبق جو عکہ میں ملے ص۱۵۲)

مگر گناہ کے بعد جو مصیبت آتی ہے اس سے بدلہ لینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ یہ تربیت کرنے اور سبق دینے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ انسان کے لئے خدا کی آواز ہوتی ہے جو یہ کہتی ہے کہ وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا ہے۔ اگر تکلیف زیادہ ہوتی ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ گناہ کرنے کا خطرہ اور بھی زیادہ ہیبت ناک ہے۔ کیونکہ "گناہ کی مزدوری موت ہے"

پس جس طرح مصیبت نافرمانی کا نتیجہ ہے اسی طرح نجات فرمانبرداری

کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ خدا سے منہ موڑنا ہمیشہ مصیبت اور بلا کا سبب ہوتا ہے اور خدا کی طرف متوجہ ہونا لازماً اس کی رحمت اور کرم کا باعث ہے۔ چونکہ کُل نوع انسان ایک جسم کی مانند ہے۔ اس لئے کسی شخص کی بہتری اور بہبودی صرف اس کے اپنے رویّہ پر منحصر نہیں بلکہ اُس کے پڑوسیوں کے رویّہ کا بھی اس میں بہت سا دخل ہے اگر ایک شخص غلطی کرتا ہے تو سب کے سب کم و بیش تکلیف میں پڑتے ہیں اس کے برعکس اگر ایک آدمی کوئی اچھا کام کرتا ہے تو سب اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہر شخص کو ایک حد تک اپنے پڑوسی کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے اور بہترین انسان وہ ہے جو سب سے بڑا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ اولیاء اللہ نے ہمیشہ بہت بڑی بڑی تکلیفیں سہی ہیں۔ انبیاء نے ایسی تکلیفیں برداشت کیں جو کسی نے بھی برداشت نہیں کیں۔ حضرت بہاء اللہ کتاب ایقان میں فرماتے ہیں:" یہ آپ نے سنا ہی ہے کہ ہر ایک نبی اور اس کے اصحاب نے

کیسی کیسی تکلیفیں سہی ہیں جیسے مفلسی۔ بیماری اور حقارت اور کس طرح اُن کے ماننے والوں کے سر بطور تحفہ شہروں کو بھیجے گئے۔"

اس کا سبب یہ نہیں کہ اولیاء اور انبیائے الٰہی دوسرے لوگوں کی طرح سزا کے مستوجب ہوتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ دوسروں کے گناہوں کے بدلے تکلیف اٹھاتے ہیں اور خود اس تکلیف کو اوروں کی خاطر پسند فرماتے ہیں۔ اُن کا مدعا اپنی نہیں بلکہ دنیا کی بھلائی کرنا ہوتا ہے۔ نوع انسان کے عشاق کی دعا یہ نہیں ہوتی کہ وہ خود مفلسی۔ بیماری اور بلا سے بچیں بلکہ وہ تو یہ دعا مانگتے ہیں کہ سب انسان جہالت اور گناہ اور اُن کے بُرے نتائج سے چھوٹ جائیں۔ اگر یہ لوگ اپنے لئے صحت اور دولت کے طلبگار ہوتے ہیں تو اس سے اُن کا مدعا خدا کی بادشاہت کی خدمت کرنا ہوتا ہے اور اگر جسمانی صحت اور دنیوی دولت انہیں نہیں دی جاتی تو وہ نہایت خالص خوشی سے اپنی قسمت پر شاکر

رہتے ہیں۔ اُن کو اِس بات کا کامل یقین ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ اُن پر وارد ہوتا ہے وہ عین حکمت اور سراسر بہتری ہے۔

حضرت عبد البہاؑ فرماتے ہیں:۔

"رنج و غم محض اتفاقاً ہم پر وارد نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے ہماری تکمیل کے لئے ہمیں بھیجتا ہے۔ جب رنج و غم آتا ہے تو انسان اپنے باپ کو جو آسمان پر ہے یاد کرتا ہے جو اُسے ذلت سے نجات دے سکتا ہے جسقدر ایک شخص کو دُکھ پہنچتا ہے اُسی قدر زیادہ وہ رُوحانی خوبیوں کے پھل ظاہر کرتا ہے۔" (پیرس ٹاکس ۵۰ ؁)

بادی النظر میں یہ انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجرم کی بجائے ایک بے گناہ تکلیف اُٹھائے۔ لیکن حضرت عبد البہاؑ ہمیں اِس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ یہ ظلم صرف ظاہر میں ہی ہوتا ہے اور آخر کار کامل انصاف ظاہر ہو کر رہتا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

ننھے بچوں اور ضعیفوں کے بارے میں جو ظالموں کے ظلم کا نشانہ ہوتے ہیں .... اِن ارواح کو ایک دوسری دُنیا میں اجر ملتا ہے ...... زحمت درحقیقت خدا کی ایک بہت بڑی رحمت ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں خدا کی وہ رحمت اس دُنیائے فانی کی تمام راحتوں ترقیوں اور عیش و آرام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے"۔ (الواح حضرت عبد البہاؑ انگریزی جلد دوم ۳۳۷ ؁)

دُعا اور قانونِ قدرت

اکثر لوگوں کو یہ یقین کرنے میں کہ دُعا میں اثر ہے مشکل پیش آتی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ دُعا کے قبول ہونے سے قوانین میں مداخلت بیجا واقع ہو گی۔ مفصلہ ذیل مثال اِس مشکل کو دور کر دے گی۔ اگر ہم مقناطیس کو لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے اوپر پکڑ کر رکھیں تو یہ ٹکڑے اُڑ اُڑ کر اُس کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔ مگر کشش ثقل کی قوت میں کبھی کوئی مداخلت واقع نہیں ہوتی۔ کشش ثقل لوہے کے

ٹکروں پر پہلے کی طرح ہی عمل پیرا ہوتی ہے۔ ہوا صرف یہ کہ اُس سے ایک اعلیٰ قوت کار پرواز کی گئی ہے۔ جس کا عمل بھی ایسا ہی باقاعدہ اور مقررہ ہے جیسا کہ کششِ ثقل کا ہے۔ اہلِ بہائی کا عقیدہ ہے کہ دعا اُن اعلیٰ قوتوں کو حرکت میں لاتی ہے جو نسبتاً اسوقت تک بہت کم معلوم ہوئی ہیں۔ مگر یہ مان لینے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ یہ قوتیں اپنے عمل میں کسی قاعدے کی پابند نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم نے ان کا اچھی طرح سے مطالعہ نہیں کیا اور تجربوں سے ان کی تفتیش نہیں کی ہم اپنی جہالت کے سبب اِن کا عمل سمجھ نہیں سکتے اور ہم اسے عقل سے باہر خیال کرتے ہیں۔

ایک اور مشکل ان لوگوں کی گھبراہٹ کا باعث ہوتی ہے جن کا خیال ہے کہ دعا سی کمزور قوت وہ بڑے نتائج پیدا نہیں کرسکتی جو اکثر اس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ یہاں بھی ایک مثال اِس مشکل کو دور کرنے میں مدد دیگی کسی ذخیرۂ آب کے بھرنے کو اگر ایک چھوٹی سی قوت لگا دیجائے تو وہ پانی کی بڑی قوت کو آزاد کر کے قابو میں رکھ سکتی ہے۔ یا یہی چھوٹی سی قوت اگر جہاز کے سکان پر لگا دی جائے تو بڑے سے بڑے جہاز کو قابو میں رکھکر اُسنے اُس کے راستہ پر چلاتی ہے۔ بہائی عقیدہ کے مطابق وہ قوت جو دعا کو قبول کراتی ہے وہ خدا کی لامحدود قوت ہے۔ دعا مانگنے والے کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ اپنی کمزور قوت سے فضلِ الٰہی کی روانی یا اُس کے رو کو چھیڑ دے۔ اِس میں شک نہیں کہ خدا کا فضل اُن لوگوں کے کام آنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے جنہوں نے یہ جان لیا ہے کہ وہ کس طرح اس سے مدد حاصل کرسکتے ہیں۔

بہائی دُعائیں حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہاء نے بیشمار دُعائیں نازل فرمائی ہیں تاکہ اُن کے ماننے والے مختلف وقتوں اور مختلف مقاصد کے لیئے دعا مانگ سکیں۔ اس کلامِ پاک کے معانی کی عظمت اور اُس کی روحانیت کی گہرائی ہر سالکِ صادق کے دِل پر ضرور

اثر کرتی ہے۔ مگر اِس کے معانی اور اس کی قوّتِ نفوذ اسی وقت پوری طرح محسوس ہوتی ہے جب اِس کا پڑھنا روزانہ زندگی کا ایک باقاعدہ اور اہم فرض کر لیا جاتا ہے۔ جگہ کی قلت ہمیں اِس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ہم اِن مناجاتوں میں سے صرف چند ایک یہاں درج کریں۔ مگر ہمیں اُمید ہے کہ ناظرین اِن کو پڑھکر اور دُعاؤں اور مناجاتوں کو اصل کتابوں سے پڑھنے کی کوشش کرینگے۔

"الٰہی! اپنے جمال کو میری غذا اور اپنے قُرب کو میرا شربت بنا۔ اپنی رضا میں مجھے فنا کر اور میرے اعمال تیرے احکام کے مطابق ہوں۔ میری خدمت اور دُعا تیری حضوری میں قبول ہو اور میرا عمل تیری توصیف و تمجید کا عنوان ہو۔ میں صرف تجھ سے ہی مدد کا طلبگار رہوں اور میرا گھر تیرے رہنے کا مقدس مقام ہو بیشک تو ہر جگہ حاضر ناظر اور محبوب ہے۔" (حضرت بہاء اللہ)

"اے میرے پروردگار! میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تونے مجھے اِس لئے پیدا کیا ہے کہ میں تجھے پہچانوں اور تیری پرستش کروں۔ میں اِسوقت اپنے عجز اور تیری قوت اپنے فقر اور تیری غنا کا اقرار کرتا ہوں۔ بیشک تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ تو ہے محافظ و مہیمن اے خدا۔" (حضرت بہاء اللہ)

"الٰہی الٰہی۔ اپنے بندوں کے دلوں کو جوڑ اور اُن پر اپنا مقصدِ عظیم ظاہر کر۔ وہ تیرے احکام کو ماننے والے اور تیری شریعت پہ چلنے والے بنیں۔ اے پروردگار! اُن کی جدّ و جہد میں تو اُن کی مدد فرما۔ اور انہیں اپنی خدمت کی توفیق عطا فرما۔ انہیں اُن کے حال پر مست چھوڑ بلکہ نورِ معرفت کی طرف اُن کی رہنمائی کر اور اُن کے دلوں کو اپنی محبت سے مسرور کر۔ بیشک تو توفیق بخشنے والا اور مالک ہے۔" (حضرت بہاء اللہ)

"اے خدائے مہربان! تو نے کُل نوعِ انسان کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا ہے۔ تیرا یہ حکم ہے کہ سب ایک ہی خانوادہ بن کر رہیں۔ تیرے مقدس حضور میں وہ سب تیرے بندے ہیں اور کُل انسان تیرے عہد کے سایہ تلے محفوظ ہیں۔ سب تیرے دسترخوانِ فیض میں کھانیوالے اور تیرے نورِ فضل سے منور ہیں۔"

"اے پروردگار! تو سب پر مہربان ہے اور سب کا پروردگار ہے سب کی پناہ ہے اور سب کو تو نے ہی زندگی عطا فرمائی ہے۔ تو نے ہی سب کو قوت و قابلیت عطا کی ہے اور سب تیری ہی رحمت کے سمندر میں غرق ہیں؛

"اے مہربان خدا۔ سب کو متحد کر۔ اپنے دین کو کُل اقوام کا متحد و متفق کرنے والا بنا تاکہ وہ ایکدوسرے کو ایک ہی خاندان کے افراد سمجھیں اور ساری زمین کو ایک گھر جانیں۔ اے خدا سب کو کامل اتحاد کے ساتھ اکٹھا رہنے کی توفیق عطا فرما۔

"الٰہی! وحدتِ الٰہی کے جھنڈے کو بلند کر۔ اے پروردگار۔ عالمگیر امن کو قائم کر۔ اے محبوب۔ سب کے دلوں کو آپس میں جوڑ دے۔

"اے مہربان باپ! اے خدا! اپنی ہدایت کے نور سے ہماری آنکھوں کو روشن کر۔ اپنے کلام کی شیرینی سے ہمارے کانوں کو لذت بخش اور اپنی قدرت کے حصار میں ہم سب کو محفوظ رکھ۔ اے خدا بیشک تو قادر و توانا۔ غفار۔ واحد لاشریک ہے۔ اور ہر انسان کی کمزوری میں اُس کا پردہ پوش و محافظ ہے۔" (حضرت عبدالبہاء)

"اے قادرِ مطلق! بیشک میں گنہگار ہوں اور تو آمرزگار ہے۔ میں خطاؤں کا پُتلا اور تو رحمت کا سرچشمہ ہے۔ معصیت کی تاریکیوں میں بھٹکنا میری عادت اور عفو و غفران تیری شان ہے۔ اے رحمٰن!

میرے گناہوں کو بخش دے اور اپنے فیوضات مجھے عطا کر۔ میری کمزوریوں کو ڈھانپ اور مجھے پناہ بخش۔ اپنے تحمل و بردباری کے سمندر میں مجھے غرق کر اور میرے دکھوں اور بیماریوں کو دور کر دے۔

"مجھے پاک و مقدس بنا۔ اپنے نورِ تقدس کا صدقہ کچھ مجھے بھی عطا کر تاکہ رنج و غم کا فور اور مسرت و شادمانی کا نزول ہو۔ یاس اور نا اُمیدی آس و توکل سے بدل جائے اور خوف و ہراس کی جگہ جرأت و دلجمعی نصیب ہو۔" (حضرت عبد البہاء)

"اے ربِ رحمٰن! مجھے ایک ایسا دل عطا کر جو آئینہ کی طرح تیرے نورِ محبت سے منور ہو اور مجھے ایسے خیالات بخش جو دنیا کو تیرے فیضِ روحانی کے ذریعے ایک گلشن میں بدل دیں۔ تو رحیم ہے۔ رحمٰن ہے اور ذو الفضل العظیم ہے۔" (حضرت عبد البہاء)

بہائی دعائیں اگرچہ بہت ضروری ہیں لیکن یہ صرف مقررہ اور لکھے ہوئے الفاظ تک ہی محدود نہیں ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی تعلیم کے مطابق انسان کی ساری ہی زندگی دعا ہونی چاہیئے۔ روزانہ کام کو صحیح جوش و شوق سے کیا جائے تو یہ بھی نماز ہے۔ ہر ایک خیال۔ لفظ اور عمل جو خدا کے جلال کو بڑھانے اور بندوں کی خدمت کرنے میں صرف کیا جائے صحیح معنوں میں دعا و نماز ہے۔ [1]

---

[1] گناہوں سے بخشش مانگنے کی دعا کو گیارہویں باب میں دیکھیں۔

"خدا کی طرف توجہ پھیرنے سے رُوح، قلب اور بدن کو صحت حاصل ہوتی ہے۔"

(حضرت عبدالبہاء)

جسم اور رُوح

بہائی تعلیمات کے مطابق انسانی جسم ارتقائے روح کے لئے ایک عارضی مقصد پورا کرتا ہے۔ اور جب یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے تو اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جس طرح انڈے کا خول چوزے کی نشو و نما کے لئے ایک عارضی مقصد پورا کرتا ہے اور جب وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے تو یہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسے ترک کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ مادی جسم کے لئے بقا نہیں۔ کیونکہ یہ ایک مرکب چیز ہے جو ذرات اور برقیاروں سے بنا ہوا ہے۔ اور تمام بنی ہوئی چیزوں کی طرح جب اس کا وقت آتا ہے تو بگڑ جاتا ہے۔

جسم کو رُوح کا خادم ہونا چاہیئے۔ اسے اس کا مالک کبھی نہ بننے دینا چاہیئے۔ یہ مطیع۔ فرمانبردار۔ لائق خادم ہو۔ اور اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک بھی کیا جائے جیسا ایک اچھے خادم کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اگر اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا تو بیماری اور بلا کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا نتیجہ مالک اور خادم دونوں کے لئے برا ہوتا ہے۔

وحدت حیات

حیات کے اَنگِنت درجات اور اُس کی بیشمار شکلوں کی بنیادی وحدت حضرت بہاء اللہ کی اساسی تعلیمات میں سے ہے۔ ہماری جسمانی صحت ہماری رُوحانی۔ اخلاقی اور قلبی صحت سے اور دیگر انسانوں کی فردی اور اجتماعی صحت سے بلکہ حیوانات اور نباتات کی زندگی سے ایسی منسلک ہے کہ ایک کا دوسرے پر اِس سے کہیں بڑھ چڑھ کر اثر ہوتا ہے۔ جو عام طور پر محسوس کیا جاتا ہے۔

اِس لئے حضرت بہاء اللہ کا کوئی حکم خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ کے بارے میں ہو ایسا نہیں جس کا تعلق جسمانی صحت سے نہ ہو۔ مگر بعض تعلیمات میں جسمانی صحت کا خاص ذکر ہے۔ اور اِن تعلیمات کو ہم ذیل کی سطور میں پیش کرتے ہیں:۔

سادہ زندگی

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"موجودہ زمانے کی زندگی بہت پیچیدہ ہوگئی ہے اور ہم روز بروز اس کی پیچیدگی کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ انسانی ضروریات ختم ہوتی دکھائی ہی نہیں دیتیں۔ انسان جس قدر زیادہ جمع کرتا جاتا ہے اُتنا ہی اُس کا احتیاج زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اِس حالت سے آزادی کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چیزیں ہمارے دل کو پریشان کرتی ہیں اُن سے رُخ پھیر لیں ...... قانع آدمی کا قلب ہمیشہ مطمئن اور اس کے دل میں ہمیشہ سکون ہوتا ہے۔ وہ ایک بادشاہ کی طرح ہوتا ہے جس کی حکومت ساری دُنیا پہ ہو۔ یہ شخص کس خوشی اور مسرّت کے ساتھ اپنی سادہ غذا کو کھاتا ہے۔ کس آرام کی نیند سوتا ہے۔"

(میرزا احمد سہراب کی ڈائری۔ ستمبر اور اکتوبر ۱۹۱۳ء اور اگست ۱۹۱۴ء)

گوشت کھانے کی ممانعت نہیں مگر ایک سادہ نباتی غذا پہ بخیال ترحم اور صحت زور دیا گیا ہے۔ حضرت عبدالبہاء موجودہ حالات میں گوشت کو

بطور غذا کھانے کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
"آئندہ غذا پھل اور اناج ہوگی۔ ایک وقت آئے گا جب گوشت بالکل نہ کھایا جائے گا۔ علم طبابت ابھی اپنے بچپن میں ہے تو بھی اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہماری قدرتی غذا وہ ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہے۔

(جولیا ایم گرنڈی کی کتاب عکا، کی روشنی میں دس دن)

مسکرات اور منشیات

حضرت بہاء اللہ نے منشی اور مخدر اشیاء کو سوائے بیماری کی حالت میں بطور دوا پینے کے اور سب حالتوں میں حرام قرار دیا ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔ "اے غذا کے پیارو! تجربہ نے یہ دکھا دیا ہے کہ تمباکو، شراب اور افیون کے چھوڑ دینے سے قوت، صحت، روحانی مسرت، تیزی فہم اور جسمانی طاقت حاصل ہوتی ہے۔" (حضرت عبدالبہاء کی انگریزی الواح جلد ۳ صفحہ ۵۸۱ تا ۵۸۸)

لذائذ

بہائی تعلیمات اعتدال پر زور دیتی ہیں۔ ریاضت شاقہ نہیں سکھاتیں۔ دنیا کی اچھی اور نفیس چیزوں کو حاصل کرنے کی نہ صرف اجازت ہی دیتی ہیں بلکہ ترغیب دیتی اور تلقین کرتی ہیں۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"اپنے آپ کو ان چیزوں سے محروم نہ کرو جو تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں۔" ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:۔
"تم پر فرض ہے کہ بشارت اور مسرت تمہارے چہروں سے ظاہر ہو۔"

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔
"جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے وہ انسان کے لئے ہے جو اشرف المخلوقات ہے۔ اس کو خدا کی ان عنایات کے لئے شکر گذار ہونا چاہئے۔ تمام مادی چیزیں ہمارے لئے ہیں تاکہ شکر آمیز خضوع کے ذریعے ہم اپنی زندگی کو

ایک خدائی عنایت سمجھنا سیکھ جائیں۔ اگر ہم زندگی سے متنفر ہوتے ہیں تو ہم ناشکری کرتے ہیں۔ کیونکہ ہماری مادّی اور رُوحانی زندگی خدا کی رحمت کی ظاہر نشانیاں ہیں۔ پس ہمیں خوش رہنا چاہیئے اور اپنی زندگی کو دُنیا کی تمام چیزوں کی قدرشناسی کے ساتھ گذارنا چاہیئے۔" (ڈائیوائن فلاسفی صفحہ ۱۱)

اِس سوال کے جواب میں کہ جوئے اور لاٹریوں کی حُرمت جو بہائی تعالیم نے کی ہے کیا اِس کا اطلاق سب قسم کے کھیلوں پہ ہے؟

حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:۔

"نہیں۔ بعض کھیل ایسے ہیں کہ اگر تفریح کے طور پر اُنہیں کھیلا جائے تو اُن سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا مگر یہ ڈر ضرور ہے کہ تفریح کہیں تضیع اوقات نہ بن جائے۔ امر اللہ میں وقت کو ضائع کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں۔ مگر تفریح مثلاً ورزش جو بدن کے قویٰ کو بڑھاتی ہے اُس کی اجازت ہے۔"

(ایک آسمانی نظارہ (انگریزی کتاب) صفحہ ۹)

پاکیزگی اور صفائی

کتاب اقدس میں فرماتے ہیں:۔ "انسانوں میں تم جوہرِ پاکیزگی بن کر رہو۔ ہر حالت میں تمہارے آداب و اطوار مہذب اور مجلّیٰ ہوں۔ ...... تمہارے کپڑوں پر کوئی میل کچیل کا نشان تک نہ ہو۔ پاک اور مصفّیٰ پانی میں نہاؤ۔ جو پانی ایکدفعہ استعمال ہو چکا ہے اُس کو پھر استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ ...... بیشک ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں زمین پر مظاہرِ فردوس بنے دیکھیں تاکہ تم میں سے وہ (نفحات) پھیلیں جن سے مقبلین کے دِل خوش ہوں۔"

میرزا ابوالفضل اپنی کتاب حجج البہیہ صفحہ ۹ میں اِن احکام کی اہمیت کا ذکر فرماتے ہیں خصوصاً مشرقی ممالک میں جہاں خانہ داری۔ نہانے حتیٰ کہ پینے کے لئے بہت غلیظ پانی استعمال کیا جاتا ہے اور جہاں صفائی

بالکل نہیں ہے اور بہت سی ایسی بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں جن کا آسانی سے مداوا ہوسکتا ہے۔ یہ حالات جن کے بارے میں عموماً یہ خیال ہے کہ رائج الوقت دین ان کی اجازت دیتا ہے۔ اہل شرق کے درمیان صرف اُس ہستی کے حکم سے تبدیل کئے جاسکتے ہیں جس کے حق میں یہ یقین ہو جائے کہ وہ خدا کی طرف سے یہ باتیں کہتا ہے۔ اگر اس بات کے ماننے کے ساتھ کہ صفائی راستبازی کے نزدیک ہے یہ بھی مان لیا جائے کہ صفائی راستبازی کا ایک بہت بڑا جزء ہے تو بہت سے مغربی ممالک میں بھی ایک بہت بڑا انقلاب واقع ہوسکتا ہے۔

مظہر اللہ کی شریعت کی اطاعت کے نتائج

سادہ زندگی۔ صفائی۔ شراب اور افیون وغیرہ سے پرہیز کے بارے میں جو احکام ہیں اُن کی اہمیت اس قدر صریح ہے کہ وہ کسی توضیح کی محتاج نہیں۔ مگر ان کی ضرورت کا عموماً بہت کم خیال کیا جاتا ہے۔ اگر ان کا عام رواج ہوجائے تو اکثر متعدی بیماریاں اور بہت سے دوسرے امراض صفحۂ دُنیا سے گم ہوجائیں۔ جو بیماریاں صحت کے عام قوانین کی خلاف ورزی اور شراب و افیون کے استعمال سے واقع ہوتی ہیں وہ شمار سے باہر ہیں۔ علاوہ ازیں ان احکام کی اطاعت سے نہ صرف صحت کو فائدہ پہنچیگا بلکہ اس سے چال چلن کی درستی پر بھی بہت بڑا اثر ہوگا۔ شراب اور افیون انسان کے چلن اور اس کے جسم میں کوئی تبدیلی پیدا کرنے سے بہت پہلے اُس کے ضمیر میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں بس ان احکام کی اطاعت کرنے سے اخلاقی اور رُوحانی فائدہ جسمانی فائدہ کی نسبت بہت زیادہ ہوگا۔ صفائی کے بارے میں حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔ ظاہری صفائی اگرچہ جسم سے تعلق رکھتی ہے مگر روحانیت پر بھی اس کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔........ جسم کی پاکیزگی روح انسان پر بہت گہرا

اثر ڈالتی ہے"۔ (الواح عبدالبہا انگریزی جلد ۳ ص۵۹۱)

مرد و زن کے معاملات میں اعتدال کے بارے میں جو احکام انبیاء کرام نے دیئے ہیں اگر ان پر عام طور پر عمل ہونے لگ جائے تو بیماریوں کا ایک بہت بڑا سبب دنیا سے دور ہو جائے۔ سوزاک و آتشک جیسی نفرت انگیز بیماریاں جو اس وقت ہزاروں بے گناہ بچوں اور والدین کی زندگیوں کو تباہ کر رہی ہیں بہت جلد قصۂ ماضی بن جائیں۔

اگر انصاف، باہمی امداد اور اپنے پڑوسی سے اپنے جیسی محبت کرنے کے احکام پر جو انبیائے کرام نے دیئے ہیں عمل کیا جائے تو پھر نہ تو تنگی رہائش ہی رہے نہ عسرت و محنت ہی رہے اور نہ خود پسندی و کاہلی اور تباہ کن عیاشی، انسان کی دماغی، اخلاقی اور جسمانی بربادی کو جاری رکھ سکیں۔

حضرت موسیٰ، حضرت بدھ، حضرت مسیح، حضرت محمد یا حضرت بہاءاللہ کے احکام جو صحتِ اخلاق اور صحت بدن کے بارے میں ہیں اگر ان کی مخلصانہ متابعت کیجائے تو ایسا کرنا بیماری کے روکنے میں کل دنیا کے ڈاکٹروں سے اور صحتِ عامہ کے قوانین سے بہت زیادہ مؤثر ثابت ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس قدر ان احکام کی پابندی عام ہوگی اسی قدر لوگوں کی صحت بھی اچھی ہوگی۔ بجائے اس کے کہ موت بچپن یا جوانی میں زندگی کا خاتمہ کر دے جیسا کہ آجکل اکثر واقع ہو رہا ہے انسان تندرست پھلوں کی طرح جو شاخ سے گرنے سے پہلے پک کر ملائم ہو جاتے ہیں ایک لمبی عمر تک زندہ رہیں گے۔

مظہر اللہ بطور طبیب

مگر ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں شروع زمانہ سے ہی نبیوں کے احکام کو ماننے اور معمولی کی زندگی میں ان پر عمل کرنے کی بجائے یوں ہی گا ہے گا ہے ان کو مان لینا اور ان پر عمل کر لینا ہی واجب خیال کیا جاتا ہے۔ جہاں محبت اللہ کی بجائے خود پسندی اور خود رائی کا دور دورہ ہے۔ محدود اور فرقہ وارانہ معتقدات کو کل

نوعِ انسان کے مفاد پر ترجیح دی جاتی ہے۔ دُنیوی مال و متاع اور نفسانی خواہشات کو انسان کی معاشرتی اور رُوحانی بہبودی پر تفوق حاصل ہے۔ اِسی لئے اِس میں خونخوار تقابل اور لڑائیاں، ظلم و ستم، دولتمندی اور مفلسی کے افراط و تفریط اور تمام وہ حالات جو جسمانی اور رُوحانی امراض پیدا کرنے والے ہیں پیدا ہو گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شجرِ انسانیت فرداً اور اجتماعاً کُل کا کُل بیمار ہے۔ پس حضرت بہآءاللہ نے سابق انبیاء کی طرح نہ صرف یہی بتایا ہے کہ صحت کِس طرح قائم رہ سکتی ہے بلکہ یہ بھی سمجھایا ہے کہ اگر یہ ہاتھ سے جاتی رہے تو پھر کِس طرح حاصل ہوسکتی ہے۔ آپ ایک طبیبِ اعظم ہیں جو دُنیا کی جسمانی اور رُوحانی دونوں بیماریوں کو دور کرنے کے لئے ظاہر ہونے ہیں۔

مادّی ذرائع سے صحت

آجکل مغربی دُنیا میں رُوحانی وسائل سے امراض کے علاج کی تاثیر میں اعتقاد کا پھر بہت چرچا ہو رہا ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگ جو بیماری کے بارے میں اُن مادّی خیالات اور مادّی طریقۂ علاج سے جو اُنیسویں صدی میں رائج تھے بگڑ کر عین اُس کے برعکس انتہا تک پہنچ گئے ہیں اور وہ مادّی علاج کا یا صفائی اور حفظانِ صحت کے طریقوں کا قطعی اور سرے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت بہآءاللہ مادّی اور رُوحانی ہر دو طریقۂ علاج کے حامی ہیں۔ آپ تاکید فرماتے ہیں علم و عمل طبابت کو ترقی دینا اور تکمیل تک پہنچانا چاہیئے تاکہ شفا کے تمام وسائل اپنے اپنے مناسب حلقہ میں لوگوں کے بہترین فائدہ کے لئے استعمال کئے جاسکیں۔ اگر حضرت بہآءاللہ کے خاندان کا کوئی فرد بیمار ہوتا تو کوئی حاذق طبیب علاج کے لئے بلایا جاتا تھا اور آپ کے پیروؤں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ کتابِ اقدس میں فرمایا ہے:-

"اگر تم بیمار ہو جاؤ تو کسی حاذق طبیب سے مشورہ لو"۔ اِس حکم کے مطابق اہلِ بہاء عموماً ہر علم و ہنر کو اِسی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تمام علوم و صنائع جن سے

نوعِ انسان کو فائدہ پہنچے خواہ وہ فائدہ مادی ہی ہو اُن کی قدر دانی اور اُن کی ترقی میں کوشش کرنی واجب ہے۔ علم کے ذریعے انسان مادی اشیا کا مالک بن جاتا ہے۔ مگر بے علمی میں وہ اُن کا غلام ہو جاتا ہے۔ لوحِ حکیم میں فرمایا ہے:۔ "جب ضرورت ہو تو علاج سے غفلت نہ کرو۔ مگر جب صحت حاصل ہو جائے تو اسے ترک کر دو۔ مرض کا علاج زیادہ تر غذا کے ذریعہ کرو اور ادویات سے جہانتک ہو سکے بچو۔ اگر تم مفردات سے اچھے ہو سکتے ہو تو مرکبات کا استعمال نہ کرو۔ ...... جب صحت اچھی ہو تو دوا سے پرہیز کرو۔ مگر جب ضرورت ہو تو اُس کا استعمال جائز ہے۔"

حضرت عبد البہاء ایک لوح میں فرماتے ہیں:۔

"اے جویائے حق! بیماری کو اچھا کرنے کے دو طریقے ہیں۔ مادی اور رُوحانی۔ پہلا طریقہ علاج مادی دواؤں کے ذریعے ہے اور دوسرا طریقہ خدا سے دُعا مانگنا اور اُس کی طرف دِل لگانا ہے۔ دونوں طریقوں پر عمل کرنا واجب ہے..... اس کے علاوہ یہ دونوں ایکدوسرے کے ضد بھی نہیں۔ مادی دواؤں کو بھی آپکو اس خیال سے استعمال کرنا چاہیئے کہ وہ خدا کی رحمت اور عنایت کے طور پر ہمیں ملی ہیں۔ خدا نے ہی علمِ طبابت کو منکشف اور ظاہر فرمایا ہے۔ تاکہ اُس کے بندے اس طریقہ علاج سے بھی مستفیض ہوں۔" (الواحِ عبد البہاء (انگریزی) جلد ۳ ص۵۸۵)

آپ فرماتے ہیں اگر ہمارے بیہودہ اور غیر فطرتی طریقہ زندگی کے سبب ہمارے قوی ذائقہ اور تمیز بگڑی ہوئی نہ ہوتیں تو یہ مناسب غذا۔ شفابخش پھل اور جڑی بوٹی اور دیگر ادویہ کے چننے میں ہماری ویسی ہی رہنمائی کرتیں جیسی یہ حیوانوں کی کرتی ہیں۔ کتاب مفاوضات عبد البہاء کے صفحہ ۲۹۶ میں شفا کے بارے میں ایک نہایت دلچسپ بیان کے آخر میں آپ فرماتے ہیں:۔

"پس یہ ثابت ہو گیا کہ غذا اور پھلوں کے ذریعہ علاج ممکن ہے مگر چونکہ اسوقت علمِ طبابت ناقص ہے یہ بات ابھی تک پوری طرح سمجھی نہیں گئی۔

جب علم طبابت تکمیل کو پہنچ جائے گا تو غذاؤں۔ خوشبودار پھلوں۔ نباتات۔ اور گرم و سرد پانی کے ذریعہ علاج ہوا کرے گا۔"

جب ہم مادی وسائل سے علاج کرتے ہیں اُس وقت بھی وہ قوت جو شفا بخشتی ہے خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ کیونکہ جڑی بوٹی یا جمادی اَدویہ میں جو خاصیتیں ہیں وہ خدا کے فضل وفیض سے ہیں۔

"ہر چیز کا انحصار فضلِ خدا پر ہے۔ دَوا تو صرف ایک ظاہری ذریعہ ہے جس کے وسیلے ہم خدا سے شفا حاصل کرتے ہیں۔"

غیر مادی وسائل سے شفا

آپ کی تعلیم ہے کہ مادی وسائل کے علاوہ بھی شفا حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں جس طرح بیماری متعدی ہے اسی طرح صحت بھی متعدی ہے۔ اگرچہ صحت کا متعدی ہونا بہت سست اور اثر میں بہت کمزور ہے اور بیماری کی چھوت کا اثر زبردست اور اپنے عمل میں بہت تیز ہے۔

بیمار کے اپنے دِل کی حالت اور اعتقاد کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور اِن حالات کو حاصل کرنے میں ان کا بہت بڑا دخل ہے۔ خوف۔ غصہ۔ فکر وغیرہ جِس قدر صحت کے لئے مضر ہیں اُسی قدر اُمید۔ محبت۔ خوشی وغیرہ اِس کے لئے فائدہ مند ہیں۔

لوحِ حکیم میں فرمایا ہے۔

"بیشک ہر حالت میں صبر وقناعت نہایت ہی ضروری بات ہے۔ اِس کے ذریعے انسان کاہلی اور دوسری بُری عادتوں سے بچا رہتا ہے۔ رنج وغم کے مطیع نہ ہو۔ یہ بہت بڑی مصیبت کا باعث ہوتے ہیں۔ حسد جسم کو بھسم کر دیتا ہے اور غصہ کلیجہ کو جلا دیتا ہے ان سے ایسے ہی بچو جیسے تم شیر سے بچتے ہو۔"

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں: "خوشی ہمیں قوتِ پرواز عطا کرتی ہے جب

ہم خوش ہوتے ہیں تو ہماری قوت زبردست اور فہم تیز ہوتی ہے......
.... مگر جب ہم غمگین ہوتے ہیں تو ہم کمزور ہو جاتے ہیں۔"

کتاب مفاوضات عبدالبہاء کے صفحہ ۲۰۴ میں رُوحانی علاج کی ایک دوسری صورت بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ :-

"ایک طاقتور شخص کی ایک بیمار شخص پر جو کامل اعتقاد کے ساتھ یہ امید رکھتا ہے کہ اس طاقتور شخص کی رُوحانی قوت سے مجھے آرام ہو جائے گا۔ کامل توجہ کرنے سے ایک حد تک طاقتور شخص اور بیمار میں ایک دلی رشتہ پیدا ہو جاتا ہے۔ طاقتور شخص پوری پوری کوشش کرتا ہے کہ بیمار اچھا ہو جائے اور بیمار کو یہ کامل یقین ہوتا ہے کہ وہ اس علاج سے اچھا ہو جائے گا۔ ان دماغی تاثرات کے اثر سے اعصاب میں ایک ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تاثرات اور یہ ہیجان اعصاب بیمار کے شفا پانے کا سبب ہوتے ہیں۔"

مگر شفا کے یہ تمام طریقے اپنے اثرات میں محدود ہیں اور بہت سی بیماریوں میں شفا نہیں دے سکتے۔

رُوح القدس کی قوت

شفا حاصل کرنے کا سب سے کامل اور طاقتور وسیلہ رُوح القدس کی قوت ہے۔

اس کے لئے نہ تو ملاقات کی ضرورت ہے نہ دیکھنے اور موجودگی کی"..... مرض خواہ سخت ہو یا ہلکا۔ جسم ایک دوسرے کو چھوئیں یا نہ چھوئیں۔ بیمار اور طبیب میں کوئی تعلق ہو یا نہ ہو یہ شفا روح القدس کی قوت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔"

(مفاوضات عبدالبہاء صفحہ ۲۹۵)

اکتوبر ۱۹۰۴ئ میں مس اتھل روزنبرگ سے باتیں کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:- "رُوح القدس کی قوت کے ذریعے جو شفا حاصل ہوتی ہے اس کے لئے توجہ یا تعلق کی ضرورت نہیں۔ یہ اُس مقدس ہستی کی دُعا اور اُس کی خواہش کے ذریعے ہوتی ہے۔ بیمار خواہ مشرق میں ہو اور طبیب مغرب میں

اور اُن میں ایکدوسرے سے واقفیت بھی نہ ہو۔ مگر جونہی وہ مقدس شخص اپنا دل خدا کی طرف لگاتا ہے اور دُعا مانگنے لگتا ہے۔ بیمار اچھا ہو جاتا ہے۔ یہ فیض صرف مظاہر الٰہیہ اور کاملین کو ہی حاصل ہے۔"

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اور آپ کے رسولوں نے اِس طریقہ سے بیماروں کو شفا عطا فرمائی تھی۔ ہر زمانے کے بزرگوں میں اِس طرح شفا عطا کرنے کے کام منسوب کیئے جاتے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ اور عبدالبہاء ہر دو اِس فیض کے مالک تھے اور آپ کے مخلص مؤمنین کو بھی اِس قوت کے ملنے کا وعدہ ہے۔

بیمار کا فرض شفا سے رُوحانی کی قوت کو پوری طرح اثر انداز ہونے کے لیئے بیمار طبیب۔ بیمار کے دوستوں اور دیگر افرادِ جماعت کے لیئے چند باتیں ضروری ہیں:۔

بیمار کے لیئے سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے سارے دِل سے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ اور اُس کی قوت اور اُس کی رضا پر کامل یقین رکھے کہ جو کچھ وہ کرے گا بہتر ہی کرے گا۔ اگست ۱۹۱۲ء میں ایک امریکن لیڈی سے باتیں کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:۔

" یہ تمام امراض نہ رہیں گی اور آپ کو جسمانی اور رُوحانی صحت پوری پوری حاصل ہو جائیگی ۔۔۔۔۔ آپ اپنے دِل میں پورا پورا اطمینان رکھیں اور آپ کو اس بات کا کامِل یقین ہو کہ حضرت بہاء اللہ کے فضل و کرم سے ہر چیز آپ کے لیئے اچھی ہو جائیگی مگر آپ اپنے سارے دِل سے ملکوت الٰہی کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی ساری توجہ کو اُس طرف پھیر دیں جس طرح مریم مگدلینی نے اپنی ساری توجہ حضرت مسیح کی طرف لگا دی تھی۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو جسمانی اور رُوحانی صحت حاصِل ہو گی۔ آپ قابل ہیں۔ میں آپ کو اِس بات کی خوشخبری دیتا ہوں کہ آپ اِس کے قابل ہیں۔ کیونکہ آپ کا دِل پاک ہے۔ متوکل رہیں۔ خوش رہیں۔ رَوح و رَیحان سے رہیں۔ اُمیدوار رہیں۔"

اگرچہ اِس محترم خاتون کی خاص حالت میں حضرت عبدالبہاء نے کامل جسمانی صحت حاصل ہونے کا اطمینان دلایا ہے مگر ہر مریض کے لئے باوجود اِس کے کہ وہ کامل یقین کے ساتھ آپ کے پاس آتا ہے آپ نے ایسا نہیں کیا۔ عکا میں ایک زائر سے آپ نے فرمایا:۔ "جو مناجاتیں شفا کے لئے نازل ہوئی ہیں وہ روحانی اور جسمانی دونوں شفا کے لئے ہیں۔ اگر مریض کے لئے شفا بہتر ہے تو یقیناً یہ اُس کو عطا ہوگی۔ بعض مریضوں کے لئے شفا دیگر امراض کا سبب بن جاتی ہے۔ اِسی لئے حکمتِ الٰہی بعض دُعاؤں کو مُستجاب نہیں کرتی۔ اے امۃ اللہ رُوح القدس کی قوت، جسمانی اور رُوحانی ہر دو امراض کو شفا بخش سکتی ہے" (عکا میں روزانہ سبق ص۹۵)

ایک بیمار کو آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"بیشک رضائے الٰہی بعض اوقات اِس طرح واقع ہوتی ہے کہ انسان اُس کا سبب جاننے سے عاجز ہوتے ہیں۔ اسباب اور وجوہات ظاہر ہو جائیں گے خدا پر بھروسہ اور توکل رکھیں اور اپنے آپ کو خدا کی رضا کے حوالے کر دیں۔ بیشک تمہارا خدا محبت کرنے والا، رحم کرنے والا اور مہربان ہے .... اور اپنی رحمت آپ پر نازل کرے گا۔" (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۸ ص۲۳۲)

آپ کی تعلیم ہے کہ رُوحانی صحت سے جسمانی صحت بھی حاصل ہوتی ہے کیونکہ جسمانی صحت کا مدار بہت سے اسباب پر ہے۔ جن میں سے بعض انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ اِس لئے ایک شخص کا انتہائی درجہ کا رُوحانی خضوع وخشوع بھی ہر حالت میں اُسے جسمانی صحت نہیں دے سکتا۔ مقدس سے مقدس انسان بھی بعض اوقات بیمار ہوتے ہیں۔ پھر بھی رُوحانی خضوع وخشوع کا جو خوشکن اثر جسم پر ہوتا ہے وہ جیسا کہ عام خیال ہے اُس سے کہیں زیادہ پُر اثر ہے۔ اور بہت سی حالتوں میں بیماری کو دور کرنے کے لئے کافی ثابت ہوتا ہے۔ ایک انگریز خاتون کو حضرت عبدالبہاء لکھتے ہیں:۔

"آپ نے اپنی جسمانی کمزوری کے بارے میں لکھا ہے۔ میں حضرت بہاء اللہ کے فضل سے ملتجی ہوں کہ وہ آپ کو روح کی قوت عطا کرے تاکہ اس روحانی قوت کے ذریعے آپ کو جسمانی صحت بھی حاصل ہو جائے۔"

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں: "خدا نے انسان کو ایسی عجیب طاقتیں عطا کی ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی نگاہ کو بلند رکھ سکتا ہے اور دیگر فیوض کے ساتھ ساتھ اُس کے فضل وعنایت سے صحت کا فیض بھی حاصل کر سکتا ہے۔ مگر حیف! کہ انسان اس بڑی نعمت کا شکر گذار نہیں۔ غفلت کی نیند سو رہا ہے اور اُس بڑی رحمت سے بے پرواہ ہے جو خدا نے اس کو عطا کی ہے۔ وہ نور سے اپنا رُخ پھیر کر تاریکی کی طرف جا رہا ہے۔" (پیرس کے خطابات صفحہ ۱۶)

شفا بخشنے والا

رُوحانی طریقہ سے علاج کرنے کی قوت بلا شک وشبہ کُل بنی نوع انسان کو کم یا زیادہ درجہ میں حاصل ہے مگر جس طرح بعض انسانوں کو ریاضی یا راگ ودیا میں خاص قابلیت ہوتی ہے اسی طرح بعض کو علاج کرنے میں خاص مذاق ہوتا ہے۔ اِن لوگوں کو طبابت کا پیشہ اختیار کرنا چاہئے۔ بدقسمتی سے اِس زمانہ میں دنیا ایسی مادہ پرست ہو گئی ہے کہ روحانی علاج کا امکان بھی اس سے گم ہو گیا ہے۔ تمام دوسری قابلیتوں کی طرح علاج کرنے کے مذاق کا پتہ لگانے اور اُس کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ یہ اپنی انتہائی قوت اور عروج تک پہنچ جائے اِسوقت غالباً دنیا میں ہزارہا ایسے اشخاص موجود ہیں جن میں علاج کرنے کا قدرتی مادہ بہت زیادہ موجود ہے۔ مگر یہ بیش بہا خداداد عطیہ اُن میں خاموش اور بے کار پڑا ہے۔ جب روحانی علاج کے اثرات کا احساس پوری طرح ہو جائے گا طبابت میں ایک انقلاب واقع ہو گا۔ اس کی شرافت کو چار چاند لگ جائینگے۔ اور اس کی خدمات بیحساب بڑھ جائے گی۔ اور جب اِس نئے علم اور نئی قوت کے ساتھ مریض کا اعتقاد بھی شامل ہو جائے گا تو عجیب وغریب نتائج ظاہر ہونگے۔

لوحِ حکیم میں فرمایا ہے:-

"ہمارا توکل خدا پر ہونا چاہئے۔ کوئی خدا نہیں مگر وہی شفا بخشنے والا۔ جاننے والا اور مدد کرنے والا۔۔۔۔۔۔۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جو خدا کے احاطہ سے باہر ہو۔

" اے طبیب! مریض کا علاج کرنے سے پہلے اپنے خدا کا جو قیامت کے دن کا مالک ہے نام لے۔ پھر وہ چیزیں استعمال کر جو خدا نے اپنے بندوں کے علاج کے لئے مقرر فرمائی ہیں۔ میری جان کی قسم! وہ طبیب جو میری محبت کی شراب سے سرشار ہو۔ اس کی آمد شفا اور اس کا دم رحمت اور امید کا نغمہ ہے۔ جسم کی بہبودی کے لئے ایسے حکیم کا دامن پکڑ۔ اس کے علاج میں خدا کی تائید شامل ہے۔

" یہ علم۔ (علم طبابت) سب علوم سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ خاک کو زندگی بخشنے والے خدا کی طرف سے یہ سب سے بڑا وسیلہ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں کے ابدان کی حفاظت کرتا ہے اور اس نے اسے سب علوم و فنون کا سرتاج مقرر کیا ہے۔ کیونکہ آج کے دن تمہارا یہ فرض ہے کہ تم نصرت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔

کہہ۔ الٰہی! تیرا نام میرے لئے شفا اور تیرا ذکر میرا طبیب ہے، تیرا قرب میری آس۔ تیری محبت میری انیس اور تیری رحمت اس دنیا اور اس جہان میں میری رفیق اور میری طبیب ہو۔ بیشک تو دینے والا۔ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔" حضرت عبد البہاء لکھتے ہیں:-

" جو شخص حضرت بہاء اللہ کی محبت میں سرشار ہے اور سب چیزوں کو بھول جاتا ہے اس کے منہ سے روح القدس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور اس کا دل زندگی کی روح سے لبریز ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔ لفظ موتیوں کی لڑی کی طرح اس کے منہ سے نکلیں گے اور اس کے ہاتھ رکھنے سے ہی تمام بیماریاں

اور امراض دور ہو جائیں گے۔ (سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۸ صفحہ ۲۳۳)

" اے پاک اور روحانی شخص! خدا کی طرف ایک ایسے دل سے متوجہ ہو جو اس کی محبت میں تڑپ رہا ہو۔ اس کی تمجید میں غرق ہو۔ اس کی ملکوت کی طرف نگاہ لگائے رکھ اور جوش و وجد۔ عشق و محبت اور روح و ریحان کی حالت میں اس کی روح القدس سے مدد کا طالب ہو۔ خدا اپنے پاس کی ایک روح کے ذریعہ بیماریوں اور امراض کو چنگا کرنے کے لئے تمہاری تائید فرمائے گا۔

" قلوب اور اجسام کا علاج کرنے میں مصروف رہ اور ملکوتِ اعلیٰ کی طرف توجہ کے ذریعے بیماروں کے لئے شفا کا جویا ہو۔ اسمِ اعظم کی قوت اور محبت اللہ کی طاقت سے شفا حاصل کرنا تیرا مدعا ہو "

(الواحِ عبد البہاء (انگریزی) جلد ۸ صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹)

کس طرح سب مدد کر سکتے ہیں

مرض کا علاج کرنا صرف بیمار سے ہی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ طبیب اور ہر شخص کا کام ہے ہمدردی۔ خدمت۔ راست روی۔ راست خیالی اور خصوصاً دعا سے ہر شخص کا اس کام میں حصہ لینا فرض ہے۔ دعا سب علاجوں سے زبردست علاج ہے حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں:۔

دوسروں کے لئے دعا اور زاری کرنا یقیناً اپنا اثر دکھائے گی "

بیمار کے دوستوں پر ایک خاص ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا اثر خواہ وہ نیک ہو یا بد بے روک اور زبردست ہوتا ہے۔ کتنی ہی حالتوں میں نتیجہ کلیتہً بیچارے بیمار کے والدین، دوستوں اور پڑوسیوں کی تیمارداری پر منحصر ہوتا ہے۔

جماعت۔ کے کُل افراد بھی۔ بیماری کی ہر حالت میں ایک حد تک بہت بڑا اثر رکھتے ہیں۔ ایک فردِ واحد کی حالت میں یہ اثر دکھائی تو دے۔ مگر ایک جماعت میں یہ اثر بہت زبردست ہوتا ہے۔ ہر شخص اس معاشرتی فضا کے

(جس میں وہ زندگی بسر کرتا ہے) زیر اثر ہوتا ہے۔ خواہ یہ اثر روحانی ہو یا مادی۔ نیک ہو یا بد۔ خوش کن ہو یا غم افزا۔ ہر فرد واحد اس معاشرتی فضا کے بنانے میں حصہ دار ہے۔ دُنیا کی موجودہ حالت میں ہر شخص کے لئے کامل صحت کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو مگر یہ ہر شخص کے لئے ممکن ہے کہ وہ روح القدس کی صحت بخش قوت کا "رضا مند آلہ" بنے اور اس طرح اپنے آپ پر اور اُن تمام پر جو اُس سے ملیں جُلیں ایک صحت و سرور بخش اثر ڈالے۔

اہل بہاء پر بہت کم فرائض کو اس قدر بار بار اور شد و مد سے فرض کیا گیا جس قدر مریضوں کو شفا دینے کا فرض عائد کیا گیا ہے۔ اور حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہاء نے شفا کے لئے بہت سی مناجاتیں نازل فرمائی ہیں۔

سنہری زمانہ

حضرت بہاء اللہ نے اس بات کا اطمینان دلایا ہے کہ مریضوں طبیبوں اور عام لوگوں کی باہمی امداد اور صحت کے مادی عقلی اور روحانی وسائل کے مناسب استعمال سے ایسا سنہری زمانہ آئیگا جب خدا کے قدیر کی قوت سے "غم خوشی میں اور مرض صحت میں بدل دیا جائے گا۔" حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ جب لوگ خدا کا پیغام سمجھ جائینگے تو سب تکالیف دور ہو جائیں گی۔ ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

"جب مادی اور روحانی جہانوں کا خوب میل جول ہو جائے گا۔ جب دل صاف اور خواہشات پاک ہو جائیں گی تو کامل اتحاد ظاہر ہوگا اور اس کی قوت سے ایک کامل عجوبہ قدرت دیکھنے میں آئے گا۔ جسمانی اور روحانی ہر قسم کی بیماریاں بالکل دور ہو جائیں گی۔" (الواح عبدالبہاء انگریزی جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

صحت کا صحیح استعمال

اس باب کے خاتمہ پر حضرت عبدالبہاء کی اُن تعلیمات کا جو آپ نے جسمانی صحت کے صحیح استعمال کے بارے میں فرمائی ہیں اعادہ کرنا مناسب ہوگا۔ واشنگٹن کے اہل بہاء کی ایک لوح میں آپ فرماتے ہیں :۔

"اگر جسمانی صحت اور قوت کو ملکوت الٰہی کی راہ میں صرف کیا جائے تو یہ بہت محبوب و مقبول ہے۔ اور اگر یہ عام بنی نوع انسان کے مفاد کے لئے صرف ہو (خواہ یہ مفاد مادی ہو یا روحانی) اور نیکی کا باعث بنے تو یہ بھی محبوب ہے پر اگر جسمانی صحت اور خوش حالی کو نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کے لئے صرف کیا جائے حیوانوں کی طرح رہا جائے اور شیطانی خیالات کا آماجگاہ رہے تو ایسی صحت سے بیماری بہتر ہے بلکہ ایسی زندگی سے موت بدرجہا افضل ہے۔ اگر آپ صحت کے طلبگار ہیں تو ملکوت الٰہی کی خدمت کرنے کے لئے صحت طلب کریں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کامل بصیرت۔ اٹل ارادہ مکمل صحت اور جسمانی و روحانی قوت حاصل کرینگے۔ تاکہ آپ ہمیشہ کی زندگی کے سرچشمہ سے پانی پئیں اور خدائی تائیدات کی روح سے مؤید ہوں۔"

آٹھواں باب

وحدتِ ادیان

"اے اہل عالم! اِس ظہورِ اعظم کی سب سے بڑی برکت وخوبی یہ ہے کہ ہم نے کتاب میں سے اُن تمام باتوں کو محو کردیا ہے جو اختلاف۔ دشمنی اور نا اتفاقی کا باعث تھیں اور اُن باتوں کو ثبت کیا ہے جو اتحاد و اتفاق۔ مودت و محبت کا سبب ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو خدا کے نازل کردہ احکام پر عمل کرتے ہیں۔"

(لوح العالم)

اُنیسویں صدی میں فرقہ بازیاں

اُنیسویں صدی سے پہلے دُنیا شاید ہی اتحادِ دینی سے اس قدر دور ہوئی ہو۔ کئی صدیوں سے بڑے بڑے ادیان کے ماننے والے مثلاً زرتشتی۔ موسائی۔ بودھ۔ عیسائی۔ مسلمان ساتھ ساتھ زندگی بسر کرتے آرہے تھے مگر بجائے اس کے کہ ایک متحد قوم بنتے وہ ہمیشہ ایکدوسرے سے لڑتے جھگڑتے۔ خونریزیاں کرتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر ایک دین میں شاخیں نکل آئیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتے گئے۔ فرقہ کے اندر فرقے نکلتے آئے جو ایکدوسرے کے جانی دُشمن

ہوتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے :-

"تم آپس میں ایسی محبت کرو کہ تمہاری محبت سے ہی لوگ یہ جان لیں کہ تم میرے شاگرد ہو" قرآن میں فرمایا ہے :-

"یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے .... خدا نے تم کو وہ دین دیا ہے جو اس نے نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے یہی ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا اور کہا تھا کہ اس دین پہ ایمان لاؤ اور فرقوں میں تقسیم نہ ہونا۔"

ہر بڑے دین کے بانی نے اپنے پیروؤں کو محبت اور اتحاد کی تعلیم دی۔ مگر ہر حالت میں دین کے بانی کا مقصد ایک بڑی حد تک تنگدلی تعصب۔ رسم و رواج کی پابندی۔ ریاکاری۔ بددیانتی۔ تاویل بازی۔ فرقہ بندی اور فساد کے گرداب میں غرق ہو گیا۔ دورِ بہائی کے آغاز کے وقت دنیا میں متضاد و مخالف فرقوں کی مجموعی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ غالباً تاریخ انسان کے کسی زمانہ میں اتنی زیادہ نہ ہوئی ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس زمانہ میں لوگ ہر قسم کے مذہبی عقائد کا تجربہ اور مختلف رسم و رواج اور ہر طرح کے اخلاقی قوانین کا تجربہ کر رہے تھے۔

اس زمانہ میں لوگوں کی ایک روزافزوں تعداد قوانین قدرت اور اصول ایمان کی بے محابا تحقیق اور تنقیدی تفتیش میں اپنی قوتوں کو صرف کر رہی تھی۔ نیا سائنٹفک علم بسرعت تمام پھیل رہا تھا۔ اور زندگی کے اکثر عقدوں کو سلجھانے کے لئے نئے نئے حل معلوم کئے جا رہے تھے۔ نئی نئی ایجادوں کی ترقی مثلاً دخانی جہاز۔ ریل گاڑی۔ ڈاک اور چھاپہ خانہ کے ذریعے خیالات کے پھیلانے اور نتیجہ خیز تبادلہ میں بہت مدد ملی۔ دین اور سائنس کے موہومہ تصادم نے ایک سخت جنگ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ عیسائی دنیا میں کتاب مقدس کے ناقد سائنس کے ساتھ مل کر بائبل کے استناد کے ساتھ

جو صدیوں سے عام طور پر ایک مقبول اور مانا ہوا استناد سمجھا جاتا تھا
جھٹلاتے اور ایک بڑی حد تک اسے ردّ کر رہے تھے۔ لوگوں کی ایک
بڑی تعداد جس کا شمار دن بدن بڑھتا جاتا تھا پادریوں کی تعلیم کو شک
کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئی تھی۔ خود پادریوں کی ایک خاصی تعداد سراً
وجہراً اپنے فرقوں کے اعتقادات کے بارے میں شک وشبہ رکھتے تھے
یہ ہیجان اور تصادمِ آرا جن کے ساتھ ساتھ یہ خلش بھی لگی ہوئی تھی کہ
دقیانوسی اعتقادات و رسومِ ایمانیات اب بے کار ہیں۔ اور صحیح علم و عرفان
کی تلاش میں لوگوں کی سرگردانی صرف عیسائی ممالک تک ہی محدود نہ تھی۔
بلکہ کم یا زیادہ مختلف صورتوں میں سب ممالک اور ادیان کے لوگوں میں
نمایاں تھی۔

حضرت بہاء اللہ کا پیغام

اُس وقت جبکہ یہ ابتری و بدحالی عین عروج پر تھی حضرت بہاء اللہ نے صور پھونکا اور فرمایا:

"تمام لوگ اعتقاد میں ایک ہو جائیں۔ سب انسان بھائی بھائی
بن جائیں۔ نوعِ انسان میں محبت اور اتحاد کے رشتے مضبوط
ہو جائیں۔ ادیان کے اختلاف اُٹھ جائیں اور قومیت کے تفرقے
بالکل مٹا دیئے جائیں ...... یہ جنگ وجدل۔ خونریزیاں اور
نفاق بند ہونے چاہئیں تاکہ سب انسان ایک خاندان اور واحد
خاندان کی طرح رہنے لگیں۔" (پروفیسر براؤن سے گفتگو)

بیشک یہ ایک شاندار پیغام ہے۔ مگر اس میں جو تجاویز ہیں اُن کو عمل میں کیسے
لایا جائے؟ انبیاء ہزاروں سال سے انہی باتوں کی تلقین کرتے آتے ہیں۔ شعراء
نے نظمیں بنائیں اور اولیاء دعا مانگتے رہے۔ اب ایسی کون سی بات ہے جس سے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ معجزہ عرصۂ شہود میں آنے والا ہے۔ کیا دنیا میں کوئی نئی
حالتیں پیدا ہو گئی ہیں؟ کیا انسانی طبیعت ویسی ہی نہیں ہے جیسی پہلی تھی۔

اور کیا جب تک دُنیا قائم رہیگی یہ ویسی ہی نہ رہے گی؟ اگر دو شخص یا دو قومیں ایک ہی چیز کے خواہشمند ہیں تو کیا جیسے وہ پہلے کرتے آئے ہیں ایکدوسرے سے اس شے کے لیئے نہ لڑینگے۔ اگر موسیٰ۔ بدھ۔ مسیح اور محمد دنیا میں اتفاق و اتحاد نہ پھیلا سکے تو کیا اب حضرت بہآء اللہ اس میں کامیاب ہو جاینگے؟ جب سب پہلے ادیان بگڑ کر فرقہ فرقہ میں بٹ گئے تو امرِ بہائی کا یہی حال نہ ہوگا؟ آؤ ہم دیکھیں بہائی تعلیمات اِن سوالوں کا اور ایسے ہی دوسرے سوالوں کا کیا جواب دیتی ہیں۔

کیا اِنسانی طبیعت بدل سکتی ہے؟

تعلیم و دین دونوں کی بنیاد اِس خیال پر ہے کہ انسانی طبیعت کا بدلنا ممکن ہے۔ اس میں شک نہیں کہ معمولی سی تحقیق بھی ہمیں یہ دکھا دیگی کہ کسی زندہ چیز کے لیئے جو ایک بات ہم کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ چیز تبدیل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تغیّر و تبدّل کے بغیر زندگی کا ہونا ہی ممکن نہیں۔ حتیٰ کہ جمادات بھی تغیّر و تبدّل کی دست برد سے نہیں بچ سکتیں۔ اور زندگی کے مدارج میں جس قدر ہم اوپر کی طرف دیکھتے ہیں اُسی قدر اِن تغیّرات کو ہم انواع و اقسام کے۔ پیچیدہ اور عجیب و غریب پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر درجہ کی مخلوق کی نشو و نما اور ترقی میں ہم دو قسم کے تغیّرات مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک دھیما اور آہستہ آہستہ جو اکثر محسوس بھی نہیں ہوتا۔ دوسرا فوری اچانک اور تحیّر انگیز۔ یہ دوسرا تغیّر ارتقا کے نازک مدارج میں واقع ہوتا ہے۔ مثلاً جمادات میں ہم یہ نازک مدارج گداز ہونے اور اُبلنے کے درجہ پر پاتے ہیں۔ یعنی جب ایک ٹھوس چیز یکلخت مایہ بن جاتی ہے اور مایہ گیس کی صورت میں بدل جاتی ہے۔ نباتات میں اِس قسم کے نازک مدارج اُس وقت دکھائی دیتے ہیں جب بیج پھوٹنے لگتا ہے یا شگوفہ کھل کر پتے کی شکل اختیار کرتا ہے۔ حیوانات میں تو یہ ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ یعنی جب

کرمک فوراً تیتری بن جاتا ہے۔ چوزہ انڈے کے خول سے نکلتا ہے اور بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ روح کی اعلیٰ زندگی میں بھی ہم اکثر ایسی ہی تبدیلیاں دیکھتے ہیں۔ یعنی جب انسان "نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی ساری کی ساری ہستی اپنے ارادوں، اپنی حرکات اور اپنے چال چلن میں بالکل تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسے نازک مدارج اکثر کل جنس یا جنسوں کے گروہوں کو بیک وقت تبدیل کر دیتے ہیں۔ مثلاً موسم بہار میں سب قسم کی نباتات بیک وقت ایک نئی زندگی حاصل کرتی ہیں۔

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ادنیٰ کائنات نئی اور بھرپور زندگی کو فوری طور پر حاصل کرنے کے اوقات رکھتی ہیں اسی طرح نوع انسان کے لئے بھی ایک نازک درجہ یعنی ایک نئی پیدائش یا خلق جدید کا وقت اسوقت قریب ہے۔ اسوقت زندگی کے وہ اوضاع جو ابتدائی تاریخ سے ابتک جاری ہیں فوراً اور ہمیشہ کے لئے بدل جائینگے۔ اور نوع انسان زندگی کے ایک ایسے نئے دور میں داخل ہو گی جو پرانے دورِ زندگی سے ایسا ہی مختلف ہو گا جیسا کرمک تیتری سے اور پرندہ انڈے سے مختلف ہے۔ کل کی کل نوع انسان نئے ظہور الٰہی کے نور سے صداقت اور حق کی اسی طرح روشنی پائے گی جس طرح سورج کے نکلنے سے سارا کا سارا ملک منور ہو جاتا ہے۔ تاکہ ہر شخص وہاں صاف طور سے دیکھنے لگ جائے جہاں ایک گھڑی پہلے ہر چیز دھندلی اور تاریک نظر آتی تھی۔ حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں:-

> "قوائے انسانی کا یہ ایک نیا دور ہے۔ دنیا کے سب آفاق منور ہو رہے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ دنیا ایک گلشن و رضوان بن جائے گی۔"

نیچر کی بہت سی مثالیں اس خیال کی تائید کرتی ہیں۔ پہلے انبیائے کرام نے بیک آواز اس عظیم الشان زمانے کے آنے کی پیشینگوئیاں کی ہیں۔ قرآن نے

بھی صاف طور سے یہی ظاہر کر رہے ہیں کہ انسانی خیالات اور معاملات میں فی زمانہ ہی گہرے انقلاب انگیز تغیرات روزافزوں ترقی پر ہیں۔ پھر بھلا اس یاس انگیز دلیل سے کہ ہر چیز بدل سکتی ہے مگر انسانی طبیعت نہیں بدل سکتی، کون سی بات زیادہ ناپائدار اور بیہودہ ہوسکتی ہے؟

اتحاد کی طرف پہلا قدم

اتحادِ دین کو بڑھانے کے لئے حضرت بہاء اللہ انتہائی بُردباری اور مہربانی کی تلقین فرماتے ہیں اور اپنے ماننے والوں پر سب ادیان کے لوگوں کے ساتھ رَوح و رَیحان سے ملنا فرض ٹھہراتے ہیں۔ لوحِ عہدی میں نازل فرمایا ہے:-

"نزاع وجدال کو اُس نے اپنی کتاب (کتاب اقدس) میں سختی سے منع فرمایا ہے۔ اس ظہورِ اعظم میں خدائے پاک کا یہی حکم ہے اور یہ وہ حکم ہے جسے اُس نے تنسیخ سے مبرا فرمایا ہے اور جسے اپنی تائید کے زیور سے مرصع کیا ہے۔

"اے اہل عالم! خدا کا دین محبت اور اتحاد کے لئے ہے۔ اسے دشمنی اور جنگ کا باعث نہ بناؤ۔ ...... ہم امیدوار ہیں کہ اہل بہاء ہمیشہ قُل کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللہ (کہہ دے۔ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے) کے پاک کلمہ کو مضبوط پکڑینگے۔ یہ کلمۂ مبارکہ پانی کی مانند حقد اور حسد کی آگ کو بجھا دیتا ہے جو لوگوں کے سینوں اور دلوں میں سُلگ رہی ہے۔ صرف اس کلمہ کی برکت سے دنیا کے مختلف مذاہب نور اتفاق سے منور ہونگے۔ بیشک خدا سچ کہتا ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے اور وہ قادرِ مطلق اور صاحب جمال وجلال ہے۔"

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:-

"سب انسانوں کے لئے فرض ہے کہ وہ تعصبات کو ترک کریں۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کے معابد میں بھی جائیں کیونکہ ان سب عبادت گاہوں میں خدا کی تعریف اور اُس کا ذکر ہوتا ہے۔ جب سب ایک ہی خدا کی پرستش کے لئے جمع ہوتے ہیں تو اس میں فرق کیا رہا؟ ان میں سے کوئی بھی شیطان کی

پرستش نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ عیسائیوں کے گرجوں اور یہودیوں
کی ہیکلوں میں جائیں اور اسی طرح دوسروں کو مسلمانوں کی مسجدوں میں جانا چاہیئے۔
چند ایک بے بنیاد تعصبات اور جھوٹے اعتقادات کی خاطر وہ ایکدوسرے
سے الگ رہتے ہیں۔ امریکہ میں مَیں یہودیوں کی عبادت گاہوں میں گیا جو
عیسائیوں کے گرجوں کی مانند ہیں اور میں نے ہر جگہ خدا کی ہی پرستش
ہوتے دیکھی۔

اُن میں سے اکثر مقامات میں میں نے وہاں کے لوگوں سے اساسِ
ادیانِ الٰہی کے بارے میں گفتگو کی۔ اور میں نے انہیں انبیائے الٰہی اور
ظہوراتِ مقدس کی صداقت کی دلیلیں دیں۔ میں نے انہیں اندھی تقالید
کو چھوڑنے کی تلقین کی۔ اسی طرح سب پیشواؤں کو چاہیئے کہ وہ ایکدوسرے
کے معابد میں جائیں اور ادیانِ الٰہی کی بنیاد اور اُن کے اصل اصولوں پر گفتگو
کریں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ غلط جوشِ مذہبی کو ترک کر کے ایکدوسرے کے
معابد میں جائیں اور نہایت محبت اور اتحاد کے ساتھ خدا کی پرستش کریں۔"

(سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۹ نمبر ۳ صفحہ ۳۰)

اگر صرف یہی پہلے قدم ہی اُٹھائے جاتے اور مختلف مذاہب کے درمیان
دوستی اور باہمی بردباری قائم ہو جاتی تو آج دنیا میں کیسی عجیب غریب تبدیلی
ہو گئی ہوتی۔ مگر صحیح اتحاد اور اتفاق کے قیام کے لئے اس سے بھی کچھ زیادہ
کرنے کی ضرورت ہے۔ فرقہ بازی کی بیماری کے لئے بردباری ایک قیمتی دوا
ہے۔ مگر یہ اس کا کامل علاج نہیں۔ یہ بیماری کے سبب کو دور نہیں کرتی۔

مسئلۂ فضیلت

زمانۂ ماضی میں مختلف مذاہب متحد ہونے میں
اس لئے ناکامیاب رہے کہ اُن کے ماننے والوں
نے اپنے بانیٔ دین کو ہی سب سے بڑا سمجھا۔ اور اُس کی شریعت کو ہی خدائی
شریعت تصور کیا۔ لہٰذا جب کسی نئے نبی نے دعویٰ کیا تو انہوں نے اُس نبی کو

حق و صداقت کا دشمن خیال کیا۔ ہر دین میں مختلف فرقے بھی اِنہی وجوہات کے سبب پیدا ہوئے۔ ہر فرقے کے ماننے والوں نے کسی ایک عالِم یا ولی کو مان لیا۔ اور بانیٔ دین کے کسی خاص کلام یا تفسیر کو صحیح و درست ایمان کی بنیاد بناکر سب دوسروں کو گمراہ کہنا شروع کیا۔ یہ ظاہر ہے کہ جبتک اِس قسم کے حالات قائم رہینگے دنیا میں سچا اتحاد قائم نہیں ہو سکتا۔

حضرت بہآءاللہ اس کے برعکس فرماتے ہیں کہ تمام انبیاءے کرام خدا کی طرف سے مستند پیغام لے کر آئے تھے۔ ہر ایک نے اپنے دور میں لوگوں کو اُن کی سمجھ کے مطابق تعلیمات دیں اور لوگوں کی ایسی تربیت کی کہ وہ بعد میں آنے والے پیغمبروں کی تعلیمات کو سمجھنے کے قابل ہوگئے۔ آپ ہر دین کے ماننے والوں کو پکار پکار کر کہتے ہیں کہ وہ اُس وحیٔ الٰہی کا انکار نہ کریں جو اُن کو اُن کے نبیوں کے ذریعے ملی تھی۔ بلکہ اُس وحیٔ الٰہی کا بھی اقرار کریں جو دوسرے نبیوں کے ذریعہ بھیجی گئی تھی۔ اور یہ جان جائیں کہ یہ سب تعلیمات اصل میں ایک ہیں اور بنی نوع انسان کی تربیت اور اتحاد کے ایک بڑے پروگرام کی مسلسل کڑیاں ہیں۔ آپ سب مذاہب کے لوگوں کو تلقین فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے نبی کی عزت و حرمت کا اظہار اپنی زندگیوں کو اِس اتحاد کے قائم کرنے میں منہمک کر کے کریں جس کے لئے سب انبیاءے کرام نے محنتیں کیں اور دُکھ سہے۔ ملکہ وکٹوریہ کی لوح میں دُنیا کو آپ نے ایک بیمار انسان سے مشابہ قرار دیا ہے جس کی بیماری میں اِس لئے اور بھی اضافہ ہوگیا ہے کہ وہ انجان حکیموں کے پنجے میں پھنسا ہوا ہے

"وہ چیز جسے پروردگار نے صحت پرور دَوا اور کامل علاج بنایا ہے وہ یہ ہے کہ دُنیا کے سب بسنے والے ایک دین اور ایک شرع کے زیرِ سایہ جمع ہوں۔ یہ بات ممکن نہیں مگر ایک ماہر کامل اور صاحب وحی حکیم کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ میری

جان کی قسم! یہ حق ہے اور اس کے علاوہ سب کچھ صریح
گمراہی ہے جب کبھی بھی یہ قوی ذریعہ ظاہر ہوا اور یہ نور اپنی قدیم
شان و شوکت کے ساتھ چمکا تو وہ لوگ جو معاج ہونے کے
مدعی کہلاتے تھے اس کے اور دنیا کے درمیان حائل ہو گئے
اور اس طرح آجتک دنیا کو صحت نہ ہونے دی۔"

تدریج وحی

اتحادِ دینی کے لئے بہت سے لوگوں کی راہ میں جو ایک بڑی رکاوٹ آتی ہے وہ اُن کلمات کا تباین ہے جو مختلف پیغمبروں پر نازل ہوئے۔ جو ایک نے حلال کیا تھا دوسرے نے حرام قرار دیا۔ پھر بھلا دونوں کیسے سچے ہو سکتے ہیں اور کس طرح یہ یقین آسکتا ہے کہ یہ دونوں مشیتِ الٰہی کا اعلان کرتے تھے؟ کیونکہ حقیقت واحد ہے اور یہ تبدیل نہیں ہو سکتی۔ بیشک حقیقتِ مطلقہ واحد ہے اور یہ بدل نہیں سکتی۔ لیکن حقیقتِ مطلقہ موجودہ انسانی فہم وادراک کی پہنچ سے کہیں بالاتر ہے اور اس کے بارے میں ہمارے خیالات لازماً بدلتے رہیں گے۔ جیسے جیسے زمانہ گذرتا جائے گا ہمارے پہلے ناقص خیالات خدا کے فضل وکرم سے زیادہ سلجھے ہوئے حالات سے بدلتے جائینگے۔

حضرت بہاء اللہ نے ایک لوح میں جو کچھ ایرانی بہائیوں کے لئے نازل ہوئی تھی فرمایا ہے:۔

"اے لوگو! کلام قابلیت کے مطابق نازل ہوتا ہے تاکہ مبتدی
ترقی کر سکیں۔ دودھ اندازہ کے مطابق دیا جاتا ہے تاکہ طفل دنیا
عوالم عظمت میں باریاب اور فضائے اتحاد میں داخل ہو سکے۔"

دودھ ہی پہلے پہل بچے کو اتنی قوت دیتا ہے کہ وہ ٹھوس غذا کو ہضم کرنے لگتا ہے۔ یہ کہنا کہ چونکہ ایک نبی جو ایک زمانہ میں کچھ تعلیمات دیتا تھا سچا ہے اس لئے دوسرا نبی جو ایک دوسرے زمانے میں اس سے مختلف تعلیمات

دیتا ہے جھوٹا ہے، اس کے مترادف ہے کہ چونکہ دودھ بچے کی بہترین غذا ہے اس لئے دودھ اور صرف دودھ ہی انسان کی غذا ہونی چاہئے اور دودھ کے علاوہ دوسری غذا دینا غلطی کرنا ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:-

ہر ایک وحی آسمانی کے دو شق ہوتے ہیں۔ پہلا شق اصل اصول ہیں اور اس کا تعلق ابدی جہان سے ہے۔ یہ آسمانی حقائق اور اصل اصول کا بیان اور محبت اللہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک دین میں یہ شق غیر متبدل اور اٹل ہوتی ہے۔ دوسری شق ابدی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا تعلق عملی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس میں کاروبار اور معاملات کا بیان ہوتا ہے اور انسانی ارتقا اور ہر نبی کے زمانہ کی مقتضیات کے مطابق اس شق میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ایک چھوٹی سی چوری کے لئے چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے۔ آپ کے زمانے میں آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کا قانون جاری تھا مگر چونکہ حضرت مسیح کے زمانے میں یہ قوانین درست نہ تھے اس لئے یہ منسوخ کر دیئے گئے۔ اسی طرح طلاق کا قانون ایسا عام ہو گیا تھا کہ شادی کے قوانین کی مٹی پلید ہو رہی تھی اس لئے حضرت مسیح نے طلاق دینے کو حرام قرار دیا۔

زمانہ اور وقت کی ضروریات کے مطابق حضرت موسیٰ نے سزائے موت کے بارے میں دس احکام خدا کی طرف سے دیئے تھے اُس زمانہ میں ان سخت قوانین کے بغیر قوم کی حفاظت اور اُس کے معاشرتی امن کو قائم رکھنا ناممکن تھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل اس وقت صحرائے طٰا میں رہتے تھے۔ جہاں نہ تو عدالتیں تھیں اور نہ جیلخانے تھے۔ لیکن حضرت مسیح کے زمانے میں ان قوانین کی ضرورت نہ تھی۔ دین کی دوسری شق کی تاریخ اہم نہیں ہے، کیونکہ اس میں صرف اس زندگی کے رسم ورواج کا ذکر ہوتا ہے۔ مگر خدا کے دین کی اصل ایک ہے اور حضرت بہاء اللہ نے اس اساس کو پھر سے

تازہ کیا ہے۔" (فلسفۂ الٰہی (انگریزی) دوسرا ایڈیشن صفحہ ۱۴۲)

خدا کا دین صرف ایک ہی ہے اور سب انبیائے کرام نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ یہ ایک زندہ اور بڑھنے والی چیز ہے۔ مردہ اور غیر متبدل نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ کی تعلیمات گویا ایک شگوفہ کی مانند ہیں۔ اور مسیح کی تعلیمات پھول کی طرح ہیں اور حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات پھل ہیں۔ شگوفہ پھول کو تباہ نہیں کرتا اور نہ پھول پھل کو ملیامیٹ کرتا ہے۔ یہ ایکدوسرے کو مٹاتے نہیں بلکہ پورا کرتے ہیں۔ شگوفہ کے چھلکے گر جاتے ہیں تاکہ پھول کھل جائے۔ اور پھل کے پیدا ہونے اور پکنے کے لیئے پھول کی پتیاں گر جانا ضروری ہے۔ کیا شگوفہ کے چھلکے اور پھول کی پتیاں اپنے اپنے وقت پر بے کار اور بے جا تھیں جو اُن کو ترک کردیا جاتا؟ نہیں۔ دونوں اپنے اپنے زمانے میں بجا اور ضروری تھیں اُن کے بغیر پھل کا پیدا ہونا ہی ناممکن تھا۔ یہی مثال سب انبیائے کرام کی تعلیمات پہ صادق آتی ہے۔ اُن کے ظاہری اصول زمانہ بزمانہ بدلتے گئے۔ مگر ہر ایک بعد کی وحی اپنے سے پہلی وحی کی تکمیل ہے۔ نہ تو وہ ایکدوسرے سے علیحدہ ہیں نہ اُن میں کوئی تباین پایا جاتا ہے۔ بلکہ یہ ایک دینِ واحد کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں جو یکے بعد دیگرے بیج۔ شگوفہ اور پھول کی مانند ظاہر کئے گئے۔ اور اب اُن کے پھل لانے کا وقت ہے۔

انبیاء کی آخریت

حضرت بہاء اللہ تلقین فرماتے ہیں کہ جسے نبوت کا درجہ عطا ہوتا ہے اُسے اپنی نبوت کے ثابت کرنے کے لیئے کافی ثبوت بھی دیئے جاتے ہیں۔ اُس کو یہ دعویٰ کرنے کا حق ہوتا ہے کہ سب لوگ اُس کی اطاعت کریں۔ اور اُسے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے انبیائے کرام کی تعلیمات کو منسوخ کردے بدل دے یا ان میں کچھ اضافہ کردے۔ کتاب ایقان میں فرمایا ہے:-

"یہ اُس پروردگار رحمٰن کے فضل سے دور اور اُس کی رحمتِ واسعہ سے بعید ہے کہ اپنے بندوں میں سے ایک کو اپنی خلق کی ہدایت کے لئے برگزیدہ کرے اور اُسے کافی و شافی حجت عطا نہ کرے اور لوگوں کو اُس پہ ایمان نہ لانے کے لئے سزا دے۔ نہیں۔ اُس سلطانِ وجود کے فیض نے اپنے مظہرِ نفس کے ذریعہ کُل کائنات کو گھیرا ہوا ہے۔"

"ہر ظہور الٰہی کا مقصد دنیا کے ہر طبقہ میں سرّاً و جہراً ظاہراً و باطناً تغیر و تبدل کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اوضاعِ عالم میں تبدیلی نہ ہو تو عالمگیر مظہر الٰہی کا ظہور بے کار ہے"

خدا ہی صرف ایک لازوال قوت ہے اور انبیائے کرام بھی معصوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا پیغام خدا کا پیغام ہوتا ہے جو اُن کے ذریعے دنیا کو دیا جاتا ہے۔ یہ پیغام اُس وقت تک نافذ رہتا ہے جب تک ایک دوسرا پیغام الٰہی یا اُس کے بعد کے پیغمبر کے ذریعے نہ دیا جائے۔

خدا ہی صرف وہ طبیب اعظم ہے جو دنیا کی بیماری کی صحیح تشخیص کرکے مناسب علاج بتا سکتا ہے۔ ایک نسخہ جو ایک زمانہ میں مرض کے مناسب حال تھا۔ دوسرے زمانہ میں ویسا نہیں رہتا۔ کیونکہ اُس وقت مریض کی طبیعت مختلف ہوتی ہے۔ اگر طبیب ایک نیا نسخہ تجویز کرے اور ہم اُسی پہلے نسخہ کے پیچھے لگے رہیں تو اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طبیب پر ہمارا ایمان نہیں اور ہم اُس پر بھروسہ نہیں کرتے۔

یہودیوں کو اِس بات کے سُننے سے صدمہ ہوگا کہ کچھ معالجات جو حضرت موسیٰ نے تین ہزار برس قبل دنیا کی بیماریوں کے لئے دیئے تھے اَب وہ بے کار اور بے وقت ہیں۔ عیسائی بھی یہ سُن کر دلگیر ہونگے کہ حضرت محمد کے ذریعہ یہ ضروری تھا کہ اُن باتوں میں کچھ اضافہ کیا جائے

جو حضرت عیسیٰ نے بتائی تھیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی یہ سُن کر رنج ہوگا کہ حضرت باب یا حضرت بہاء اللہ کو حضرت محمد کے احکام بدلنے کا اختیار تھا۔ مگر اہلِ بہاء کا عقیدہ ہے کہ خدا کی سچی عبادت سے یہ مُراد ہے کہ اُس کے سب ظہورات یعنی پیغمبروں پر ایمان ہو اور اُس ہی کے آخر ترین احکام کے جو صاحب زمان کے ذریعہ دیئے گئے ہوں صحیح معنوں میں مطیع ہوں۔ صرف اِسی قسم کی عبادت سے سچا اتحاد حاصل ہو سکتا ہے۔

ظہورِ اعظم

کُل انبیائے کرام کی مانند حضرت بہاء اللہ نے بھی اپنے مشن کو نہایت صاف اور سادہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ لوحِ اقدس میں جو خاصکر عیسائیوں کے لئے نازل ہوئی تھی فرمایا ہے:۔

"بیشک باپ آگیا ہے اور اُس نے اُس کو پورا کر دیا ہے جس کا تمہیں ملکوتِ الٰہی میں وعدہ دیا گیا تھا۔ یہی وہ کلمہ ہے جسے بیٹے نے چھپایا تھا جب اُس نے اُن سے جو اُس کے چوگرد جمع تھے یہ کہا تھا کہ تم ابھی اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب مقررہ وقت ختم ہوا اور وہ گھڑی آن پہنچی تو وہ کلمہ افقِ مشیت سے روشن ہو گیا۔

اے اُمتِ پسر! (یعنی عیسائیو) خبردار رہو۔ اسے پسِ پشت نہ ڈالو بلکہ اس کا دامن مضبوط پکڑو۔ یہ تمہارے لئے اُن سب باتوں سے بہتر ہے جو تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔

.... بیشک روح الحق حقیقت کی جانب رہنمائی کرنے کے لئے آگیا ہے۔ سچ مانو کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ اُس خدائے علیم و حکیم کی طرف سے

کہتا ہے۔ یہی وہ موعود ہے جس کے جلال کی تعریف فرزند
نے کی تھی...... اے اہل زمین جو کچھ تم لئے بیٹھے ہو اُسے
ترک کرو۔ اور اس کو پکڑو جس کا حکم تمہیں اس نے دیا ہے
جو قوت کا مالک اور وفا کا سرچشمہ ہے۔"

لوح پوپ میں جو ۱۸۶۷ء میں اڈریانوپل میں نازل ہوئی تھی فرمایا ہے:۔

"خبردار ایسا نہ ہو کہ ذکر تجھے مذکور سے روکے اور عبادت
تجھے معبود سے دور رکھے۔ قادر اور علام پروردگار کو دیکھو۔ وہ
دنیا کو زندہ کرنے کے لئے اور اہل زمین کو متحد کرنے کے لئے
آیا ہے۔ اے لوگو! مطلع وحی کی طرف بڑھو اور لمحہ سے کم
کے لئے بھی توقف نہ کرو۔ کیا تم انجیل کو پڑھتے ہو اور رب
جلیل کو پہچان نہیں سکتے؟ اے جماعت علماء! یہ تمہارے لئے
مناسب نہیں ہے۔ کہہ۔ اگر تم اس امر کا انکار کرتے ہو تو
پھر کون سی دلیل سے تم خدا پر ایمان رکھتے ہو؟ وہ دلیل
پیش کرو .... الخ"

جس طرح ان الواح میں عیسائیوں کو بتلایا گیا ہے کہ انجیل کے وعدے
اور اس کی پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ اسی طرح مسلمانوں، یہودیوں
زرتشتیوں اور دیگر ادیان کے ماننے والوں کو بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی
آسمانی کتابوں کے وعدے آج پورے ہو گئے۔ آپ کُل انسانوں کو
خدا کی بھیڑیں کہکر پکارتے ہیں جو ابتک مختلف گلوں میں بٹی ہوئی اور
مختلف ریوڑوں میں رہتی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ کی ندا خداوِ
قدیر کی ندا ہے۔ جو نیک گڈریا ہے۔ جو وقت کے پورا ہونے پر اپنی
بکھری ہوئی بھیڑوں کو ایک گلے میں جمع کرنے اور اُن میں سے ہر قسم کی
رُکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے آیا ہے تاکہ وہ ایک گلہ ہوں اور اُن کا ایک

گلّہ بان ہو۔

ایک نئی صورت حال

انبیاء کے درمیان حضرت بہاءاللہ کا درجہ بے نظیر اور لاثانی ہے۔ کیونکہ آپ کے ظہور کے زمانہ میں دنیا کی حالت بھی بے نظیر اور بے مثل ہے۔ دین۔ علم۔ ہنر اور تمدن کے ایک لمبے اور گوناگون ارتقائی عمل کے بعد دُنیا اب اتحاد کے لئے تیار ہے۔ وہ رُکاوٹیں جن کے سبب پہلے دوروں میں اتحادِ عالم ناممکن تھا حضرت بہاءاللہ کے ظہور کے وقت لڑکھڑا رہی تھیں۔ اور ۱۸۱۷ء میں آپ کی پیدائش کے بعد سے خصوصاً آپ کی تعلیمات کے نشر کے زمانہ سے یہ رُکاوٹیں ایک تحیّر انگیز طریقہ سے ملیامیٹ ہو رہی ہیں۔ اس کی وجہ کچھ بھی ہو مگر اس حقیقت واقعہ میں کسی کو شک وشبہ نہیں۔

پہلے انبیاء کے زمانوں میں صرف جغرافیائی رُکاوٹیں ہی اتحادِ عالم کو روکنے کے لئے کافی تھیں۔ یہ رُکاوٹیں اب سب کی سب دور ہو گئی ہیں۔

انسانی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ انسان پاتال والوں سے بھی بآسانی اور نہایت سُرعت سے بات چیت کر سکتا ہے۔ جو چیزیں یورپ میں آج واقع ہوتی ہیں وہ کل کُل برِ اعظموں کو معلوم ہو جاتی ہیں۔ اور امریکہ میں اگر کوئی تقریر آج کی جاتی ہے تو وہ کل یورپ۔ ایشیا اور افریقہ میں پڑھ لی جاتی ہے۔

دوسری بڑی رُکاوٹ زبان کا اختلاف تھا۔ غیر زبانوں کی عام تعلیم و مطالعہ کے ہم رہینِ منت ہیں کہ یہ رُکاوٹ بھی ایک بڑی حد تک دور ہو چکی ہے۔ اور یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بہت جلد ایک بین الاقوامی امدادی زبان اختیار کر لی جائے گی جو دنیا کے مدارس میں پڑھائی جائے گی تب یہ تکلیف بھی پورے طور سے رفع ہو جائے گی۔

تیسری بڑی رُکاوٹ مذہبی تعصب اور تنگدلی تھی۔ یہ بھی مٹ رہی ہے۔

انسانوں کے دِل زیادہ کشادہ ہو رہے ہیں۔ لوگوں کی تربیت فرقہ پرست علمائے دین کے ہاتھوں سے نکلتی جا رہی ہے اور نئے اور آزادانہ خیالات کو اب بالکل علیحدہ رہنے والے اور قدامت پرست لوگوں میں بھی پھیلنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

اِس طرح حضرت بہاء اللہ سب سے پہلے پیغامبر ہیں جن کا پیغام نسبتاً چند ہی سال کے عرصہ میں دُنیا کے ہر حصّہ میں پھیل گیا ہے بہت جلد حضرت بہاء اللہ کی ضروری تعلیمات اُن کتابوں سے جو آپ پر نازل ہوئی ہیں ترجمہ ہو کر ہر مرد۔ عورت اور بچے کو جو پڑھ سکتا ہے بلا واسطہ مِل سکیں گی۔

اَمرِ بہائی کی کاملیت

ادیانِ عالم میں اَمرِ بہائی اپنی مستند کتابوں کے لحاظ سے بے نظیر اور بے مثل ہے۔ ہم حضرت مسیح۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت زردشت۔ مہاتما بدھ اور سری کرشن کی طرف جو تحریرات منسوب کر سکتے ہیں وہ معدودے چند ہیں۔ اور بہت سے اہم مسائل کا کوئی علمی جواب نہیں مِلتا۔ بہت سی تعلیمات جو اِن بانیانِ اَدیان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں قابلِ وثوق نہیں ہیں۔ اور اُن میں سے اکثر بعد کے زمانوں میں صریحاً ان کے ساتھ مخلوط کی گئی ہیں۔ مسلمانوں کے پاس قرآن اور ایک بہت بڑے ذخیرۂ احادیث کے ذریعہ اُن کے بانیٔ دین کی زندگی اور تعلیمات کا مستند ذخیرہ موجود ہے۔ مگر حضرت محمد خود اُمّی تھے اور آپ کے اوّلین پیرو بھی اکثر اَن پڑھ تھے۔ آپ کی تعلیمات کو لکھنے اور پھیلانے میں جو طریقے اختیار کئے گئے تھے۔ وہ کئی طرح غیر اطمینانی تھے۔ اِس لئے کثیر التعداد احادیث و اخبار قابلِ وثوق نہیں ہیں۔ اس کا نتیجہ وہی ہوا جو پہلے ادیان میں ہوا تھا۔ کہ مختلف تفاسیر اور متضاد آراء باہمی کشمکش کا باعث ہوئیں اور اسلام کو بہت سے فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

اِس کے برعکس حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ پر بے شمار کلماتِ الٰہی نازل

ہوئے جو اپنی فصاحت و بلاغت اور نفوذ و قوّت میں بے نظیر ہیں۔ چونکہ دونوں کو ظہور کے بعد عام پبلک میں تقریر کرنے سے روکا گیا اور انہوں نے اپنی زندگیوں کا اکثر حصہ قید و نظر بندی میں گذارا۔ اس لئے انہوں نے اپنا وقت عموماً لکھنے میں صرف کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحائف آسمانی کے استناد کی خوبی کے لحاظ سے امر بہائی اپنے سے پہلے ادیان سے بہت بڑھکر ہے۔ بہت سے مسائل و حقائق کی جن پر پہلے ادیان میں یوں ہی دھندلی سی روشنی ڈالی گئی تھی اُن کی نہایت سادہ اور مکمل تشریح دی گئی ہے اور صداقت کے اُن دائمی اصول کو جن کی تمام انبیاء نے تلقین فرمائی ہے' اُن مسائل کے حل کرنے میں منطبق کیا ہے جو موجودہ دُنیا کے سامنے پیش ہیں، مسائل جو نہایت ہی پیچیدہ اور گوناگون ہیں اور جن میں سے اکثر پہلے انبیاء کے زمانوں میں سُننے میں بھی نہ آئے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ وحیِ آسمانی کا یہ مستند ذخیرہ' زمانۂ آئندہ میں غلط فہمیوں کو روکنے اور زمانۂ ماضی کی گتھیوں کو جو مختلف فرقوں کو ایک دوسرے سے ملنے نہیں دیتیں سُلجھانے میں ایک بہت قوی اثر و نفوذ دکھائے گا۔

بہائی میثاق

امر بہائی ایک اور طرح بھی بے مثل و بے نظیر ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے اپنے صعود سے پہلے بتکرار ایک میثاق لکھا۔ جس میں آپ نے اپنے سب سے بڑے فرزند عبد البہاء کو جنہیں آپ اکثر "غصن" یا "غصنِ اعظم" کے نام سے منسوب فرمایا کرتے تھے' اپنی تعلیمات کا مستند مترجم و مفسّر مقرّر فرمایا اور یہ اعلان فرمایا کہ جو تشریح یا تفسیر آپ فرمائیں اُن کو بھی ایسا ہی ماننا لازمی ہے جیسے حضرت بہاء اللہ کے کلماتِ مبارکہ کو اپنی آخری وصیت میں آپ فرماتے ہیں:۔

"اس پر جو کتابِ اقدس میں نازل ہوا غور کرو۔ جب میرے ظہور کا سمندر خشک ہو جائے اور کتابِ آغازنہ اپنے انجام کو پہنچ جائے

تو "من ارادہ اللہ" کی طرف توجہ کرو جو اس اصل قدیم سے ظاہر ہوا ہے
اس آیہ مبارکہ سے مُراد غصن اعظم ہے۔"
لوحِ غصن میں جس میں آپ حضرت عبدالبہاء کے مقام کو ظاہر کرتے ہیں فرمایا ہے:-
"اے لوگو! ظہور غصن کے لئے خدا کی تعریف کرو۔ کیونکہ تم پر یہ اُسکی انتہائی عنایت اور کامل ترین برکت ہے۔ اسی کے ذریعہ ہر ایک بوسیدہ ہڈی میں جان ڈالدی گئی ہے۔ جو کوئی اُس کی طرف توجہ کریگا بیشک وہ خدا کی طرف توجہ کرے گا اور جو کوئی اُس سے مُنہ پھیرے گا وہ میرے جمال سے رُخ پھیرے گا۔ میری حجّت کا منکر ہوگا اور ان میں سے گِنا جائے گا جو گنہگار ہیں۔"
حضرت بہاء اللہ کے صعود کے بعد حضرت عبدالبہاء کو اپنے گھر پر اور اپنے طویل سفروں میں دُنیا کے ہر مُلک اور ہر خیال کے لوگوں سے ملاقات کے بکثرت موقعہ ملے آپ نے اِن سب کے سوالات کو ان کی مشکلات اور ان کے اعتراضات کو سُنا اور اُن کے شافی جواب دئے جو نہایت حفاظت کے ساتھ تحریرات میں ثبت کئے ہوئے محفوظ ہیں۔ متواتر کئی سال تک حضرت عبدالبہاء تعلیماتِ مبارکہ کو سمجھاتے اور موجودہ زندگی کے مشکل مسائل کے سُلجھانے میں اُن کے عملی انطباق کو ظاہر فرماتے رہے۔ آپ کے پیروؤں کے درمیان جو کچھ بھی اختلافِ رائے ہوتا وہ اُسے آپ کے پاس لیجاتے اور آپ اُس کا مستند فیصلہ سُناتے۔ اس طرح آئندہ آنے والی غلط فہمیوں کا خطرہ بھی بہت کم ہوگیا ہے۔
حضرت بہاء اللہ نے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ حضرت عبدالبہاء کے صعود کے بعد ایک بیت العدل یعنی ایک بین الاقوامی روحانی مجلس قائم کیجائے۔ جس میں تمام دنیا کے بہائیوں کے نمایندے شامل ہوں جو امری معاملات

اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اُس کی تمام تحریکات پر قابض ہوں اور اُن میں یکسانیت قائم رکھیں۔ اختلاف اور فرقہ بندی کا سدِ باب کریں۔ اور تعلیمات مبارکہ کو ملاوٹ اور تاویلات سے بچائیں۔

علاوہ ازیں حضرت بہاء اللہ نے صریح الفاظ میں منع فرمایا ہے کہ آپ کے کلمات کے معنیٰ حضرت عبدالبہاء اور آپ کے بعد بین الاقوامی[1] بیت العدل کے سوا اور کوئی نہ کرے۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے کہ آیاتِ مبارکہ کے جو معانی اور تفسیرات نصِ صریح کے خلاف ہوں اُنکو ہرگز نہ مانا جائے۔ ہزار یا ہزاروں سال کے بعد ظلِ بہاء اللہ میں ایک دوسرا ظہور اپنی پیغمبری کے صریح ثبوت کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ مگر اُس وقت تک حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہاء کا کلام اور بین الاقوامی بیت العدل کے فیصلہ جات وہ مستند ہدایت ہیں جس کی طرف اہل بہاء کا توجہ کرنا لازم ہے۔ کوئی بہائی اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ کسی مفروضہ الہام یا تعلیمات کی کسی خاص تفسیر کی بنا پر ایک علیحدہ فرقہ کھڑا کرے۔ اِن احکامات کی خلاف ورزی کرنے والا ناقض یعنی خدا کے ساتھ عہد کو توڑنے والا خیال کیا جائیگا۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

امراللہ کا ایک دشمن وہ شخص ہے جو حضرت بہاء اللہ کے کلام کی تفسیر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح اپنی قابلیت کے مطابق اُن کے معنوں پر رنگ چڑھاتا ہے اور اپنے گرد کچھ پیرو جمع کرتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا بنانے اور امراللہ میں مناقشہ ڈالنے کے لئے ایک نیا فرقہ کھڑا کرتا ہے"

(سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۳ صفحہ ۸)

ایک دوسری لوح میں آپ فرماتے ہیں :-

---

[1] بین الاقوامی بیت العدل کے متعلق دیکھو پندرھواں باب۔

"یہ لوگ (فرقہ بندی بڑھانے والے) اُس جھاگ کی مانند ہیں جو سطح سمندر پر جمع ہوتی ہے۔ بحرِ میثاق سے ایک لہر اُٹھیگی اور ملکوتِ ابہیٰ کی قوت کے وزیعے اِس جھاگ کو دور کنارے پر جا پھینکیگی......... یہ مکروہ خیالات جو شخصی اغراض اور بد ارادوں سے پیدا ہوتے ہیں سب نسیاً منسیاً ہو جائیں گے۔ مگر میثاقِ الٰہی قائم اور محفوظ رہیگا" (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۱ صفحہ ۹۵)

انسان اگر دین کو ترک کرنا چاہے تو اُسے کوئی چیز روک نہیں سکتی حضرت عبدالبہآء فرماتے ہیں کہ "خدا خود کسی کو مجبور نہیں کرتا تاکہ وہ رُوحانی بنے۔ انسان کے لئے اپنی مرضی کو کام میں لانا ضروری ہے"۔ مگر میثاقِ رُوحانی اہلِ بہاء کے اندر فرقہ بندی کو صریح طور پر ناممکن بناتا ہے۔

امرِ بہائی میں پیشہ ور مذہبی پیشوا نہیں

شریعت بہآئی کی ایک اور خصوصیت خاص طور سے قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ اِس میں پیشہ ور مذہبی پیشوائی جائز نہیں۔ مبلغین کے اخراجات کے لئے اپنی خوشی سے اگر کوئی کچھ دے تو اِس کی اجازت ہے۔ اور بہت سے اہلِ بہاء اپنا سارا وقت خدمت امر میں صرف کرتے ہیں۔ مگر ہر بہآئی پر یہ واجب ہے کہ وہ تبلیغ اور دیگر تحریکات میں اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق حصہ لے۔ کوئی خاص جماعت اِس بات کے لئے مخصوص نہیں کی گئی کہ وہ مذہبی پیشوائی کریں یا اُن کے سے اختیارات رکھیں۔

پہلے زمانوں میں مذہبی پیشواؤں کا ہونا ضروری قرار دیا جاتا تھا۔ کیونکہ لوگ ان پڑھ ہوتے تھے اور اپنی مذہبی تعلیم اور مذہبی رسم ورواج کی ادائیگی اور عدالت وانصاف کے کاموں کے لئے مذہبی پیشواؤں کے محتاج ہوتے تھے اب زمانہ بدل گیا ہے۔ تعلیم عام ہوتی جارہی ہے۔ اور جب حضرت بہآءاللہ

کے احکام پر عملدرآمد شروع ہو جائے گا تو دنیا کا ہر ایک لڑکا اور لڑکی جیسی کہ چاہیئے ویسی تعلیم پایا کریں گے۔ اس طرح ہر فردِ واحد کلام الٰہی کو پڑھ سکیگا۔ اور بذاتِ خود سرچشمہ سے اپنے لئے آبحیات حاصل کیا کرے گا۔ مفصل رسوم ورواج جن کی ادائیگی کے لئے ایک خاص پیشے یا فرقے کی خدمات کی ضرورت پڑے، امر بہائی میں نہیں ہیں۔ اور عدالت وانصاف اُن حکام کے سپرد کیا گیا ہے جو اِس مقصد کے لئے مقرر کئے گئے ہوں۔

بچے کے لئے معلم کا ہونا لازمی ہے۔ مگر ایک اچھے استاد کا نصب العین یہ ہوگا کہ وہ شاگرد کو استاد کی ضرورت سے مستغنی کر دے۔ یعنی وہ اُسے اِس قابل بنا دے کہ وہ چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اپنے کانوں سے سُنے اور اپنی عقل سے سمجھے۔ اِسی طرح جب تک نوعِ انسان اپنے بچپن میں تھی، پیشہ ور مذہبی استاد لازم تھے۔ مگر اُن کا اصل کام یہ تھا کہ وہ لوگوں کو اپنی ضرورت سے مستغنی کردیں۔ اور لوگوں کو اس قابل بنا دیں کہ وہ روحانی چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ اپنے کانوں سے سُنیں اور اپنی عقل سے سمجھیں۔ اب اِن مذہبی استادوں کا کام ختم ہو چکا ہے اور بہائی تعلیمات کا نصب العین اب یہ ہے کہ اُن کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور لوگوں کو سوائے خدا کے اور سب سے مستغنی بنا دے۔ تاکہ وہ بذاتِ خود اُس کی یعنی اُس کے ظہور کی طرف متوجہ ہوں۔ جب سب ایک مرکز کی طرف توجہ کرینگے تب گڑبڑ اور غلط فہمیاں نہ رہیں گی۔ اور جس قدر سب مرکز کے قریب آتے جائینگے اُسی قدر وہ ایکدوسرے کے قریب اور متحد ہوتے جائینگے

"اے خدا کے لوگو! اپنے آپ سے ہی مشغول نہ ہو
عالم کی بہبودی اور لوگوں کی تربیت کی طرف بھی متوجہ ہو"

(حضرت بہاء اللہ)

دین تمدن کی بنیاد ہے بہائی عقیدے کے مطابق انسانی زندگی کے انفرادی اور معاشرتی مسائل ایسے پیچیدہ ہیں کہ معمولی عقلِ انسانی تنہا انہیں حل کرنے پر قادر نہیں۔ مقصدِ حیات سے وہ خدائے علیم ہی پوری طرح واقف ہے۔ اور وہی یہ جانتا ہے کہ یہ مقصد کس طرح حاصل ہو سکتا ہے انبیائے کرام کے ذریعے وہ انسانوں کو انسانی زندگی کی حقیقی منزلِ مقصود سے آگاہ کرتا ہے اور انہیں ترقی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اس لئے ایک حقیقی تمدّن کے استحکام کا انحصار انبیائے کرام پر جو کلام نازل ہو اس کی وفادارانہ اطاعت پر ہے۔ کلماتِ فردوسیہ میں فرمایا ہے:۔

"دین جہان کے انتظام اور مخلوقات کے اطمینان کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ارکانِ دین کی سستی نے جاہلوں کی ہمت کو بڑھا رکھا ہے اور انہیں منہ پھٹ اور متکبر بنا دیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جس قدر دین کا بلند مرتبہ

گھٹایا جائے گا اُسی قدر شریروں کی غفلت بڑھے گی جس کا آخر نتیجہ فساد اور بدنظمی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اہلِ مغرب کے طرزِ تمدن کو دیکھو کہ اُس نے تمام دُنیا میں کیسی کھلبلی ڈال دی ہے۔ بیشمار بندگانِ خدا جہنمی ہتھیاروں کی نذر ہوئے اور ایسی بے رحمی سے قتل ہوئے کہ نہ کبھی دُنیا کی آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سُنی۔ لیکن اِن زبردست اور قوی فسادوں کی اصلاح بجز اس کے ممکن نہیں کہ دُنیا کے تمام فرقے ایک خیال یا ایک مذہب کے سایہ کے نیچے ہو جائیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ لے اہلِ بہاء! ہر ایک حکم جو آسمان سے نازل ہوا ہے دنیا کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے۔"

یورپ کی موجودہ حالت اِن کلمات کی جو کئی سال پہلے نازل ہوئے تھے بولتی ہوئی گواہ ہے۔ کلماتِ الٰہی سے بے پرواہی اور بے دینی کے دور دورہ کے ساتھ ساتھ زبردست فساد اور تباہی بھی پھیل رہی ہے۔ بجز قلوب اور مقاصد کی تبدیلی کے جو ایک سچے دین کی حقیقی خاصیت ہے دنیا میں اصلاح کا ہونا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

عَدل کلماتِ مکنونہ کی چھوٹی سی بیاض میں جس میں حضرت بہاء اللہ تعلیماتِ انبیاء کا جوہر بیان فرماتے ہیں آپ کی پہلی نصیحت ہر شخص کی انفرادی زندگی کے بارے میں یہ ہے کہ:۔
"ایک نیک۔ پاک اور منور دِل کا مالک بن۔" اور دوسری نصیحت سچی معاشرتی زندگی کا بُنیادی اصول ہمیں بتاتی ہے۔ فرمایا ہے:۔
الضاف مجھے سب چیزوں سے پیارا ہے۔ اگر تو مجھے چاہتا ہے تو اِسے مَت بھول۔ اس کے ذریعہ تجھے ایسی قوت ملیگی

کہ تو اشیاء کو دوسروں کی آنکھوں سے نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ دُنیا کو کسی دوسرے شخص کے علم سے نہیں بلکہ اپنے علم سے جانے گا۔"

معاشرتی زندگی کا پہلا اصول یہ ہے کہ افراد سچ کو جھوٹ سے اور صحیح کو غلط سے تمیز کرنے اور اشیاء کے حقیقی تناسب کو دیکھنے کے قابل ہوں۔ روحانی اور معاشرتی کوتاہ نظری کا سب سے بڑا سبب اور اجتماعی ترقی کا سب سے بڑا دشمن خود غرضی ہے۔ ایرانی زردشتی بہائیوں کی ایک لوح میں فرمایا ہے:۔

"اے پسرانِ فراست! چھوٹی سی بہین پلک آنکھ کو دُنیا و مافیہا کے دیکھنے سے باز رکھتی ہے۔ اب اس سے تم اندازہ لگاؤ کہ حرص و آز کا پردہ جب دِل کی آنکھ پر پڑ جائے تو کیا نتیجہ ہوگا۔ اے لوگو! حرص و حسد کی تاریکی انوارِ روح کو اسی طرح سے چھپائے رکھتی ہے جیسے بادل سورج کی کرنوں کو چھپائے رکھتا ہے۔"

مدتِ مدید کے تجربات اب آخر کار انسان کو انبیاء کی اس تعلیم کی صداقت کا یقین دلاتے جارہے ہیں کہ خود غرضانہ خیالات اور عمل درحقیقت اجتماعی مصیبت کو سر پہ لاتے ہیں۔ اور اگر انسان بے شرمی کی موت مرنا نہیں چاہتے تو ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کی چیزوں کو اُسی نظر سے دیکھے جس نظر سے اپنی سب چیزوں کو دیکھتا ہے۔ اور اپنے مفاد کو کُل نوع کے مفاد کے ماتحت رکھے۔

کلماتِ فردوسیہ میں حضرت بہاء اللہ نے فرمایا ہے:۔

اے آدم زاد! اگر تیری نظر خدا کے فضل پر ہے تو اپنے نفع کا خیال چھوڑ اور لوگوں کو نفع پہنچا۔ اور اگر تیری نظر

اس کے دل پر ہے تو جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی
اوروں کے لئے بھی پسند کر۔"

حکومت ان بنیادی اصولوں کو جو آئندہ ہزار یا ہزاروں سال تک (جبتک ایک دوسرا پیغمبر تازہ وحیِ آسمانی کے ساتھ نہیں آتا) حقیقی تمدن کی بنیاد ہونگے نہایت صراحت کے ساتھ بیان فرماتے ہوئے حضرت بہاءاللہ نے اجتماعی زندگی کے جزئیات کے لئے کوئی مقررہ قوانین نافذ نہیں فرمائے۔ ہیئتِ اجتماعیہ کے ارتقاء کے لئے ضروری ہے کہ ایسے قوانین مقتضیاتِ وقت کے مطابق ہمیشہ بدلتے رہیں۔ اور امر بہائی کے بانی نے جو قاعدہ تجویز فرمایا ہے، اس میں اس اقتضاء کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ حضرت بہاءاللہ اگرچہ کسی خاص طرزِ حکومت پر زور نہیں دیتے مگر آپ نے "دستوری ملوکیت" کی تلقین فرمائی ہے۔ بشارات میں فرماتے ہیں :-

"اگرچہ جمہوریت کا فائدہ ہر خاص و عام کو پہنچتا ہے لیکن بادشاہوں کی شوکت خداتعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ اس لئے ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ جہان کے ملک اس سے محروم رہیں۔ اگر مدبرین ان دونوں کو جمع کریں تو انہیں خداتعالیٰ کے ہاں بڑا اجر ملیگا۔"

ایک موقعہ پر اس معاملہ پر گفتگو کرتے ہوئے جب مصنفِ کتاب (یعنی ڈاکٹر اسیلمنٹ) بھی موجود تھا حضرت عبدالبہاء نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے :-

شخصی یا استبدادی ملوکیت بری ہے۔ جمہوری طرزِ حکومت جیسا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ہے اچھا ہے مگر دستوری ملوکیت بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں جمہوریت اور ملوکیت دونوں کی

خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جو شوکت بادشاہ کی ہوتی ہے وہ اس پریذیڈنٹ کی نہیں ہوتی جو کچھ سالوں کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ ملوکیت باپ سے بیٹے کو ملنی چاہیئے۔ اس سے حکومت کو ایک استمرار اور استقرار حاصل ہوتا ہے جو جمہوریت میں نہیں ملتا۔ ہر چند سالوں کے بعد جب پریذیڈنٹ کا انتخاب ہوتا ہے تو تمام ملک سیاسی فسادوں اور ہیجان میں غرق ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں ملک میں عدالت کا قائم رہنا محال ہے۔

سوال۔ اگر بادشاہ نالائق نکلے تو کیا پارلیمنٹ کو اُسے تخت سے اُتار دینے کا اختیار ہوگا؟

جواب۔ بیشک پارلیمنٹ اس کو تخت سے اُتارنے اور اس کی جگہ دوسرے کو تخت پر بٹھانے کی مجاز ہوگی۔ دستوری ملوکیت کے طرزِ حکومت میں بادشاہ کو قوانین بنانے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ کابینہ اور پارلیمنٹ سب معاملات کو طے کیا کریگی۔

سوال۔ وراثتی ملوکیت کے ساتھ کیا وراثتی استقراریت بھی ضروری ہے؟

جواب۔ جو ملک کی مناسب خدمت کرتا ہے۔ اس کی مناسب عزت کرنا ضروری ہے۔ مگر کوئی اس بات کا دعویدار نہیں ہو سکتا کہ اس کی عزت و حرمت اس لئے ہونی چاہیئے کہ اس کا باپ مثلاً ایک بڑا جرنیل تھا۔ جو شخص قوم کی خدمت نہیں کرتا وہ کسی عزت کا مستحق نہیں۔ اس کے باپ کی خاطر اس کی عزت کیجائے تو کیجائے مگر جہاں تک عہدوں کا تعلق ہے اُسے ان کے لئے کوئی ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔"

حکومت کا کام قانون کو انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ جاری کرنا ہے

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"قانون کی نظر میں سب انسان یکساں ہیں اور اس کا نفاذ عام ضروری ہے .... جب مشرقی اور مغربی دنیا کے ہر ایک ملک میں کامل انصاف کا دَور دورہ ہو جائے گا تب دُنیا ایک خوبصورت بہشت بن جائے گی۔ ہر خدا کے بندے کا حق اور اُس کی یکسانیت قائم ہو جائیگی نوع انسانی کے ٹھوس اتحاد کا سنہری خیال اور حقیقی اخوت حاصل ہو جائے گی۔ اور آفتاب صداقت کا شاندار نور تمام انسانوں کی ارواح کو منور کر دے گا۔"

سیاسی آزادی

حضرت بہاءاللہ نے اگرچہ مقامی۔ قومی اور بین الاقوامی شعبوں میں دستوری حکومت کی تلقین فرمائی ہے مگر آپ فرماتے ہیں کہ جب تک انسان انفرادی اور اجتماعی ترقی کے ایک اعلیٰ درجہ تک نہیں پہنچتے اُس وقت تک اِس قسم کی حکومت کا ہونا ناممکن ہے۔ جاہل لوگوں کو جو اپنی نفسانی خواہشات کے بندے ہوں اور عمومی معاملات کو چلانے کے نااہل ہوں یکمرتبہ ہی خود اختیاری حکومت دیدینا تباہی کا باعث ہوگا۔ آزادی سے بڑھکر اُن لوگوں کے لیے جو اس کا دانشمندانہ استعمال نہیں جانتے کوئی چیز خطرناک نہیں۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے:۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ آزادی کے جویا ہیں اور اسپر فخر کرتے ہیں۔ مگر یہ لوگ صریح جہالت میں ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے آزادی کا نتیجہ ہیجان ہوتا ہے۔ جس کی آگ بجھائے نہیں بجھتی۔ اِس طرح تمہیں علیم و حکیم خدا آگاہ کرتا ہے۔ جانو! کہ آزادی مطلق کے مظاہر حیوان ہیں۔ انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ قوانین کے تحت میں رہے جو

اُسے اُس کے اپنے نفس کی جہالت سے اور دغاباز لوگوں کے فریب سے محفوظ رکھیں۔ آزادی، انسان کو ادب و وقار کی عزت سے عاری کر دیتی ہے اور اُسے رذالت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسانوں کو بھیڑوں کا ایک گلہ تصور کرو۔ اُن کے لئے ایک گلہ بان لازمی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ عین حق ہے۔ اور حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔ ہم آزادی کی بعض حالات میں اجازت دیتے ہیں مگر ہر حالت میں نہیں۔ کہہ دے آزادی میرے احکام کے ماننے میں مضمر ہے اگر تم ان میں سے ہو جاؤ جو جانتے ہیں۔ اگر لوگ اس کی اطاعت کرینگے جو ہم نے آسمانِ وحی سے نازل فرمایا ہے تو وہ اپنے نفوس کو کامل آزادی میں پائینگے...... کہہ دے کہ آزادی جو تمہارے لئے فائدہ بخش ہے وہ خدائے برحق کی بندگی میں ہے۔ اور جو اس کی حلاوت کو چکھ لیتا ہے وہ زمین و آسمان کی بادشاہت کے بدلے بھی اس کو نہیں دیتا۔"

گری ہوئی اور پسماندہ اقوام کی حالت کو سُدھارنے کے لئے حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ جب اقوام اور سیاست دان ہر دو ان کو اختیار کرنا سیکھ لینگے تو قومیں ہر قسم کے بندھنوں سے آزاد ہو جائیں گی۔

حکام اور رعایا

حضرت بہاء اللہ ظلم وستم کو نہایت شدت کے ساتھ حرام قرار دیتے ہیں۔ کلماتِ مکنونہ میں فرمایا ہے:۔

"اے ظالمانِ ارض! اپنے ہاتھوں کو ظلم سے کھینچ لو کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ناانصافی کو کبھی معاف نہ کروں گا۔"

وہ لوگ جن کے سپرد قوانین کے بنانے اور نافذ کرنے کا کام ہے انکو چاہئے کہ

"مشورت کے رشتے کو مضبوط پکڑیں اور پھر جو باتیں بندوں کی حفاظت۔ خوشحالی۔ بہبودی و اطمینان کا سبب ہوں اُن کو اختیار کریں۔ کیونکہ یہ کام اگر کسی اور طرح کیا جائے گا تو بدامنی اور جھگڑے کا موجب ہو گا۔" (لوح العالم)

لوگوں کے لئے بھی فرض ہے کہ وہ عادل حکومت کے وفادار اور مطیع رہیں۔ اُن کو لازم ہے کہ وہ قوم کے معاملات کو بہتر بنانے کے لئے تعلیمی وسائل اور نیک نمونہ کی قوت کو اپنا آلۂ کار بنائیں۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:-

"اہل بہاء کو چاہیئے کہ جس سلطنت کے زیر سایہ رہیں اُس کی خیرخواہی کریں اور اُس کے ساتھ صدق اور خلوص کا برتاؤ رکھیں اور اس کے مطیع رہیں۔" (بشارات)

"اے خدائی گروہ! اپنے وجود کو امانت اور دیانت کی پوشاک سے زینت دو۔ پھر اعمال اور اخلاق کے لشکروں سے اپنے پروردگار کی مدد کرو۔ ہم نے تم کو اپنی کتابوں۔ الواح صحیفوں اور تحریروں میں لڑائی جھگڑے اور فساد سے منع فرمایا ہے اور اس سے ہمارا مقصود بجز تمہاری سرفرازی اور سربلندی کے اور کچھ نہیں۔" (اشراقات)

تقرری و ترقی کسی شخص کو کسی عہدے پر مقرر کرتے وقت اُس عہدے کے لئے اُس کی تقرری کا معیار اُس کی اہلیت ہونی چاہیئے اس ایک حقیقی مناسبت کے علاوہ اور رعایتیں مثلاً تفوق۔ معاشرتی یا مالی حالت۔ خاندانی لحاظ یا شخصی دوستی سب کی سب نظر انداز کردینی چاہئے۔ اشراقات میں حضرت بہاء اللہ نے فرمایا ہے:-

اشراق پنجم۔ بادشاہوں کو چاہیئے کہ اپنی رعایا اور حکام ماتحت کے حالات سے خبردار رہیں اور لوگوں کو عہدے اُن کی لیاقت

اور قابلیت کے مطابق دیں۔ اِس بات پر ہر ایک امیر اور بادشاہ کا التفات کرنا لازم ہے۔ تاکہ امین کی جگہ خائن اور نگہبان کی جگہ کوئی ڈاکو غصب نہ کرے۔"

ایک معمولی سا غور و خوض یہ ظاہر کر دے گا کہ جب اس اصول کو سب مان لیں گے اور اس پر عمل کرنے لگ جائینگے تو ہماری معاشرتی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی واقع ہو گی۔ جب ہر شخص کو صرف وہی عہدہ دیا جائے گا جس کے لئے اس کی لیاقت اور قابلیت اُسے مستحق ٹھہراتی ہیں تو وہ اپنے کام کو دِل لگا کر کرے گا۔ اور اپنے کام میں ماہر ہو جائے گا جِس سے خود اُس کو اور تمام دُنیا کو بے انتہا فائدہ پہنچے گا۔

اقتصادی مسائل

بہائی تعلیمات بڑے زور و مد سے امیر و غریب کے اقتصادی تعلقات میں اصلاح کی ضرورت پر زور دیتی ہیں۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

حالاتِ عوام کا بندوبست ایسا ہونا چاہیئے کہ افلاس دُنیا سے گم ہو جائے اور ہر شخص جہاںتک ممکن ہو اپنے درجہ اور حالت کے مطابق آرام و آسائش سے زندگی بسر کر سکے۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایکطرف تو وہ لوگ ہیں جو دولت سے لدے ہوئے ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو فاقہ سے مر رہے ہیں ایک تو وہ ہیں جو عالیشان محلات میں رہتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جنہیں سر چھپانے کے لئے بھی جگہ میسر نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ معاملات کی یہ حالت سراسر غلط ہے۔ اور اس کو درست کرنا لازمی ہے مگر درستیٔ حالات کا کام نہایت ہوشیاری سے کرنا چاہیئے۔ یہ اس طرح سے نہیں ہو سکتا کہ سب لوگوں کو ایک سا کر دیا جائے۔ ایسی یکسانیت محض ایک خیالی اور وہمی بات ہے۔ یہ بالکل ناقابلِ عمل ہے۔ اگر یکسانیت قائم بھی کر لیجائے تو یہ زیادہ دیر تک

نہیں رہ سکتی۔ اگر اس کا وجود عالمِ امکان میں آگیا تو پھر دنیا کا نظام بالکل درہم برہم ہو جائے گا۔ خدا نے پیدائشِ انسان میں یہی مقدر فرمایا ہے...... ایک بڑی فوج کی طرح بنی نوع انسان کو بھی جرنیل۔ کپتانوں۔ درجہ بدرجہ ماتحت افسروں اور سپاہیوں کی ضرورت ہے جو اپنے اپنے مقررہ فرایض کو ادا کریں ایک مرتب نظام کے لئے درجات کا ہونا قطعی لازمی ہے۔ فوج میں سب کے سب جرنیل ہی نہیں ہو سکتے۔ یا صرف کپتان ہی ہوں یا سب سپاہی ہی ہوں اور کوئی ان میں صاحبِ اختیار نہ ہو۔"

"چونکہ بعض تو بحساب دولتمند ہیں اور دوسرے افسوسناک حالت افلاس میں ہیں اس لئے اِن معاملات کی درستی کے لئے ایک نظام کا ہونا لازمی ہے۔ دولتمندی اور افلاس دونوں کی ایک حد مقرر کرنی لازمی ہے۔ افراط و تفریط دونوں بُری ہیں۔........ جب ہم افلاس کو فاقہ کی حد تک پہنچا ہوا پاتے ہیں تو یہ امر اس بات کو یقینی بنا دیتا ہے کہ کہیں نہ کہیں ظلم و ستم بھی ضرور موجود ہے۔ اقوامِ عالم کو چاہیئے کہ وہ اس معاملہ کو جوش و خروش سے اپنے ہاتھ میں لیں اور وہ اِن حالات کے بدلنے میں جو انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو چور چور کر دینے والی ہے اور اُن کو مفلسی کا شکار بنائے ہوئے ہے دیر نہ کریں۔

"دولتمندوں کو لازم ہے کہ وہ اپنی بیشمار دولت میں سے کچھ دیں۔ اُن کو چاہیئے کہ وہ اپنے دلوں کو نرم کریں اور ایک ترحم آمیز ذہنیت پیدا کریں اور اُن بدقسمتوں کا خیال کریں۔ جو زندگی کی معمولی ضروریات کے بھی محتاج ہیں

اِس انتہائی دولتمندی اور انتہائی احتیاج کو دور کرنے کے لئے ایک خاص قانون بنایا جائے۔ مملکتیں اُس خدائی قانون کی جو سب کے ساتھ برابر کا انصاف کرتا ہے پیروی کریں۔ جبتک یہ نہ ہوگا شریعتِ آلہٰی کی اطاعت نہ ہوگی۔"

(پیرس کے لکچر (انگریزی) دوسرا ایڈیشن صفحہ ۱۴۰)

دخل اور خرچ حضرت عبدالبہآء تجویز فرماتے ہیں کہ جہانتک ممکن ہو سکے ہر گاؤں یا ہر ضلع کے مالی معاملات کے انتظام کا اختیار اُس کے اپنے ہاتھ میں ہو اور اس کو لازم ہے کہ وہ مرکزی حکومت کے اخراجات کے لئے مناسب حصّہ ادا کرے۔ محصول کا سب سے بڑا ذریعہ تدریجی انکم ٹیکس (آمدنی پر محصول) ہونا چاہیئے۔ اگر کسی شخص کی آمدنی اس کے ضروری اخراجات سے زائد نہیں ہوتی تو اس پر ٹیکس نہ لگایا جائے۔ مگر ان سب حالات میں جن میں آمدنی ضروری اخراجات سے زیادہ ہوتی ہو ٹیکس ضرور عائد کرنا چاہیئے۔ اور جتنی فالتو آمدنی بڑھتی جائے اتنا ہی ٹیکس بھی بڑھاتے جانا چاہیئے۔

دوسری طرف اگر ایک شخص بیماری۔ فصل کی خرابی یا اور کسی سبب سے جس پر اس کو اختیار نہیں اتنا نہیں کما سکتا جو اس کے سالانہ اخراجاتِ ضروری کے لیے کافی ہو تو ایسے شخص کو جس قدر اس کی ضرورت ہو خزانہ سے دیدیا جائے۔

آمدنی کے اور بھی ذرائع ہونگے مثلاً لاوارث جائدادیں۔ کانیں۔ دبے ہوئے خزانے اور بطیب خاطر دیئے ہوتے چندے' اخراجات میں ضعیفوں۔ یتیموں۔ سکولوں۔ لنگڑوں اور بہروں کی امداد اور صحتِ عامہ کی قائم رکھنے کی مدیں ہوں گی۔ اس طرح ہر ایک کی آسائش اور بہبودی کا خاطرخواہ انتظام کیا جائے گا۔

خود اختیاری حصّہ داری "پائدار امن کے قیام کے لئے مرکزی تنظیم کے ادارے کے نام لوح میں" جو ۱۹۱۹ء میں تحریر ہوئی حضرت عبدالبہآء فرماتے ہیں:۔

"حضرت بہآءاللہ کی تعلیمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک شخص اپنی جائداد میں دوسروں کو بھی بطیب خاطر حصّہ دار بنائے۔ یہ خود اختیاری حصّہ داری (قانونی) یکسانیت سے

بڑھکر ہے اور اس کی تہ میں یہ خیال کارفرما ہے کہ کوئی اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح نہ دے۔ بلکہ دوسروں کے لئے اپنے جان اور مال کو بھی نثار کردے۔ مگر اس میں زبردستی سے ہرگز کام نہ لینا چاہئے کہ ایک قانون بنادیا جائے اور لوگوں کو زبردستی اس کی اطاعت کرنی پڑے بلکہ ایسا ہو کہ انسان خود بخود بخوشی تمام اپنے مال و جان کو دوسروں کیلئے نثار کرے اور اپنی مرضی سے غرباء کے لئے خرچ کرے جس طرح ایران میں اہل بہاء کرتے ہیں۔"

کام کرنا سب کیلئے فرض ہے

اقتصادی مسئلہ کے متعلق حضرت بہاء اللہ کا ایک بہت ہی اہم حکم یہ ہے کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی مفید کام میں مشغول ہونا چاہئے۔ معاشرتی چھتہ میں نکھٹوؤں کی حاجت نہیں۔ ہیئتِ اجتماعیہ میں کوئی تندرست مفت خورے نہ ہوں۔ بشارات میں فرمایا ہے:۔

"تم میں سے ہر ایک پر کسی نہ کسی صنعت یا ہنر کا حاصل کرنا فرض ہے۔ تمہارا اس میں مشغول ہونا ہم نے خدا تعالیٰ کی عبادت کے برابر قرار دیا ہے۔ لوگو! خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کے الطاف پر غور کرو پھر صبح و شام اس کا شکر کرو۔

اپنے وقت کو فضول شغلوں اور سستی میں ضائع نہ کرو اور وہ کام کرو جس سے تمہیں بھی نفع پہنچے اور دوسروں کو بھی۔ اس لوح میں جس کے افق سے حکمت و بیان کا سورج چمکا ہے ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ نفرت کے قابل وہ شخص ہے جو ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جائے اور دوسروں سے سوال کرے۔ سو تم اللہ پر جو مسبب الاسباب ہے

بھروسہ کرکے اسباب کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو۔"

آجکل دُنیائے تجارت کی کس قدر قوت صرف اُن لوگوں کی کوششوں کو توڑنے اور بے اثر کرنے میں صرف کیجاتی ہے جو آپس میں تجارتی جنگ و مقابلہ کرنے پڑتے رہتے ہیں اور اس سے بھی بڑھکر کس قدر قوت اُن سے زیادہ نقصان دہ طریقوں میں لگ رہی ہے۔ اگر سب کو کام مل جائے اور سب کام کریں خواہ یہ کام دماغی ہو یا دستی۔ مگر حضرت بہاء اللہ کے حکم کے مطابق بنی نوع انسان کو فائدہ دینے والا ہو تو صحت افزا۔ آرام دہ۔ اور عزت بخش ضروریات زندگی کی اِس قدر فراوانی ہوگی کہ سب کے سب اُن سے فائدہ اُٹھائینگے۔ فقر و فاقہ۔ تنگدستی و افلاس۔ تجارتی غلامی و صحت شکن محنت کا پھر کہیں نام بھی نہ رہیگا۔

دَولت کے اخلاقی قوانین

بہائی تعلیمات کے مطابق دَولت کا صحیح حصول اور اُس کا صحیح استعمال دونوں قابلِ تحسین اور آبرو افزا ہیں۔ خدمت کا پورا پورا معاوضہ دینا فرض ہے۔ طرازات میں حضرت بہاء اللہ نے فرمایا ہے:۔

"اہلِ بہاء کو چاہیئے کہ وہ کسی کے حق کا انکار نہ کریں اور اربابِ ہنر کا احترام کریں۔ .... سب سے انصاف سے بات کریں اور نعمت کی قدر کریں۔"

سود کے بارے میں آپ نے اشراقات میں فرمایا ہے:۔

"اکثر آدمی اِس حکم کے محتاج نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اگر سود درمیان میں نہ ہو تو لوگوں کے تمام کاروبار بند ہو جائیں .... ایسے آدمی جو قرض حسنہ (ایسا قرض جو بلا سود کے دیا جائے اور جب مقروض کی مرضی ہو ادا کرے) سے دوسروں کی مدد کرتے ہوں کمیاب ہیں۔ لہٰذا ہم نے بندوں پر مہربانی کے ارادہ سے منافع کو بھی مثل اُن دیگر معاملات کے قرار دیا جو لوگوں میں رائج

ہیں ...... یعنی اسوقت سے کہ یہ کھلا حکم مشیتِ الٰہی کے آسمان سے نازل ہوا روپے کا سود حلال، طیب اور پاک ہے ...... لیکن اس حکم کی تعمیل انصاف و اعتدال کے ساتھ ہونی چاہئیے۔ قلم اعلیٰ نے اس کی حد مقرر کرنے میں توقف کیا ہے۔ اور یہ خدا کی حکمت اور اُس کی رحمت اپنے بندوں پر ہے۔ ہم خدا کے دوستوں کو عدل و انصاف اور ایسے کاموں کی وصیت کرتے ہیں جن سے اُس کے دوستوں کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و شفقت ظاہر ہو ...... اِن باتوں کا جاری کرنا بیت العدل کے ممبروں کے ذمہ ڈالا گیا ہے تاکہ وہ وقت کی ضروریات کے مطابق اور دانائی کے ساتھ عمل کریں۔"

تجارتی غلامی کی نہی

کتاب اقدس میں غلامی کو بالکل منع فرمایا ہے۔ حضرت عبدالبہاء اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ نہ صرف انسانی غلامی ہی بلکہ تجارتی غلامی بھی شریعتِ الٰہی کے خلاف ہے۔ ۱۹۱۲ء میں جب آپ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تشریف فرما تھے تو آپ نے امریکہ کے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا:۔

"۱۸۶۰ء اور ۱۸۶۵ء کے درمیانی عرصہ میں تم نے ایک حیرت انگیز بات کی۔ یعنی تم نے انسانی غلامی کو بالکل اُڑا دیا۔ مگر اس وقت تم کو اس سے بڑھکر حیرت انگیز بات کرنی چاہئیے یعنی تمہیں چاہیے کہ تم تجارتی غلامی کو بھی مِٹا دو ...... اقتصادی مشکلات سرمایہ داروں اور مزدوروں کی باہمی آویزش سے حل نہ ہونگی۔ فسادو نزاع سے نہ مٹیں گی۔ بلکہ جانبین کے درمیان ایک ایسی فضا پیدا کرنے سے دور ہونگی جس میں ایکدوسرے کی خیر خواہی کا دم برضا و رغبت بھرے۔ تب حالات کی حقیقی اور پائدار یکسانیت حاصل ہوگی ...... اہل بہاء نہ تو کوئی جبری

ظلم آمیز اور ناجائز حرکتیں کرتے ہیں نہ وہ باغیانہ مطالبات کرتے اور نہ موجودہ حکومتوں کے خلاف انقلاب آفریں بغاوتیں برپا کرتے ہیں ...... زمانہ آرہا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی گاڑھی محنت سے دولت جمع نہ کرسکیں گے۔ دولتمند برضا و رغبت اپنی دولت کو بانٹا کرینگے۔ وہ آہستہ آہستہ فطرت کے طریقہ سے برضا و رغبت اس کام کو کرینگے۔ خونریزی اور جنگ و جدل سے یہ معاملہ کبھی طے نہ ہوگا۔"

(دستار ادھت دی ویسٹ جلد ۷ نمبر ۱۸ صفحہ ۱۴۷)

دوستانہ مشورت۔ باہمی امداد۔ منصفانہ شرکت اور منافع یعنی حصہ داری ہی سے سرمایہ داروں اور مزدوروں کے مفاد کی بہترین خدمت ہو سکتی ہے۔ ہڑتالیں اور دربندیاں نہ صرف اُن حرفتوں کے لئے ہی نقصان دہ ہیں جن پر ان کا فوری اثر پڑتا ہے بلکہ تمام قوم کے لئے خرابی کا باعث ہیں۔ اِس لئے یہ تمام حکومتوں کا فرض اولین ہے کہ وہ ایسے وسائل پیدا کریں جن سے جھگڑوں کے فیصلہ کرنے کے ایسے وحشیانہ طریقے نیست و نابود ہو جائیں۔ ۱۹۱۲ء میں نیوہیمپشائر کے شہر ڈبلن میں حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:-

"اب میں تمہیں شریعت اللہ کے بارے میں کچھ بتاتا ہوں۔ خدائی قانون کے مطابق کام کرنے والوں کو صرف اُن کی مزدوری پر ہی نہ رکھا جائے بلکہ اُن کو ہر کام میں حصہ دار بنانا چاہئے۔ معاشرتی سوال بہت ٹیڑھا ہے۔ یہ مزدوری کے لئے ہڑتالیں کرنے سے حل نہ ہوگا۔ دُنیا کی تمام حکومتوں کو متحد ہو کر ایک مجلس قائم کرنی چاہئے۔ اِس مجلس کے ممبر پارلیمنٹوں اور شرفائے قوم سے چنے جائیں۔ اِن ممبروں کا فرض ہوگا کہ وہ دانائی و قوت سے کوئی ایسی تجویز سوچیں جس سے نہ تو سرمایہ داروں کو بہت بڑا نقصان ہو اور نہ مزدور

ہی محتاج رہیں۔ وہ یہ قانون نہایت اعتدال کے ساتھ بنائیں اور پھر عام طور سے اس کی منادی کر دیں کہ کام کرنے والوں اور سرمایہ داروں کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی جائے گی جب طرفین کی رضا و رغبت کے ساتھ یہ قانون نافذ کر دیا جائے تو اگر کوئی ہڑتال واقع ہو تو سب حکومتیں متحد ہو کر اس کی روک تھام کریں۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو معاملہ خصوصاً یورپ میں بہت تباہی برپا کرے گا۔ خوفناک واقعات ظہور پذیر ہونگے۔ عالمگیر یورپین جنگ کے اسباب میں سے یہ ایک حل طلب مسئلہ بھی ہوگا کہ مالکانِ جائداد و کانہا و کارخانجات کو چاہیے کہ علاوہ مزدوری دینے کے وہ اپنے کارکنوں کو اپنی آمدنی میں حصہ دار بنائیں اور اپنے منافع سے ایک خاصہ حصہ اپنے مزدوروں کو دیں تاکہ کارکن اپنی مزدوری کے علاوہ کارخانہ کی عام آمدنی سے بھی کچھ حصہ لے سکیں اور اس طرح اپنے کام کو جان و دل سے کریں"۔ (ستارادت دی ویسٹ جلد ۷ نمبر ۱ صفحہ ۷)

وصیت و میراث حضرت بہاء اللہ کا حکم ہے کہ ہر شخص آزاد ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی حین حیات میں اپنے مال کو تقسیم کرے اور یہ ہر شخص پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ ایک وصیت لکھے اور اس میں تحریر کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی جائداد کو کس طرح تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص بغیر وصیت کئے مر جائے تو اس کی جائداد کی قیمت کا اندازہ لگا کر مقررہ حصوں میں سات قسم کے وارثوں یعنی بچے بیوی یا خاوند۔ باپ۔ ماں۔ بھائیوں۔ بہنوں اور استادوں کے درمیان تقسیم کر دینا چاہیے۔ اِن ورثاء میں سے ہر ایک کا حصہ درجہ بدرجہ رکھا گیا ہے۔ اگر اُن میں سے کوئی وارث نہ ہو تو اُس کا حصہ بیت المال میں جمع

ہو جائے گا تاکہ وہ ناداروں۔ یتیموں۔ بیواؤں یا اور رفاہِ عام کے کاموں میں خرچ کیا جائے۔ اگر مرنے والا بالکل ہی لاوارث ہو تو اس کی کل جائداد بیت المال میں جمع ہو جائے گی۔

شریعتِ بہائیہ میں کوئی قانون ایسا نہیں جو کسی کو اپنی جائداد اگر وہ چاہے تو کسی ایک شخص کے نام چھوڑ جانے سے روکتا ہو مگر اہل بہاء فطرۃً اس نمونہ کے زیر اثر اپنی وصیتیں لکھینگے۔ جو حضور نے انہیں لاوارث جائدادوں کی حالت میں فیصلہ کر کے بتایا ہے اور جس کے ذریعہ جائداد ورثا کی ایک بہت بڑی تعداد میں تقسیم ہو سکتی ہے۔

مرد و عورت کی مساوات

معاشرتی اصولوں میں سے ایک اصول جس کو حضرت بہاء اللہ نے بہت اہمیت دی ہے یہ ہے کہ عورت کو مرد کے برابر خیال کرنا چاہئے اور انہیں برابر کے حقوق و رعایتیں ایک سی تعلیم اور یکساں موقعے ملنے چاہئیں۔

وہ بڑا ذریعہ جس کے وسیلے آپ عورتوں کی آزادی کو عرصۂ شہود میں لانا چاہتے ہیں عالمگیر تعلیم ہے۔ لڑکیوں کو بھی ایسی ہی اعلیٰ تعلیم ملنی چاہئے جیسی لڑکوں کو دی جاتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت بہائیہ میں لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کی تعلیم سے زیادہ ضروری لکھی گئی ہے۔ کیونکہ اپنے وقت پر یہ لڑکیاں مائیں بنیں گی۔ اور نئی پود کی یہ اولین معلمہ ہونگی۔ بچے سبز اور نازک شاخوں کی مانند ہیں۔ اگر شروع کی تربیت درست ہے تو وہ سیدھے بڑھتے ہیں۔ پر اگر یہ غلط ہے تو وہ ٹیڑھے بڑے ہوتے ہیں اور زندگی بھر وہ اوائل عمر کی تعلیم کے زیر اثر رہتے ہیں۔ اس لئے یہ کس قدر اہم ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم عمدہ اور حکمت و دانائی کے ساتھ کی جائے۔

مغربی سفروں میں حضرت عبدالبہاء کو اس موضوع پر بارہا بہائی تعلیمات کے بیان کرنے کا موقعہ ہوا۔ جنوری ۱۹۱۳ء کو لندن میں آزادیٔ نسوان

کی لیگ کے ایک جلسہ میں آپ نے فرمایا:۔

"نوع انسان ایک پرندہ کی مانند ہے۔ جس کے دو بازو ہوتے ہیں۔ ایک بازو مرد ہے اور دوسرا عورت۔ جب تک دونوں بازو مضبوط نہ ہونگے اور ایک متحدہ کوشش سے نہ ہلائے جائینگے پرندہ آسمان کی طرف اڑ نہیں سکتا۔ اِس زمانہ کی فضا کے مطابق عورتوں کے لئے آگے بڑھنا اور زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے برابر ہوکر کام کرنا ضروری ہے اُن کو مَردوں کے برابر ہونا چاہئے اور انہیں مردوں کے برابر حقوق ملنے چاہئیں۔ یہ میری تہ دل سے دُعا ہے اور حضرت بہاء اللہ کے بُنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔

بعض سائنس والوں نے یہ کہا ہے کہ مرد کا دماغ عورت کے دماغ سے وزنی ہوتا ہے اور اس کی بنا پر یہ لوگ مرد کو عورت پر فوقیت رکھنے کے مُدعی ہیں۔ پر جب ہم مشاہدہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بہت سے اشخاص ایسے ہیں جن کے سر بہت چھوٹے ہیں۔ اُن کے دماغ بھی اس لئے ضرور چھوٹے ہونگے مگر اُن کی فہم اور عقل بہت بڑی ہوتی ہے۔ اسی طرح بہت سے بڑے سر والے اشخاص ہیں جن کے دماغ ضرور وزنی ہونگے مگر وہ احمق اور بیوقوف ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ دماغ کا وزن فہم و فوقیت کے لئے کوئی معیار نہیں۔

جب مرد اپنی فوقیت کے ثبوت میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ عورتوں نے اتنے بڑے بڑے کام نہیں کئے جو مَردوں نے کئے تھے تو وہ ایک بودی دلیل پیش کرتے ہیں جو تاریخ کے بالکل خلاف ہے۔ اگر انہیں تاریخ سے اطلاع ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ زمانۂ ماضی میں بھی بہت سی عورتیں ہوئی ہیں جنہوں نے بہت بڑے بڑے کام کئے اور زمانۂ حال میں بھی بہت سی عورتیں ہیں جو اسوقت بڑے بڑے کام کر رہی ہیں۔"

اس کے بعد حضرت عبدالبہاء نے زنوبیا اور زمانۂ ماضی کی دیگر بڑی بڑی عورتوں کے کارہائے نمایاں بیان فرمائے اور آخر میں مریم مگدلینی کی جو اپنے ایمان میں اس وقت بھی راسخ رہی جب دوسرے رسولوں کے ایمان متزلزل ہو رہے تھے، تعریف بلیغ کرتے ہوئے فرمایا۔

" ہمارے زمانے کی عورتوں میں حضرت قرۃ العین ہیں جو ایک مسلمان عالم کی دختر تھیں۔ حضرت باب کے ظہور کے وقت آپ نے ایسی ہمت اور قدرت دکھائی کہ جو آپ کی تقریر سنتا وہ حیرت سے انگشت بدندان ہو جاتا۔ ایرانیوں کی قدیم رسم کے باوجود آپ نے پردے کو ترک کر دیا اور اگرچہ مردوں کے ساتھ بات چیت کرنا خلافِ ادب سمجھا جاتا تھا، یہ شیر دل خاتون بڑے سے بڑے جید علماء کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتی اور ہر مجلس میں انہیں نیچا دکھاتی۔ حکومتِ ایران نے آپ کو گرفتار کر لیا اور گلیوں میں آپ پر پتھر پھینکے گئے۔ کفر کا فتویٰ لگا کر شہر بشہر جلاوطن کیا گیا۔ موت کی دھمکی دی گئی۔ مگر آپ نے اپنی بہنوں کو آزادی دلانے کا جو ارادہ کر لیا تھا اس میں ذرا بھی متزلزل نہ ہوئیں۔ آپ نے نہایت صبر کے ساتھ ظلم و ستم سہے۔ قید میں بھی آپ بہتوں کو اپنا ہمخیال بنانے میں کامیاب ہوئیں۔ ایک ایرانی وزیر کو جس کے گھر میں آپ مقید تھیں آپ نے فرمایا۔ "تم مجھے جس قدر جلد چاہو موت کے گھاٹ اتار سکتے ہو۔ مگر تم آزادیٔ نسوان کو نہیں مٹا سکتے"۔ آخر کار آپ کی دکھ بھری زندگی کا وقت قریب لگا۔ ظالم آپ کو ایک باغ میں لے گئے۔ اور وہاں گلا گھونٹ کر آپ کا کام تمام کیا۔ مگر مرنے کے دن آپ نے اپنی بہترین پوشاک پہنی۔ گویا آپ کسی برات کے ساتھ شرکت فرمانے کے لئے جا رہی ہیں۔ آپ نے ایسی بہادری اور خندہ پیشانی سے جان دی کہ جس نے آپ کو دیکھا وہ حیرت و استعجاب سے کانپ اٹھا۔ آج بھی ایران میں اہلِ بہاء کے درمیان ایسی خواتین ہیں جو ہمت کی دھنی اور ایک اعلیٰ بصیرت و عقل

کی مالک ہیں۔ وہ بہت فصیح البیان ہیں اور لوگوں کی بڑی بڑی مجالس میں تقریریں کرتی ہیں۔

نوعِ انسان کی تکمیل کے لئے عورتوں کو چاہئے کہ وہ ترقی کرتی جائیں اور سائنس۔ علم ادب اور علم تاریخ میں اپنے علم کو وسیع کریں۔ وہ زمانہ دور نہیں جب اُن کے حقوق اُن کو مِل جائینگے۔ مردوں کو معلوم ہو جائیگا کہ عورتیں جوش وخروش اور سکون و دبدبہ سے کام کر رہی ہیں۔ معاشرتی اور سیاسی زندگی کو بڑھا رہی ہیں۔ جنگ کے خلاف ہیں اور آزادی اور یکساں حالات کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ میں تمہیں زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تب تمہاری پیشانیاں دائمی عزت کے تاج سے چمک اُٹھینگی۔"

خواتین اور نیا دَور

جب معاشرتی معاملات میں عورت کے نقطۂ نظر کو جیسی کہ چاہئے توجہ دی جاوے گی اور عورت کو خیالات کے اظہار کے لئے آزادی مِل جائے گی تو ہمیں اُمید ہے کہ اُن معاملات کو جن کے ساتھ مرد کے قدیم زمانہ تفوق میں بہت شدت کے ساتھ بے پروائی برتی گئی تھی بہت بڑا فروغ ہوگا یعنی صحت۔ میانہ روی۔ امن اور انفرادی زندگی کا لحاظ وغیرہ وغیرہ معاملات پر پوری توجہ دیجائے گی اور اِن باتوں میں پیشروی بہت موثر اور منفعت بخش نتائج کا باعث ہوگی۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:-

"پہلے زمانوں میں دُنیا میں تشدد کا دَور دَورہ تھا اور مرد عورت پر اپنی جسمانی طاقت اور دماغی زبردستی کے سبب حکمران رہا۔ مگر اب پانسہ پلٹ رہا ہے۔ تشدد کا زور کم ہو رہا ہے اور دماغی چستی اور ذکاوت اور رُوحانی صفاتِ محبت و خدمت جس میں عورت کو فوقیت حاصل ہے فتح پاتی جا رہی ہیں۔ اِس لئے نئے دَور میں مردانہ چیرہ دستیاں کم ہونگی اور عورت کے اصولوں کا

بول بالا ہوگا۔ یا یوں کہیں کہ نیا دور ایک ایسا دور ہوگا جس میں تمدن کے دونوں مردانہ اور زنانہ پہلو برابر کے چنچے شلے ہونگے۔“

(سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۸ نمبر ۳ صفحہ ۳۸)

تشدد آمیز طریقوں کی ممانعت

حضرت بہاء اللہ جس طرح اور معاملات میں اپنے پیروؤں کو سینہ زوری اور جوش آمیز طریقوں کے برتنے سے منع فرماتے ہیں اسی طرح عورتوں کی آزادی کے معاملہ میں بھی زبردستی کرنے سے روکتے ہیں۔ ایران، مصر اور شام کی بہائی خواتین نے معاشرتی اصلاح کے بہائی طریقہ کی ایک بہت اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔ ان ملکوں میں مسلمان عورتیں جب گھر سے باہر جاتی ہیں تو اپنے چہروں پر برقعہ یا نقاب ڈال کر جاتی ہیں۔ حضرت باب نے اشارہ فرمایا تھا کہ نئے دور میں عورتیں اس ناگوار دباؤ سے آزاد کر دی جائیں گی۔ مگر حضرت بہاء اللہ نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ اگر کوئی اہم اخلاقی سوال درمیان نہ ہو تو وہ مروجہ رسوم کا لحاظ رکھیں حتیٰ کہ لوگ آگاہ ہو جائیں ورنہ وہ اپنے ہمسایوں کے ہدفِ طعن و تشنیع ہونگے اور مفت کی دشمنی اور مخالفت بھڑکانے والے بنیں گے۔ اسی لئے بہائی خواتین حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ پردہ کی دقیانوسی رسم دانا اور آگاہ لوگوں کے لئے بیکار اور تکلیف دہ ہے خاموشی سے اس زحمت کو برداشت کرتی ہیں تاکہ وہ پردہ کی رسم کو ہٹا کر مذہبی دیوانگی کے جوش اور کینہ در مخالفت کے طوفان کو بھڑکانے کا موجب نہ ہوں۔ رسم و رواج کا یہ لحاظ کسی خوف کے سبب نہیں بلکہ اس یقین پر مبنی ہے جو وہ تربیت و تعلیم کی قوت اور حقیقی دین کی حیات افروز اور کایا پلٹ طاقت پر رکھتی ہیں۔ ان ممالک میں رہنے والے بہائی اپنے قوی کو اپنے بچوں اور خصوصاً لڑکیوں کی تربیت اور بہائی اصولوں کی پیشرفت پر صرف کر رہے ہیں کیونکہ انہیں یہ کامل یقین ہے کہ جوں جوں نئی روحانی زندگی بڑھکر لوگوں میں پھیلتی

جائے گی ۔ دقیانوسی رسوم اور تعصبات رفتہ رفتہ مٹتے جائینگے بعینہٖ اُس طرح جس طرح موسمِ بہار میں جب پتے اور پھول آفتاب کی حرارت میں پھوٹتے اور پھیلتے ہیں تو شگوفے کے کھپڑے جھڑ جاتے ہیں۔

تعلیم تعلیم یعنی انسانوں کی ہدایت اور ان کی باطنی صفات کی تربیت وترقی جب سے دنیا بنی ہے انبیائے کرام کا اعلیٰ ترین مقصد رہی ہے اور امرِ بہائی میں تعلیم کی اہمیت اور اس کے لامحدود امکانات کا نہایت صریح اور واضح الفاظ میں اعلان فرمایا ہے ۔ بہائی تمدن میں معلم ایک زبردست ذریعہ ہے اور اُس کا کام انسانی آرزوؤں اور تمناؤں کا اعلیٰ وارفع ترین مقام ہے ۔ تعلیم ماں کے پیٹ سے شروع ہوتی ہے اور جس طرح انسانی زندگی کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح اس کی بھی کوئی حد نہیں ۔ یہ شائستہ بودوباش کے لئے لازم اور اجتماعی و انفرادی بہبودی کی بنیاد ہے ۔ جب صحیح طریقوں پر تعلیم دیئے جانے کا رواج عام ہو جائے گا تو نوعِ بشر کی کایا پلٹ جائے گی اور دُنیا فردوس بریں بن جائے گی۔

اِس وقت صحیح معنوں میں تعلیمیافتہ شخص کا وجود عنقا کی مانند ہے کیونکہ ہر شخص جھوٹے تعصبات ۔ غلط اصول ۔ اُلٹے خیالات اور بُری عادت کا مظہر ہے جو بچپن ہی سے کوٹ کوٹ کر اس میں بھر دیئے گئے ہیں ۔ بہت ہی کم شخص ایسے ہونگے جنہیں بچپن ہی سے یہ سکھایا گیا ہوگا کہ وہ اپنے خدا کو اپنے سارے دل سے پیار کریں ۔ اپنی زندگی کو اُس کے لئے وقف کر دیں ۔ انسانوں کی خدمت کرنے کو اپنی زندگی کا مقصدِ اعظم سمجھیں اور اپنے قویٰ کو بہترین طریقہ سے ترقی دیں تاکہ انہیں رفاہِ عام کے لئے صرف کر سکیں ۔ حالانکہ بلاشک وشبہ یہ باتیں ایک عمدہ تعلیم کے لازمی عنصر ہیں ۔ حساب ۔ صرف ۔ نحو ۔ جغرافیہ اور علم ادب وغیرہ کی باتوں کو یاد کر لینا شریف اور کارآمد ہستیاں پیدا کرنے کے لئے نسبتاً بالکل بے کار ہے ۔ حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں

کہ تعلیم عام ہونی چاہئے۔ اشراقات میں فرمایا ہے :-

"قلمِ اعلیٰ ہر ایک کو بچوں کی تعلیم و تربیت کا حکم دیتا ہے۔ اِس بارہ میں یہ آیتیں کتابِ الٰہی میں اُس وقت نازل ہوئی تھیں جبکہ ہم نے قید خانہ میں قدم رکھا تھا۔ ہر ایک باپ پر فرض ہے کہ وہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو لکھائے پڑھائے اور اُن باتوں کی تعلیم و تلقین کرے جن کا حکم الواح میں دیا گیا ہے اور جو شخص اِس حکم کی جس کی تعمیل ہر شخص پر فرض کی گئی ہے بجا آوری میں کوتاہی کرے تو بیت العدل کے ممبروں کا فرض ہے کہ اگر وہ شخص مالدار ہے تو اُس سے اتنا روپیہ وصول کر لیں جتنا اُس کے بچوں کی تربیت کے لیئے ضروری ہو۔ ورنہ اُن کی تعلیم و تربیت کا انتظام بیت العدل کے ذمہ ہے۔ بیشک ہم نے بیت العدل کو فقرا اور مسکینوں کا جائے پناہ بنایا ہے۔

جس شخص نے اپنے بچے یا کسی اور کے بچے کی تربیت کی اُس نے گویا میرے بچے کی تربیت کی، اُس پر میری عنایت و مہربانی اور رحمت جو تمام دُنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔"

لوح العالم میں فرمایا ہے :-

"مرد اور عورتیں جو کچھ تجارت یا کھیتی یا اور کسی کام میں پیدا کریں۔ اُس کا ایک حصہ کسی امانت دار کے پاس اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیئے رکھوا دیں۔ اور اُس پونجی کو بچوں کی لکھائی پڑھائی میں بیت العدل کے وکیلوں کی صلاح سے لگایا جائے۔"

فطرت کے جبلی اختلافات

بہائی نقطۂ خیال کے مطابق بچے کی فطرت کوئی موم کی طرح نہیں ہے کہ اُسے اُستاد اپنی مرضی کے مطابق جس شکل و صورت میں چاہے ڈھال لے

نہیں! بلکہ ہر ایک بچہ شروع ہی سے ایک خداداد خصلت اور شخصیت کا
مالک ہوتا ہے۔ جس کی بہترین تربیت ایک خاص طریقہ سے ہو سکتی ہے۔
یہ طریقہ ہر حالت میں جُداگانہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی دو شخص ایسے نہ ملینگے جن کی
قابلیت اور لیاقت ایک ہی قسم کی ہو اور حقیقی معلّم کبھی اس بات پر زور
نہ دیگا کہ دو فطرتوں کو زبردستی ایک ہی سانچے میں ڈھالا جائے اور حقیقت
تو یہ ہے کہ وہ کسی فطرت کو بھی کسی ایک سانچہ میں زبردستی ڈھالنے کی کوشش
نہ کرے گا۔ وہ تو نوخاستہ فطرت کے بڑھتے ہوئے قویٰ کی مودّبانہ نگرانی کریگا
اُن کی ہمت افزائی اور حفاظت کرے گا۔ اور انہیں جس قدر غذا اور امداد کی
ضرورت ہے بہم پہنچائے گا۔ اس کا کام بعینہ اس مالک کی طرح ہے جس کی
تحویل میں مختلف قسم کے پودوں کی نگرانی ہو۔ ایک پودے کو تو سخت
دھوپ کی ضرورت ہے۔ دوسرے کو ٹھنڈے سایے کی حاجت ہے۔
ایک پانی کے کنارے پھلتا پھولتا ہے اور دوسرا چٹیل پہاڑ کی چوٹی پر اُگتا ہے
اور پروان چڑھتا ہے۔ ایک تو ریگستان میں سرسبز ہوتا ہے اور دوسرا
چکنی مٹی میں پنپتا ہے۔ ہر ایک کی ضروریات مناسب طور سے بہم پہنچانی
چاہیئے۔ ورنہ اُس کی خوبیاں کبھی پورے طور سے ظاہر نہ ہونگی۔ حضرت عبدالبہا
فرماتے ہیں :-

" انبیائے کرام اس بات کو مانتے ہیں کہ تعلیم وتربیت افراد پر بہت بڑا
اثر ڈالتی ہے۔ مگر وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ عقول و فہم فطرتاً علیحدہ علیحدہ ہیں۔
ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک ہی عمر، ایک ہی وطن، ایک ہی نسل، بلکہ ایک
ہی خاندان کے بچوں کی عقل اور اُن کے ذہن حالانکہ وہ ایک ہی معلّم کے
زیرِ تربیت ہوتے ہیں مختلف ہوتے ہیں۔ خزف کو کیسا بھی جلا کریں یہ چمکدار
موتی نہیں بن سکتا۔ سیاہ پتھر جہان افروز ہیرا نہیں ہو سکتا۔ خاردار جھاڑی
خواہ اس کی کیسی ہی تربیت و تکمیل کیوں نہ کی جائے شجرۂ مبارکہ نہیں بن سکتی یعنی

تربیت انسانی جوہر کی فطرتی خصلت کو نہیں بدل سکتی۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ تربیت کا اثر عجیب و غریب ہوتا ہے۔ اس موثر قوت کے ذریعے انسانی حقیقت کی جو طاقتیں اور خوبیاں مخفی ہوتی ہیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔"

(الواح عبدالبہاء (انگریزی) جلد ۳ صفحہ ۵۷۷)

تربیتِ سیرت

تعلیم میں سب سے اہم امر سیرت کی تربیت ہے۔ اس کے لیئے پند و نصیحت سے نظیر باندھنا اور نمونہ بنکر دکھانا زیادہ موثر ہے۔ اس لیئے بچے کے والدین، معلمین اور ساتھیوں کے چال چلن بہت اہم اثر رکھتے ہیں۔ انبیائے الٰہی نوعِ انسان کے اوّلین معلم ہیں۔ اور جونہی بچہ سمجھنے کے لائق ہو جاتے تو ان کی نصیحتیں اور ان کی زندگی کی کہانی ان کے دل میں ڈالنی چاہیں۔ معلم اعلیٰ حضرت بہاءاللہ کا کلام خاص طور پر اہم ہے۔ کیونکہ آپ نے وہ بنیادی اصول نازل فرمائے ہیں جس پر دنیا کا آئندہ تمدن تعمیر ہوگا، فرمایا ہے:-

" اپنے بچوں کو وہ (کلام) پڑھاؤ جو قلمِ اعلیٰ سے نازل ہوا ہے۔ اور انہیں اس بات کی تعلیم دو جو آسمانِ عظمت و قوت سے اتری ہے۔ انہیں پروردگار رحمٰن کی الواح حفظ کراؤ تا کہ وہ سُریلی آواز سے مشرق الاذکار میں انہیں پڑھیں۔"

(سٹار آف دی ویسٹ جلد ۹ نمبر ۷ صفحہ ۸۱)

ہنر، علوم اور دستکاری

علوم و ہنر اور صنعت و حرفت کی تعلیم و تربیت حضرت بہاءاللہ نے نہایت ضروری قرار دی ہے۔ تجلیات میں آپ نے فرمایا ہے:-

علم وجودِ انسان کے لئے بمنزلہ بازو اور ترقی کے لئے زینہ کی مانند ہے۔ اس کا حاصل کرنا سب پر فرض ہے۔ لیکن علم سے مراد وہ علوم ہیں جن سے دنیا کو نفع پہنچے نہ وہ علوم جو صرف الفاظ سے

شروع ہوتے اور الفاظ پر ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ دُنیا پر علم و ہنر والوں کا بڑا حق ہے ...... کچھ شک نہیں کہ انسان کے لئے اُس کا علم حقیقی خزانہ ہے۔ انسان کی عزّت و نعمت و آسایش و راحت اور خوشی و خرّمی کا ذریعہ علم ہی ہے"

مجرموں سے سلوک

مجرموں کے ساتھ صحیح سلوک پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبد البہاء نے فرمایا ہے :-

" سب سے ضروری بات یہ ہے کہ لوگوں کی ایسی تربیت کیجائے کہ جرم واقع ہی نہ ہو۔ کیونکہ لوگوں کی ایسی تربیت ممکن ہے کہ وہ ارتکاب جرم سے اتنا ڈریں اور ایسا پرہیز کریں کہ جرم کا مرتکب ہونا ہی اُن کے نزدیک ایک بڑا دُکھ اور عذاب و سزا ہو۔ لہٰذا کوئی جرم ہی سرزد نہ ہوگا جس میں سزا دینے کی ضرورت ہو..... ...... اگر ایک شخص دوسرے پر ظلم و ستم اور تعدّی کرے اور شخص مقابل بھی ویسا ہی اُس کے ساتھ کرے تو یہ انتقام ہوگا اور انتقام منع و مذموم ہے۔ اگر زید عمر کے بیٹے کو مار دے عمر کا کوئی حق نہیں کہ وہ زید کے بیٹے کو مار دے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ انتقام ہوگا۔ اور انتقام بہت مذموم ہے۔ بلکہ اُس کو لازم ہے کہ اس کے برعکس عمل کرے۔ معاف کر دے۔ بلکہ اگر کر سکے تو ظالم کی مدد کرے۔ ایسا کرنا انسان کے لئے سزاوار ہے۔ کیونکہ انتقام سے اُسے کیا حاصل ہوگا؟ دونوں عمل ایک سے ہیں۔ اگر بُرے ہیں تو دونوں بُرے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک پہلے کیا گیا تھا اور دوسرا بعد میں۔ مگر ہیئت اجتماعیہ کو محافظت اور مدافعت دونوں حق حاصل ہیں۔ کیونکہ ہیئتِ اجتماعیہ کو نہ تو قاتل کے ساتھ کوئی بُغض ہے اور نہ کوئی عداوت۔ صرف دوسروں کی حفاظت کے لئے قاتل کو

قید کرتی یا سزا دیتی ہے۔ .... حضرت مسیح نے جو یہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسرا بھی اس کی طرف کردے، اس سے آپ کا مقصد لوگوں کی تربیت کرنا تھا کہ وہ انتقام نہ لیں۔ آپ کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ اگر ایک بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں گھس آئے اور سب بکریوں کو پھاڑ کھانا چاہے تو اس بھیڑیے کی اعانت کیجائے۔ نہیں بلکہ اگر حضرت مسیح دیکھتے کہ بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں گھس آیا ہے اور سب بکریوں کو پھاڑ دینا چاہتا ہے تو آپ ضرور اس بھیڑیے کی روک تھام کرتے ....

قوامِ ہیئتِ اجتماعیہ عدل ہے۔ عفو نہیں۔ پس عفو وبخشش سے حضرت مسیح کا مقصد یہ نہ تھا کہ اگر اقوامِ دیگر تم پر چڑھائی کریں۔ تمہارے گھروں کو جلائیں تمہارے مال ومتاع کو غارت کریں۔ تمہارے اہل وعیال واولاد پر ظلم کریں اور تمہاری عزت پر ڈاکہ ڈالیں تو اس ستمگار لشکر کے سامنے تم خاموشی سے سرِ تسلیم خم کردو۔ تاکہ جو ظلم وتعدی وہ چاہیں کریں۔ نہیں۔ حضرت مسیح کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ اگر دو شخصوں کے درمیان کوئی معاملہ ہوجائے تو ان کو ایکدوسرے کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔ یعنی اگر ایک شخص دوسرے پر ظلم کرے تو مظلوم کے لئے لازم ہے کہ وہ معاف کردے۔ مگر ہیئتِ اجتماعیہ کا فرض ہے کہ وہ انفرادی حقوق کی محافظت کرے۔ ...... ایک بات باقی رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ ہیئتِ اجتماعیہ دن اور رات لگاتار سزا کے قوانین بنانے میں مصروف اور قصاص کے آلات ووسائل میں منہمک ہے۔ قید خانے تعمیر کراتے ہیں۔ زنجیریں اور بیڑیاں بنواتے ہیں۔ ملک بدر اور جلاوطن کرنے کے مقامات کا انتظام کرتے ہیں اور طرح طرح کی مشقتیں اور مصیبتیں ایجاد کرتے ہیں تاکہ ان وسائل سے مجرموں کی تربیت کریں۔ حالانکہ یہ وسائل اخلاق کے بگڑنے اور چال چلن کے خراب ہونے کا سبب ہوتے ہیں۔ ہیئتِ اجتماعیہ کو تو چاہئے کہ اس کے برعکس وہ دن رات کوشش کرے اور اپنی ساری ہمت اس پر لگائے کہ لوگ تربیت

پائیں۔ روز بروز ترقی کریں اور علوم و معارف میں بڑھتے جائیں۔ فضائل سیکھیں اور آداب حاصل کریں۔ جرم و درندگی سے پرہیز کریں۔ تاکہ جرم واقع ہی نہ ہو۔"

(مفاوضات عبدالبہاء پہلی اڈیشن صفحہ ۳۰۷ سے ۳۱۲)

اخبارات کا اثر

اخبارات کی اہمیت بشرطیکہ وہ صحیح طریقوں پر چلائے جائیں حضرت بہاءاللہ نے علم کے پھیلانے لوگوں کی تربیت کرنے اور تمدن کا ایک زبردست ذریعہ ہونے کے طور پر پوری طرح سے مانی ہے۔ طرازات میں فرمایا ہے:۔

"آج زمین کے بھید آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ اور اخبارات کے اوراق ہر طرف سے منتشر ہو رہے ہیں۔ اخبار حقیقت میں جہان کا آئینہ ہیں۔ جو مختلف قوموں کے اعمال و افعال دکھلاتے بھی ہیں اور سنواتے بھی ہیں۔ اور اخبار ایک ایسا آئینہ ہے جو کان۔ آنکھ۔ زبان سب کچھ رکھتا ہے اور ایک عجیب اور بڑی چیز ہے۔ لیکن لکھنے والے کو یہ مناسب ہے کہ ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشوں سے پاک اور عدل و انصاف کے زیور سے آراستہ ہو۔ اور واقعات کی حتی المقدور تفتیش کرے تاکہ اُن کی حقیقت سے آگاہ ہو کر لکھے۔ اِس مظلوم کے بارے میں جو کچھ لوگوں نے ذکر کیا ہے اس کا اکثر حصہ خلاف واقعہ اور جھوٹ ہے۔ نیک اور سچ بات مرتبہ اور شان کی بلندی میں اُس آفتاب کی مانند ہے جو دانش کے اُفق سے طلوع ہوا ہے۔"

"اس میں شک نہیں کہ یہ بندہ آج کے دِن دُنیا کو نئی زندگی دینے اور اس کے تمام بسنے والوں کو متحد کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جو خدا چاہتا ہے وہ پورا ہوتا ہے اور تو عنقریب دُنیا کو بیچ تمع جنّتِ ابہیٰ دیکھے گا۔"

(حضرت بہآء اللہ در لوح رئیس)

اختلاف بمقابلۂ اتحاد گذشتہ صدی کے دوران میں اہل سائنس نے نباتات اور حیوانات کے درمیان تنازع بقا اور انسانی حیات کی معاشرتی پیچیدگیوں کے مسائل میں بہت کچھ چھان بین کی ہے۔ ان میں سے اکثر اشخاص نے اس اصول کو اپنی ہدایت کا وسیلہ بنایا جو فطرت کے ادنیٰ درجات میں رائج ہے۔ اس طرح اُن کی کاوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اختلاف اور حریف بننے کو ضروریاتِ زندگی میں سے شمار کرنے لگے۔ اور یہ فتویٰ دیا کہ ہیئتِ اجتماعیہ کے کمزور ممبروں کو سنگدلی سے مار کر ختم کر دینا نہ صرف جائز ہی ہے بلکہ نسل کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ اِس کے برعکس حضرت بہآء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم ترقی کے زینہ پر چڑھنا چاہتے ہیں تو پیچھے کی طرف حیوانات کو دیکھنے کی بجائے ہماری

نظر آگے اور اوپر کی طرف لگی رہے۔ اور درندوں کی بجائے انبیائے کرام ہمارے ہادی ہونے چاہئیں۔ اتفاق۔ اتحاد اور دردمندی کے اصول جو انبیائے کرام نے ہمیں سکھلائے ہیں اُن اصولوں کے بالکل متضاد ہیں جو حیوانات میں تنازعِ بقا کی بنا پر جاری ہیں۔ ہمیں دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ دونوں ہرگز ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"جہانِ فطرت میں تنازعِ بقا کا دَور دَورہ ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو زبردست ہے وہ زندہ ہے۔ تنازعِ بقا کا قانون ہی سب مصیبتوں کی جڑ ہے۔ اسی کی وجہ سے انسانوں میں جنگ وجدل ہوتا ہے اور نفرت و دشمنی پھیلتی ہے۔ فطرت کی دُنیا میں ظلم۔ تکبّر۔ تعدّی۔ زبردستی۔ دوسروں کے حقوق کو غصب کرنا۔ اور دیگر مذموم صفات جو عالَمِ حیوان کے نقائص ہیں، رائج ہیں اس لئے جب تک بنی نوعِ انسان کے درمیان مقتضیاتِ فطرت کا دور دورہ ہے۔ فلاح و بہبودی کا ہونا ناممکن ہے۔ فطرت جنگجو۔ خون کی پیاسی اور ظلم وستم کی دیوی ہے۔ کیونکہ فطرت، خدائے قادرِ مطلق سے بے خبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِس قسم کی ظالمانہ صفات حیوانات کی ذاتی صفات ہیں۔

پس پروردگارِ عالَم نے اپنی رحمتِ واسعہ اور محبتِ لامحدود کے سبب انبیائے کرام کو ظاہر فرمایا۔ اور اُن پر وحی نازل فرمائی تاکہ آسمانی تربیت کے تلے افرادِ انسانی فطرت کی غلاظت اور جہالت کی تاریکی سے آزاد ہوکر رُوحانی صفات اور خوبیاں حاصل کریں۔ اور جذباتِ رحم و دردمندی کے مشرق بنیں۔ ....

حیف صد حیف! کہ اقوامِ عالَم اَب تک جاہلانہ تعصب۔ مجازی اختلافات اور متضاد اصولوں کے اظہار کے لیے عام ترقی کی راہ میں روڑے اٹکا رہی ہیں۔ یہ رجعتِ قہقری اس وجہ سے ہے کہ خدائی تمدن کے

اُصول بالکل ترک کر دیئے گئے اور انبیائے کرام کی تعلیمات بھلادی گئی ہیں۔" (سٹار آوف دی ویسٹ جلد ۸ صفحہ ۱۵)

صُلحِ اکبر

ہر دَور میں انبیائے الٰہی نے ایک ایسے زمانے کی پیشنگوئی فرمائی ہے جس میں دنیا میں امن و امان اور لوگوں کے درمیان نیک نیتی اور خیر خواہی کا عمل ہوگا۔ جیسا کہ ہم اوپر پڑھ آئے ہیں حضرت بہاء اللہ نہایت زور دار اور یقینی الفاظ میں اِن پیشنگوئیوں کی تائید کرتے ہوئے اعلان فرماتے ہیں کہ اِن کے پورا ہونے کا وقت قریب آلگا ہے۔ حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں :-

"اِس عجیب و غریب دَور میں زمین ایک اور زمین بن جائے گی اور افرادِ انسانی امن و خوبصورتی کے زیور سے آراستہ کئے جائیں گے۔ فسادات۔ جھگڑے اور خونریزیوں کی جگہ اتحاد خلوص اور اتفاق جلوہ گر ہوں گے۔ قوموں۔ نسلوں اور مُلکوں کے درمیان محبت و اُلفت نمایاں ہوگی۔ باہمی امداد و اتحاد کا سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ اور آخر کار جنگ دُنیا سے بالکل نیست و نابود ہو جائے گی۔......

...... عالمگیر امن کا خیمہ دُنیا کے عین مرکز میں بلند ہوگا اور مبارک شجرۂ حیات اِس قدر پھلے پھولے گا کہ اس کا سایہ مشرق و مغرب دونوں پر چھا جائے گا۔ طاقتور اور کمزور۔ امیر و غریب۔ متضاد فرقے۔ اور ایکدوسرے کی دشمن اقوام جو بھیڑیئے اور برے۔ چیتے اور میمنے شیر اور بچھڑے کے مشابہ ہیں ایکدوسرے کے ساتھ کامل محبت و دوستی۔ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے۔ دُنیا عرفانِ خدا اور رازہائے حقیقتِ وجود کے علم سے بھرپور ہو جائے گی۔" (مفاوضات عبد البہاء صفحہ ۴۳)

مذہبی تعصّبات

اِس بات کو پورے طور سے سمجھنے کے لئے کہ صُلحِ اکبر کس طرح قائم ہوگی آؤ ہم اُن بڑے

بڑے اسباب کی تلاش کریں جو گذشتہ زمانوں میں جنگ کے باعث رہے ہیں۔ اور دیکھیں کہ حضرت بہآراللہ ان میں سے ہر ایک سبب کے دور کرنے کی کیا تدابیر تجویز فرماتے ہیں۔ جنگ کا ایک نہایت ہی بارز سبب مذہبی تعصبات ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں حضرت بہآراللہ کی تعلیمات صاف صاف بتاتی ہیں کہ مختلف مذاہب کے لوگوں میں دشمنی اور عداوت کا سبب حقیقی دین ہرگز ہرگز نہیں ہوا بلکہ اس کا نہ ہونا ان کا سبب ہوا ہے۔ جب سچے دین کی جگہ جھوٹے تعصبات۔ تقالید اور کلام الٰہی کی غلط تفاسیر و معانی لوگوں میں رائج ہوئے تو فسادات رونما ہو گئے۔

پیرس میں ایک مقام پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:۔ "دین کا لازمہ تو یہ ہے کہ وہ دلوں کو متحد کرے اور جنگ و فسادات دنیا سے نیست و نابود کرے۔ روحانیت کا پیدا کرنے والا اور ہر نفس کے لئے نور اور زندگی کا حامل ہو۔ اگر دین، نفرت، عداوت اور ناچاقی کا باعث ہوتا ہے تو ایسے دین کا نہ ہونا اس کے ہونے سے بہتر ہے اور ایسے دین سے علیحدگی اختیار کرنا ایک صحیح اور سچا نیک عمل ہے۔ کیونکہ یہ بالکل صریح ہے کہ دوا کا مقصد درد کو دور کرنا ہے پر اگر دوا درد کو بڑھانے لگے تو اسے ترک کرنا ہی اچھا ہے۔ جو دین محبت اور اتحاد کا سبب نہیں وہ دین ہی نہیں ہے۔"

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۸۰)

ایکدوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

"آغازِ دنیا سے لے کر آجتک دنیا کے مختلف مذاہب ایکدوسرے کو پھٹکارتے اور جھوٹا بتاتے رہے ہیں۔ وہ باہمی کینہ اور عداوت رکھکر ایکدوسرے سے سخت پرہیز کرتے رہے ہیں۔ مذہبی لڑائیوں پر غور کریں۔ صلیبی جنگ جو دنیا کی سب سے بڑی مذہبی جنگ تھی دوسو برس

تک رہی۔ بعض اوقات جب صلیب کے لئے لڑنے والے فتح پاتے تو وہ مسلمانوں کو قتل کرتے۔ لوٹتے اور قیدی بنا کر لیجاتے تھے اور جب مسلمان فتحمند ہوتے تو وہ بھی حملہ آوروں کو قتل و غارت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔

دو سو سال تک وہ یہی کرتے رہے۔ جب کبھی جوش میں بھرتے تو لڑتے اور جب کمزور ہو جاتے تو ذرا دم لیتے۔ حتیٰ کہ یورپ کے یہ مفروضہ مذہبی جنگجو مشرقی ممالک سے چلے گئے اور اپنے پیچھے بربادی اور تباہی کی راکھ چھوڑ گئے۔ اپنے گھروں میں جاکر اپنے لوگوں کو انہوں نے انقلاب اور ہیجان کی حالت میں پایا۔ یہ صرف ایک "مقدس جنگ" کا حال ہے۔ مذہبی جنگ بے شمار ہوئے ہیں۔ عیسائیت کے دو فرقوں یعنی کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی باہمی آویزش اور نزاع کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ ۹ لاکھ پروٹسٹنٹ شہید ہوئے۔ کتنے ہی جیلخانوں میں گل سڑ گئے۔ آہ! ان قیدیوں کے ساتھ کیسا ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا! یہ سب کچھ مذہب کے نام پر ہوتا تھا عیسائی اور مسلمان یہودیوں کو شیطان اور خدا کے دشمن سمجھتے تھے۔ اسلئے اُن پر لعنت بھیجتے اور اُن پر ظلم کیا کرتے تھے۔ یہودیوں کی ایک کثیر تعداد تلوار کے گھاٹ اتاری گئی۔ اُن کے گھر جلا دیئے گئے۔ تاخت و تاراج کئے گئے۔ اور اُن کے بچوں کو قیدی بنا کر لے گئے۔ یہودی بھی عیسائیوں کو کافر اور مسلمانوں کو شریعتِ موسوی کا بیخ کن اور دشمن سمجھتے تھے۔ اِس لئے وہ ان سے انتقام لینے میں کمی نہ کرتے اور آج تک اُن پر لعنت بھیجتے ہیں۔

جب آفتاب حضرت بہاءاللہ مشرق سے طلوع ہوا تو آپ نے وحدتِ انسانی کے وعدہ ربانی کے پورا ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپ نے کُل افرادِ انسانی کو خطاب کر کے فرمایا۔ "تم سب ایک ہی درخت کے

پھل ہو۔ دو درخت نہیں ہیں کہ اُن میں سے ایک تو خدا کی رحمت کا ہو اور دوسرا شیطان کا، ہمیں چاہیئے کہ ہم ایکدوسرے کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آئیں۔ ہمیں مناسب نہیں کہ ہم کسی قوم کو شیطان کے بندے سمجھیں۔ بلکہ ہمیں واجب ہے کہ ہم سب کو خدا کے بندے مانیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بعض نہیں جانتے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اُن کی تربیت و رہنمائی کریں۔ جاہلوں کو علم دیں۔ بچوں کی مدد کریں تاکہ وہ بلوغ کو پہنچیں۔ بعض بیمار ہیں اُن کی اخلاقی حالت خراب ہے۔ اُن کا علاج کریں۔ حتی کہ اُن کے اخلاق درست و پاک ہو جائیں۔ بیمار سے صرف اِس لئے نفرت نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ بیمار ہے۔ بچہ سے اِس لئے پرہیز نہ کریں کہ وہ بچہ ہے۔ جاہل کو اِس لئے حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں کہ وہ علم سے بے بہرہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم محبت کے ساتھ اُن کا علاج کریں انہیں تعلیم و تربیت دیں۔ اور اُن کی مدد کریں۔ ہم ہر بات اور ہر کام اِس غرض سے کریں کہ کل نوعِ انسان انتہائی امن اور اعلیٰ ترین خوشی کے ساتھ خدا کے سایہ تلے آجائے۔ (سٹار آف دی ویسٹ جلد ۹ صفحہ ۷۶)

جنسی اور ملکی تعصبات

وحدتِ انسان کا بہائی عقیدہ جنگ کے ایک اور سبب کی جڑوں کو بھی کھوکھلا کرتا ہے یعنی جنسی تعصبات کو بھی اڑا دیتا ہے۔ بعض اقوام یہ سمجھتی ہیں کہ وہ دوسری قوموں سے افضل ہیں۔ اور جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کے اصول کو سامنے رکھکر یہ فرض کر لیا ہے کہ اِس افضلیت کے بل پر وہ کمزور قوموں کے ساتھ اپنی جلبِ منفعت کے لئے نہ صرف جیسا چاہیں ویسا سلوک کر سکتے ہیں بلکہ اُن کو ملیا میٹ کر دینے کا حق بھی رکھتے ہیں۔ تاریخ عالم کے بہت سے تاریک صفحات اِس اصول کی ظالمانہ کارفرمائی کے نمونوں کے طور پر ہمارے سامنے ہیں۔ بہائی عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک قوم کے لوگ خدا کی نظر میں یکساں ہیں۔ سب

حیرت انگیز ذاتی قابلیتوں کے مالک ہیں۔ جو ترقی کرنے کے لئے مناسب تربیت کی محتاج ہیں اور ہر ایک ایسا کام کرنے کے اہل ہیں جو ہیئت اجتماعیہ کے دوسرے اعضاء کو کمزور کرنے کی بجائے انہیں قوی بنا کر اُن کی حیات کو تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"یہ جنسی تعصب سراسر گمان اور خالص وہم ہے۔ کیونکہ خدا نے ہم سب کو ایک ہی جنس سے پیدا کیا ہے .... ابتداء میں مختلف ممالک کے درمیان نہ تو کوئی حدبندی تھی نہ کوئی سرحد۔ زمین کے کسی حصہ کی مالک کوئی خاص قوم نہ تھی۔ خدا کی نظر میں مختلف جنسوں میں کوئی فرق یا تفریق نہیں ہے۔ پھر انسان کیوں یہ امتیاز و تفریق پیدا کرتا ہے؟ جو جنگ اس قسم کے دھوکے کا نتیجہ ہو اُس کی بھلا کوئی کیسے اعانت کر سکتا ہے؟ خدا نے انسان کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ ایکدوسرے سے لڑ مریں۔ اُس آسمانی باپ کے خوانِ نعمت سے سب جنسوں۔ قوموں فرقوں اور جماعتوں کو یکساں حصہ ملتا ہے۔

حقیقی فرق شریعت الٰہی کی اطاعت اور وفاداری کے درجات میں ہوتا ہے بعض روشن مشعل کی طرح ہیں اور بعض آسمانِ انسانیت میں ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ نوعِ بشر کے عشاق خواہ وہ کسی قوم۔ مذہب یا رنگ کے ہوں اعلیٰ درجے کے انسان ہیں۔" (پیرس ٹاکس صفحہ ۱۳۶)

جنسی تعصب کی طرح سیاسی اور وطنی تعصب بھی شرر انگیز ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تنگ قومی حب الوطنی اس وسیع حب الوطنی میں غرق کر دی جائے جس کا وطن ساری دنیا ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے لوحِ العالم میں فرمایا ہے :-

"زمانِ گذشتہ میں کہا گیا ہے 'حبّ الوطن' یعنی اپنے وطن سے محبت' ایمان کا ایک جزو ہے' لیکن عظمت کی زبان نے اس

ظہور کے زمانہ میں فرمایا ہے. فخر اُس کے لئے زیبا نہیں جو اپنے ملک سے محبت کرتا ہے بلکہ فخر کا مستحق وہ شخص ہے جو بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہے. اِن کلماتِ عالیہ کے ذریعے اس نے طیورِ ارواح کو ایک نئی پرواز سکھائی اور تحدید و مذہبی تقلید کو کِتاب میں سے ہٹا دیا. ''

جوعِ ارض یا حکومت میں دیگر ممالک کو داخل کرنے کی حرص

بہت سی جنگیں صرف اِس لئے ہوتی ہیں کہ ایک قطعۂ زمین پر جس کی دو یا دو سے زیادہ حریف قومیں لینے کی تاک میں ہوتی ہیں ملکیت کی حرص قوموں کے درمیان جنگ و نزاع کا ایسا ہی باعث رہا ہے جیسا افراد میں ہے. عقیدۂ بہائی کے مطابق زمین نہ تو کسی شخصِ واحد کی ملکیت ہے اور نہ کسی قوم کی. بلکہ اس کی مالک کُل کی کُل ہی نوع انسان ہے. نہیں. بلکہ اس کا مالک خدا ہے اور انسان بطور مزارع کے ہیں. جنگ بنغازی کے موقع پر حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:-

" جنگ بنغازی کی خبر سے میرے دِل کو صدمہ ہوا - انسانی وحشت پر جو اب تک دنیا میں باقی ہے مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انسانوں کے لئے یہ کیا زیبا ہے کہ وہ صبح سے شام تک لڑیں. ایکدوسرے کو قتل کریں اور اپنے ہمجنسوں کے خون کو بہائیں اور کِس بات کے لئے ؟ صرف اِس لئے کہ ایک قطعۂ زمین پر قابض ہو جائیں. حیوان تک بھی جب لڑتے ہیں تو اُن کی لڑائی کا کوئی فوری اور جائز سبب ہوتا ہے. یہ کس قدر خوفناک بات ہے کہ انسان جو عالمِ اعلیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اپنے آپ کو اتنا ذلیل کریں کہ صرف ایک قطعۂ زمین کی ملکیت کے لئے اپنے ہمجنسوں کا قتل و غارت کریں. اشرف المخلوقات ایک ادنیٰ مخلوق یعنی زمین کے لئے کُشت و خون کرتا ہے. زمین کسی ایک قوم کی ملکیت نہیں. بلکہ اُس کی مالک سب قومیں ہیں. زمین انسان کا گھر نہیں بلکہ

اس کی قبر ہے۔ کتنا ہی بڑا فاتح کیوں نہ ہو۔ کتنے ہی ممالک کو اس نے مطیع بنایا ہو۔ وہ ان تمام تاراج کردہ ممالک کا سوائے ایک چھوٹے سے ٹکڑے قبر کے اور کچھ رکھنے پر قادر نہیں۔

اگر لوگوں کے احوال درست کرنے کے لئے۔ تہذیب و تمدن کو پھیلانے کے لئے زیادہ زمین کی ضرورت ہو تو اس کا پرامن طریقوں سے حاصل کرنا احاطہ امکان میں ہے۔ جنگ تو انسان نے اپنے جذبہ حرص کو تسکین دینے کے لئے بنائی ہے۔ صرف چند اشخاص کے دنیوی مفاد کی خاطر بے شمار خانماں برباد اور ہزاروں ہی مرد اور عورتوں کے دل پاش پاش کر دیئے جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔ میں تم میں سے ہر ایک کو بہ پرزور نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے سارے دل کے ساتھ اپنے خیالات کو محبت اور اتحاد پر جماؤ۔ جب جنگ کا خیال آئے تو امن کے طاقتور خیال سے اس کا مقابلہ کرو۔ نفرت کے خیال کو محبت کے قوی تر خیال سے ملیا میٹ کر دو۔ جس وقت زمین کے جنگجو ایکدوسرے کو قتل کرنے کے لئے تلواریں سونتتے ہیں ایسے موقع پر سپاہیان خدا ایکدوسرے کا ہاتھ پکڑیں۔ اس طرح خدا کی رحمت سے جو مخلص ارواح اور پاک دل اشخاص کے ذریعے کارفرما ہو انسان کی وحشت دور ہو جائے۔ یہ خیال نہ کرو کہ دنیا میں امن کا ہونا ایک ناممکن الوقوع خیال ہے۔ خدا کی وسیع رحمت کے آگے کوئی بات ناممکن نہیں۔ اگر تم اپنے سارے دل سے زمین کی ہر قوم کے ساتھ محبت کرنے کے خیال کو اپنے دل میں خوب محکم طور سے جما لوگے تو تمہارا یہ روحانی اور سچا خیال پھیل کر دوسروں کی آرزو بھی بن جائیگا۔ حتٰی کہ قوی ہوتا ہوا یہ سب آدمیوں کے قلوب تک پہنچ جائیگا۔" (پیرس ٹاکس صفحہ ۲۳)

عالمگیر زبان

جنگ کے بڑے بڑے اسباب اور ان کے مداوا پر سرسری نظر ڈال کر اب ہم حضرت بہاء اللہ کے ان استعماری اصولوں پر غور کرتے ہیں جو آپ نے صلح اکبر کو دنیا میں لانے کے لئے

نازل فرمائے ہیں، سب سے پہلا حکم دنیا میں ایک عالمگیر امدادی زبان کے قائم کرنے کے بارے میں ہے۔ کتاب اقدس اور بہت سی الواح میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً اشراقات میں فرمایا ہے:-

"اشراق ششم۔ بندگان خدا کا باہمی اتحاد و اتفاق ہے۔ کیونکہ دنیا میں خدا کے دین کی روشنی ہمیشہ اتحاد ہی سے پھیلی ہے اور اتحاد کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ لوگ آپس میں ایکدوسرے کی تحریر و تقریر سمجھ سکیں۔ اس لئے ہم الواح میں اس سے پیشتر حکم دیچکے ہیں کہ بیت العدل کے اعضاء کو چاہیئے کہ وہ یا تو موجودہ زبانوں میں سے کسی ایک زبان کو اختیار کر لیں یا کوئی نئی زبان بنا لیں۔ اسی طرح طرز تحریر میں سے بھی کوئی ایک طرز تحریر اختیار کر لیں۔ اور دنیا کے مدارس میں بچوں کو اسی زبان اور اسی خط کی تعلیم دیں۔ تاکہ دنیا ایک وطن اور ایک ملک دکھائی دینے لگے۔"

قریباً اسی وقت جبکہ یہ حکم حضرت بہاء اللہ کے ذریعے نازل ہوا پولینڈ میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام "لوڈوک ضامن آف" رکھا گیا۔ اس بچہ کے لئے یہ مقدر ہوا کہ وہ اس حکم کو دنیا میں جاری کرنے میں ایک بہت بڑا حصہ لے۔ بچپن ہی سے ایک عالمگیر زبان کا خیال لوڈوک کی زندگی کا ایک بڑا مقصد بن گیا۔ اور ان کی کاوشوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے ایک زبان جو اسپرنتو کے نام سے مشہور ہے ایجاد کی اور اسے ایک عالمگیر شہرت دی - یہ زبان اس وقت ۴۵ سال سے تجربہ کی کسوٹی پر پرکھی جارہی ہے اور ہر طرح بین الاقوامی خط و کتابت کا قابل اطمینان وسیلہ ثابت ہوئی ہے۔ اس میں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ اُس عرصہ کے بیسویں حصہ میں پوری طرح حاصل کیجا سکتی ہے۔ جتنے عرصہ میں انگریزی - فرانسیسی یا جرمنی زبان سیکھی جا سکتی ہے۔ ایسپیرنتو کی ایک دعوت میں جو فروری ۱۹۱۳ء میں پیرس میں دی گئی تھی حضرت عبدالبہاء نے

فرمایا "یورپ میں اس وقت اختلافات کا ایک بڑا سبب زبانوں کا اختلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ آدمی جرمن ہے۔ یہ اٹالین ہے۔ اور یہ فرانسیسی ہے۔ حالانکہ وہ سب ایک ہی جنس کے ہیں۔ مگر زبان ان کے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ ہوئی ہے اگر ایک عالمگیر امدادی زبان اُن کے درمیان ہوتی تو یہ سب ایک ہی خیال کئے جاتے۔" حضرت بہاء اللہ نے چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ اِس بین الاقوامی زبان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک ایک بین الاقوامی زبان اختیار نہ کی جائے گی دنیا کے مختلف فرقوں اور حصوں میں کامل اتحاد حاصل نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ غلط فہمیاں لوگوں کو ایکدیگر سے ملنے نہیں دیتیں۔ اور یہ غلط فہمیاں سوائے ایک بین الاقوامی امدادی زبان کے ہونے کے اور کسی طرح دور نہ ہونگی۔

عام طور پر مشرق کے رہنے والے مغرب کے واقعات سے واقف نہیں ہوتے اور نہ ہی مغرب کے رہنے والے مشرق کے رہنے والوں سے ہمدردانہ تعلقات پیدا کر سکتے ہیں۔ اُن کے خیالات ایک صندوقچہ میں بند ہیں۔ بین الاقوامی زبان ہی ایک ایسی کنجی ہے جو اس صندوقچے کو کھول سکتی ہے۔ اگر ہم ایک عالمگیر زبان کے مالک بن جائیں تو اہل مغرب کی کتابوں کا ترجمہ آسانی سے اُس زبان میں ہو سکتا ہے اور اہلِ مشرق اُن سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اِسی طرح اہل مشرق کی کتابیں اُس زبان میں ترجمہ ہو سکتی ہیں۔ اور اہل مغرب اُن سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ مشرق و مغرب کے درمیان اتحاد کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ایک مشترکہ زبان ہوگی۔ یہ ساری دنیا کو ایک مُلک بنا دے گی۔ اور انسانی ترقی کے لئے ایک طاقتور جذبہ بنے گی۔ یہ وحدت انسان کے علم کو بلند کرے گی اور ساری دنیا کو ایک عالمگیر جمہور کی صورت میں بدل دیگی۔

افراد انسانی میں محبت کا سبب اور مختلف اقوام میں دوستی اور اُلفت کا موجب بنے گی۔

خدا کا شکر اور اُس کی حمد ہو کہ ڈاکٹر ضامن آف نے اسپرنٹو زبان ایجاد کی ہے اور یہ وہ سب امکانی صفات رکھتی ہے جو ایک بین الاقوامی وسیلہ خط وکتابت میں ہونی چاہئیں۔ اس شریف کام کے لئے ہم سب کو اُن کا شکر گذار اور ممنون ہونا چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے اس طرح اپنے ہمجنسوں کی ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔ اپنے پرستاروں کی اَن تھک کوشش اور قربانی کے بل پر اسپرنٹو ایک عالمگیر زبان ہوجائیگی اس لئے ہمیں لازم ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اس زبان کو سیکھے اور جہاں تک ممکن ہوسکے اس کے پھیلانے میں کوشش کرے تاکہ دن بدن اس کا رسوخ بڑھتا جائے۔ دُنیا کی قومیں اور حکومتیں اِسے قبول کر لیں۔ اور یہ زبان عام سکولوں کے دستورالعمل کا ایک جزو بن جائے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ جس قدر بین الاقوامی مجالس مشاورت و محافلِ مصالحت ہونگی اُن کی کارروائی کا ذریعہ اسپرنٹو ہوگی۔ تاکہ تمام لوگوں کو صرف دو زبانیں حاصل کرنے کی ضرورت ہو۔ ایک تو مادری زبان اور دوسری بین الاقوامی۔ اُس وقت تمام اقوامِ عالم کے درمیان کامل اتحاد قائم ہوجائیگا ذرا خیال تو کیجئے کہ مختلف اقوام کے درمیان اسوقت مخابرہ قائم کرنا کسقدر مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص پچاس زبانیں بھی جانتا ہو پھر بھی وہ ایسے ملک پائیگا جن کی زبان سے وہ ناواقف ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ تم انتہائی کوشش کروگے کہ اسپرنٹو دور دور تک پھیل جائے۔"

اسپرنٹو کی اشاعت کی اس طرح حمایت کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے یہ بھی فرمایا کہ ایک عالمگیر زبان کی سب ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اس زبان میں ترمیم و تنقیح کی بہت ضرورت ہے۔ لندن میں گفتگو

کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے۔

"جو شوق و محنت اسپرنٹو کے لئے صرف ہو رہے ہیں وہ ضائع نہ جائینگے۔ مگر صرف ایک فردِ واحد ایک عالمگیر زبان نہیں بنا سکتا۔ یہ کام تو ایک ایسی مجلس کا ہے جس میں سب ملکوں کے نمائیندے شامل ہوں تاکہ مختلف زبانوں کے الفاظ اس میں آجائیں۔"

اسپرنٹو کی نشو ونما اب ایک بین الاقوامی کمیٹی (جس کا نام لنگوا کمیٹاٹو ہی) کے زیر ہدایت ہو رہی ہے۔ اور سال بسال یہ آراستہ اور اس کی فرہنگ مختلف زبانوں کے مصادر کی شمولیت سے وسیع ہو تی جارہی ہے۔

لیگ آف نیشنز یا مجلس بین الاقوامی

ایک اور حکم جس کی حضرت بہاؤاللہ نے پُرزور اور بار بار حمایت فرمائی ہے یہ ہے کہ ایک عالمگیر بین الاقوامی مجلس امن کو قائم رکھنے کے لئے وجود میں لائی جائے۔ لوحِ ملکہ وکٹوریہ میں جو ۱۸۶۸ء میں نازل ہوئی تھی فرمایا ہے:۔

"اے جماعتِ حکام! اپنے اختلافات دور کرو۔ پھر تمہیں نہ تو اتنی بڑی بڑی فوجوں کی ضرورت ہوگی اور نہ اس قدر سامانِ جنگ کی حاجت رہے گی مگر صرف اتنی کہ جس سے تم اپنے ملکوں اور رعایا کی حفاظت کر سکو! ....

اے معشر الملوک! متحد ہو جاؤ۔ کیونکہ اس طرح اختلاف کی ہوائیں رُک جائیں گی اور تمہاری رعایا آرام و آسائش پائے گی۔ .... اگر تم میں سے کوئی دوسرے کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو تو تم سب ملکر اس کا مقابلہ کرو۔ کیونکہ یہی ظاہر اور کھلا ہوا عدل ہے۔"

حضرت عبدالبہاء نے ۱۸۷۵ء میں عالمگیر مجلس یا لیگ اقوام کے
قیام کی پیشگوئی فرمائی تھی جو اسوقت خاصکر دلچسپ ہوگی۔ کیونکہ اسوقت
ایسی مجلس قائم کرنے کے لئے سرتوڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"اس میں شک نہیں کہ حقیقی تمدن مرکز دنیا میں اپنا علم اُس
وقت بلند کرے گا جب بعض اعلیٰ خیالات کے شریف
حکمران ہمدردانہ جوش کی دنیا کے چمکتے ہوئے آفتاب مستقل ارادے
اور آرزو سے بھرے ہوئے دل کی قوت کے ساتھ پیش قدمی کرکے
عالمگیر امن کے مسئلہ پر ایک کنفرنس کریں گے۔ اور اپنے خیالات کے اجراء
کے وسائل کو مضبوطی سے پکڑ کر تمام دنیا کی حکومتوں کا ملاپ قائم کر دینگے
اور ایک قطعی عہدنامہ اور مضبوط اتحاد ایسی شرائط کے ساتھ آپس میں کرینگے
کہ اُن سے کسی طرح گریز کرنا ممکن ہی نہ ہو۔ جب ساری دُنیا کے لوگ اپنے
نمایندوں کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کرکے اس عہدنامہ پر دستخط
کر دیں گے۔ جو درحقیقت ایک عالمگیر امن قائم رکھنے کا عہد ہوگا۔ اور جس کو
ساری دُنیا کے لوگ متبرک سمجھینگے تو دنیا کی متحدہ طاقتوں کا فرض ہوگا کہ
وہ اس عہدنامہ عظیم کو قوی سے قوی تر بناتے جائیں اور اُس کے دوام کے
ذمہ وار ہوں۔

اس عالمگیر عہدنامہ میں ہر ایک سلطنت کی حدود اور اُس کے قوانین
ورواج کا تعین ہونا ضروری ہے۔ مختلف حکومتوں کے عہدنامے۔ انتظامات
ومعاملات مملکت اس میں درج ہونے چاہئیں۔ اسی طرح ہر سلطنت کی مقدار
اسلحہ بھی پوری طرح سے تعین کر دینی اس کے لوازمات میں سے ہونا
چاہئے۔ کیونکہ اگر ایک سلطنت آلات وسامانِ جنگ کی تیاری کرنے لگیگی
تو اس سے دوسری سلطنتوں میں بے چینی پیدا ہوگی۔ اس طاقتور اتحاد کی
بُنیاد ایسے طریقہ پر ڈالنی چاہئے کہ اگر ایک سلطنت کسی ایک شرط کی

خلاف ورزی کرے تو دنیا کی باقی تمام سلطنتیں اس پر چڑھائی کر کے اسے زیر کریں۔ بلکہ تمام نوعِ انسان اکٹھی ہو کر ایسی حکومت کا تختہ اُلٹ دے۔
اگر دنیا کے بیمار جسم کو اس قسم کی مفید دوا دی جائے گی تو یہ فی الحقیقت عالمگیر اعتدال و انصاف کے ذریعے اس کے دکھوں کو مکمل طور سے دور کرنے کا باعث ہوگی۔" (السیاسیہ صفحہ ۱۳۰-۱۳۴)

بین الاقوامی عدالت

حضرت بہاء اللہ نے ایک بین الاقوامی عدالت کے قیام کی بھی تلقین فرمائی ہے تاکہ جو اختلافات اقوام کے درمیان پیدا ہوں وہ جنگ کی بجائے معقولیت و انصاف کے ساتھ فیصل ہو جایا کریں۔
اگست ۱۹۱۱ء میں بین الاقوامی عدالت کے سلسلہ میں جو موہنک کنفرنس ہوئی اس کے سکریٹری کو حضرت عبد البہاء نے لکھا:۔
"پچاس سال قبل حضرت بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں لوگوں کو یہ حکم دیا کہ عالمگیر امن قائم کریں اور سب اقوامِ عالم کو بین الاقوامی عدالت کے خدائی دسترخوان پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ تاکہ قوموں کے درمیان ملکی حدود کے مسائل۔ قومی عزت اور مال اور دیگر ذاتی مفاد کا فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ پنچوں کے ذریعہ ہو جایا کرے اور کسی قوم کو اس قسم کے فیصلہ سے انحراف کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اگر دو قوموں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو یہ بین الاقوامی عدالت اس کا اسی طرح فیصلہ کرے جس طرح جج دو شخصوں کے درمیان کرتا ہے۔ اگر کوئی حکومت کسی وقت اس فیصلہ سے روگردانی کرنے کی جرأت کرے تو تمام دوسری حکومتیں اس کو اس بغاوت کی سزا دینے کے لئے اس پر چڑھائی کریں۔"

۱۹۱۱ء میں پیرس میں گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔
"دنیا کی تمام قومیں اور حکومتیں ایک عدالت عالیہ قائم کریں گی۔
جس میں ہر قوم اور ہر حکومت کے منتخب نمایندے ہوا کرینگے۔
اِس بڑی کونسل کے ممبر کامِل اتحاد کے ساتھ جمع ہوا کرینگے۔
تمام بین الاقوامی جھگڑے اس عدالت کے سامنے پیش
ہوا کرینگے اور اِس عدالت کا کام اُن سب اُلجھنوں کو سُلجھانا ہوگا
جو جنگ کا موجب ہوں۔ اس عدالت کا کام جنگ کی روک تھام
کرنا ہوگا۔" (پیرس ٹاکس صفحہ ۱۴۵)
لیگ اقوام کے قیام سے ۲۵ سال پہلے ہیگ میں (۱۹۰۰) میں ایک
کورٹ اف آربٹریشن (عدالت پنچایتی) قائم کی گئی تھی اور بہت سے پنچایتی
عہدناموں پر اس کے ذریعہ دستخط ہوئے تھے۔ مگر ان میں سے اکثر حضرت
بہاءاللہ کی وسیع تجویز سے بہت کم تھے۔ دو بڑی طاقتوں کے درمیان کوئی
ایسا پنچایتی عہدنامہ نہ ہوا جس میں تمام موادہائے فساد کا ذکر کیا گیا ہو۔ ذاتی
مفاد، عزت و استقلال کے متعلقہ اختلافات کو خاص طور سے مستثنےٰ کردیا
تھا۔ نہ صرف یہی بلکہ کوئی ایسی مؤثر گارنٹی نہ دیگئی تھی کہ اقوام اُن شرائط پر
جو انہوں نے مان لی ہیں قائم رہیں گی۔ اِس کے برعکس بہائی تجاویز میں
حدود۔ قومی وقار اور ذاتی مفاد کے سوالات کو خاص طور پر شامل کیا ہے۔
اور اُن کی پُشت پر تمام دُنیا کی لیگ اقوام کی گارنٹی رکھی گئی ہے۔ جب اِن تجاویز
پر کامِل طور پر عمل کیا جائے گا تب اور صرف تب ہی بین الاقوامی پنچایت
اپنے سود مند امکانات کی غرض و غایت حاصِل کرسکیگی۔ اور جنگ کی لعنت
قطعی طور پر دنیا سے نابود ہوگی۔

تحدید اسلحہ

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔
"ایک عام عہدنامہ کے ذریعہ تمام دُنیا کی حکومتوں کو چاہئے

کہ وہ سب ایک ہی وقت پر اسلحہ کو کم کردیں۔ اگر ایک تو اسلحہ کو کم کردے اور دوسرے ایسا کرنے سے انکار کریں تو اِس سے کام نہ چلیگا۔ اِس نہایت ہی اہم معاملہ کے متعلق ساری دُنیا کی قوموں کو متحد ہونا چاہیئے تاکہ وہ ایک ہی وقت میں انسانی قتل و غارت کے مہلک آلات کو ترک کردیں۔ جب تک ایک سلطنت اپنے فوجی و بحری اخراجات کو بڑھاتی جائے گی اُسوقت تک دوسری سلطنتیں بھی اپنے قدرتی اور مفروضہ مفاد کی بناپر اس مجنونانہ تگ و دو میں شامل ہونے پر مجبور ہونگی۔" (روزنامچہ میرزا احمد سہراب مئی ۱۱ تا ۱۴ ۱۹۱۴ء)

عدمِ مزاحمت بطور ایک دینی جماعت کے حضرت بہاء اللہ نے اہل بہاء کو صاف و صریح لفظوں میں زبردستی وغیرہ وستی کے ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔ خواہ یہ ذاتی مفاد کی خاطر ہو یا دفاع کے لئے ہو۔ ایران میں ہزارہا بابیوں اور بہائیوں نے اپنے ایمان کی خاطر نہایت دردناک موتیں برداشت کیں۔ آغازِ امر میں بابیوں نے اکثر موقعوں پر نہایت بہادری اور دلیری سے تلوار کے ساتھ اپنے بال بچوں کی حفاظت کی۔ مگر حضرت بہاء اللہ نے اِسے منع کردیا۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:-

"جب حضرت بہاء اللہ نے ظہور فرمایا تو آپ نے اعلان کیا کہ حق و صداقت کی اشاعت ہرگز ہرگز ان طریقوں سے نہ ہونی چاہیئے بلکہ دفاع کے لئے بھی یہ طریقے استعمال کرنے منع ہیں۔ آپ نے تلوار کے استعمال کو حرام قرار دیا اور مذہبی جنگ یا جہاد کو منسوخ کردیا۔ آپ نے فرمایا قتل کرنے کی نسبت تمہارے لئے قتل ہونا بہتر ہے۔ مومنین کو چاہیئے کہ استقلال و استقامت سے امراللہ کی اشاعت کریں۔ جب مومن نڈر اور دبنگ ہوکر انقطاعِ کُلّی کے ساتھ کلمۃ اللہ کے بلند کرنے کے لئے قیام کریں گے اور جب وہ دُنیا کی چیزوں سے رُخ پھیر کر خدا اور اُس کی قوت کے بل پر

خدمتِ خلق میں مصروف ہونگے تو کلمۂ حق کی فتح ہوگی۔ یہ مبارک ارواح اپنے خون سے امراللہ کی صداقت کی گواہی دینگی اور اپنے خلوص۔ وفاداری اور استقامت سے اِس کی شہادت مہیا کریگی۔ امر کی اشاعت اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے خدا ہی بس ہے۔ ہم اُس کے سوا کسی مدد کے طلبگار نہیں۔ اور سرکیف دشمن کا سامنا کرنے اور شہادت کو لبیک کہنے کیلئے حاضر ہیں۔" (خاص اس کتاب کے لئے لکھا گیا)

حضرت بہاءاللہ ایک دشمنِ امراللہ کو لکھتے ہیں:۔

"سبحان اللہ! اس گروہ کو ہتھیاروں کی ضرورت نہیں۔ اِس کی تو تمام کوششیں دنیا میں امن قائم کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔ اس کی فوج، نیک اعمال۔ اس کے ہتھیار، اچھے کردار ہیں۔ اور اُس کا سردار خوفِ خدا ہے مبارک ہے وہ جو انصاف کرتا ہے۔"

"خدا کی قسم! یہ لوگ اپنے صبر و تحمل۔ تسلیم و رضا۔ توکل و قناعت سے مظاہرِ عدل بن گئے ہیں۔ اُن لوگوں کی تسلیم و رضا اِس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ قتل کرنے کی بجائے قتل ہونا پسند کرتے ہیں۔ اور اسوقت اِن مظلومانِ ارض پر وہ کچھ وارد ہوا ہے جو دنیا کی تاریخ میں کبھی پہلے وارد نہیں ہوا۔ اور جسے لوگوں کی آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایک ہاتھ بھی اٹھائے بغیر اِن لوگوں نے اِن خوفناک بلاؤں کو کیوں برداشت کیا؟ اُن کی اِس تسلیم و تسکین کا کیا سبب تھا؟ یہ قلمِ اعلیٰ کی لگاتار امتناعی نصیحتیں تھیں۔ کیونکہ انہوں نے جہان کے مالک کی قوت و قدرت کے ساتھ احکام کی باگ ڈور کو پکڑا ہوا تھا۔" (روح ابن ذئب)

نتائج نے حضرت بہاءاللہ کے حکم عدمِ مزاحمت کی حکمت کو ثابت کر دیا ہے۔ ایران میں ہر شہید کے بدلے سو نئے اشخاص نے امرِ بہائی قبول کیا۔

اور جس نذر اور رضا مندانہ طریقہ سے اِن شہداء نے اپنی عزیز جانوں کو اپنے مولیٰ کے قدموں پر سے نچھاور کیا اُس نے دُنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ انہوں نے ایک ایسی نئی زندگی حاصل کر لی تھی، جسے موت کی ہیبت ڈرا نہ سکتی تھی اور وہ زندگی ایک ایسی خوشی اور ایسے بے نظیر اطمینان سے مملو تھی جس کے سامنے اِس دنیا کی خوشیاں ہیچ اور سخت سے سخت وحشیانہ اذیتیں ہوا سے ہلکی اور ناچیز ہیں۔

نیکی کی راہ میں کوشش

حضرت مسیح کی مانند اگرچہ حضرت بہاء اللہ نے بھی اپنے پیرؤوں کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ وہ انفرادی اور دینی جماعتی حالت میں اپنے دشمنوں کے لئے عدمِ مزاحمت اور عفو کا رویہ اختیار کریں مگر آپ ہیئتِ اجتماعیہ پر یہ فرض عائد کرتے ہیں کہ وہ ظلم اور ناانصافی کا سدِّباب کرے۔ اگر کسی ایک فرد پر ظلم وستم ہو تو اس کے لئے واجب اور درست ہے کہ وہ معاف کر دے اور انتقام نہ لے۔ مگر ایک ہیئتِ اجتماعیہ کے لئے یہ ایک گناہ ہے کہ وہ قتل و غارتگری کو اپنی حدود کے اندر بلا روک تھام کے جاری رہنے دے۔ ایک اچھی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ جرائم کو روکے اور مجرموں کو سزا دے۔ اور یہی فرض جمعیتِ اقوام کا بھی ہے۔ اگر ایک قوم دوسری قوم پر ظلم و تعدّی کرتی ہے تو دوسری سب اقوام کا یہ فرض ہے کہ اس ظلم کی روک تھام کریں۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:-

"یہ ہو سکتا ہے کہ کسی اُمت جنگجو اور وحشیانہ قبیلے ہیئتِ اجتماعیہ پر اس غرض سے حملہ آور ہوں کہ اس کے تمام افراد کا قلع قمع کر دیں تو ایسی حالت میں دفاع جائز ہے" (پیرس ٹاکس چوتھا ایڈیشن صفحہ ۱۱۲)

آج تک نوع انسان کا یہ رویہ رہا ہے کہ اگر ایک قوم دوسری قوم پر حملہ آور ہو تو دُنیا کی دیگر اقوام غیر جانبدار رہتی ہیں اور اُس وقت تک اِس معاملہ میں کوئی ذمہ واری قبول نہیں کرتیں جب تک براہِ راست اُن کے مفاد پر زد نہ پڑتی ہو

بچاؤ کا سارا بوجھ اُس قوم کو خواہ وہ کیسی کمزور یا لاچار کیوں نہ ہو اُٹھانا پڑتا تھا
جس پر حملہ کیا جاتا تھا۔ حضرت بہاءاللہ کی تعلیمات اِس صورتِ حال کے بالکل
برعکس ہیں۔ اور بچاؤ کی ذمہ داری کا بوجھ صرف اسی قوم کو اُٹھانا نہیں پڑتا جس پر
حملہ کیا گیا ہو۔ بلکہ سب قوموں کو فرداً اور جمعاً اُٹھانا فرض کیا گیا ہے۔ چونکہ کُل
نوعِ انسان ایک واحد جماعت ہے اِس لئے کسی ایک قوم پر حملہ کُل جماعت پر
حملے کے مترادف ہے اور اس کا تدارک کُل جماعت پر ہی عائد ہوتا ہے۔ جب
اِس اصول پر عام طور سے عمل کیا جائے گا تو اگر کوئی قوم کسی قوم پر زبردستی کرنا
چاہے گی تو اُسے پہلے ہی سے یہ معلوم ہوگا کہ اُسے صرف ایک ہی قوم سے
نپٹنا نہ ہوگا بلکہ تمام دنیا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ علم ہی بڑی سے بڑی جنگجو
اور دیدہ دلیر قوم کو ڈرانے اور روکنے کے لیئے کافی ہوگا۔ جب امن دوست
قوموں کی ایک مضبوط لیگ قائم ہو جائے گی تو جنگ افسانۂ ماضی بن جائیگی۔
بین الاقوامی بدامنی کی پُرانی حالت اور بین الاقوامی زمانۂ امن کے آنے تک
چیرہ دستانہ لڑائیوں کے ہونے کا امکان ہے۔ مگر اِن حالات میں فوجی یا
دیگر سخت تدابیر جن سے بین الاقوامی انصاف۔ اتحاد اور امن میں خلل نہ آئے
ایک حقیقی فرض ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ ایسی حالتوں میں :-

"بعض اوقات جنگ، امن کی بنیاد اور بربادی، استعمار کا سبب
ہو جاتی ہے .... یہ جنگ باطناً شاید ترانۂ امن ہی مانوس ہو
اور ایسے وقت میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ غضب بذاتِ خود مہربانی
یہ ظلم، انصاف کا جوہر اور یہ جنگ، صلح کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ آج
کے دن ہر طاقتور بادشاہ کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ عالمگیر امن کو
بڑھائے۔ کیونکہ اس کا مقصد بیشک سب دُنیا کی قوموں کو آزاد
کرنا ہے۔" (مدنیہ)

اتحادِ مشرق و مغرب ایک اور اصول جو صلحِ اکبر کو دنیا میں لائیگا وہ

مشرق و مغرب کا باہم مربوط ہونا ہے۔ صلح اکبر سے صرف جنگ کا بند کرنا ہی مقصود نہیں۔ بلکہ اس سے مراد زمین کے اختلاف زدہ لوگوں میں مفید اتحاد اور مخلصانہ باہمی مدد و امداد کا پیدا کرنا بھی ہے۔ جس کا نتیجہ نہایت ہی بیش بہا اور فائدہ مند ہوگا۔ پیرس میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبد البہاء نے فرمایا:۔

"پہلے زمانوں کی طرح اس زمانہ میں بھی آفتاب صداقت ہمیشہ مشرق سے طلوع ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ لوگوں کو تعلیم دینے اور ان کی رہنمائی کرنے کے لئے مشرق میں ہی ظاہر ہوئے۔ حضرت مسیح بھی افق مشرق سے ہی طالع ہوئے۔ حضرت محمد بھی ایک مشرقی قوم میں ہی ظاہر ہوئے۔ حضرت باب نے بھی ایک مشرقی ملک ایران سے ہی قیام کیا۔ حضرت بہاء اللہ مشرق میں رہے اور وہیں لوگوں کی تربیت فرمائی۔ تمام بڑے بڑے روحانی معلم مشرقی دنیا سے ہی ظاہر ہوئے۔"

"اگرچہ آفتاب مسیحی مشرق سے طالع ہوا تھا مگر اس کا پرتو مغرب میں نمودار ہوا۔ جہاں اس کے نور کی افزونی واضح طور پر دیکھی گئی۔ آپ کی تعلیمات کی آسمانی روشنی مغربی دنیا میں زیادہ شدت کے ساتھ ضوفگن ہوئی جہاں اس نے اپنی جائے پیدائش سے بڑھ چڑھ کر ترقی کی۔"

"آج مشرق مادی ترقی کا اور مغرب روحانی اصولوں کا محتاج ہے۔ یہ اچھا ہوگا کہ مغرب روحانی نورانیت کے لئے مشرق کی طرف راجع ہو اور اس کے بدلے میں مشرق کو اپنے علم سائنس سے بہرہ اندوز کرے۔ ان تحائف کا باہم ایک دوسرے سے تبادلہ کریں۔ مشرق و مغرب متحد ہو کر ایک دوسرے کو وہ چیزیں دیں جن کی ان کو علیحدہ علیحدہ ضرورت ہے۔ ایسا اتحاد اس صحیح تمدن کا پیش خیمہ ہوگا جس میں روحانیت کا ظہور مادیت میں ہو کر

اُس پر عملدر آمد کیا جائے گا۔ اس طرح ایکدوسرے کی احتیاج کو جب پورا کردے گا تو کامل اتحاد کا دَور دورہ ہوجائے گا۔ تمام قومیں متحد ہوجائیں گی اور ایک عظیم حالتِ کمال حاصل ہوجائے گی۔ آپس کے رشتے مضبوط باندھے جائیں گے۔ اور یہ دُنیا صفاتِ الٰہی کو منعکس کرنے کا چمکتا ہوا آئینہ بن جائیگی۔

ہم سب مشرقی اور مغربی قوموں کو دن رات جان و دل سے اِس بلند و بالا خیال کو کہ تمام دنیا کی قوموں میں اتحاد کا رشتہ مضبوط ہوجائے عرصۂ وجود میں لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تب ہر ایک دِل مسرور ہوگا۔ اور ہر آنکھ کھُل جائے گی۔ ایک نہایت ہی عجیب قوت عطا کی جائے گی۔ اور تمام نوعِ انسان کی خوشی ایک یقینی امر ہوجائے گی .... یہی وہ جنت ہے جس کے دُنیا میں آنے کے بارے میں کہا گیا ہے اور یہ اُس وقت ہوگا جب کُل نوع انسان ملکوتِ الٰہی میں خیمہ اتحاد کے سایہ تلے جمع ہوجائے گی۔ "

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۷)

گیارہواں باب

احکام و تعلیمات

"آپ کو معلوم ہو کہ ہر ایک دَور و زمانے میں مقتضیاتِ زمانہ کے مطابق تمام آسمانی احکام متغیر و متبدّل ہو جاتے ہیں سوائے قانونِ محبت کے جو ایک چشمہ کی طرح ہمیشہ جاری رہتا ہے اور کبھی متغیر نہیں ہوتا۔" (حضرت بہاء اللہ)

راہبانہ زندگی

حضرت محمد کی طرح حضرت بہاء اللہ نے بھی اپنے پیروؤں کو راہبانہ زندگی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لوحِ نپولین سوئم میں فرمایا ہے:۔

"کہدے اے جماعتِ راہبین! کوٹھڑیوں اور حجروں میں اپنے آپ کو معتکف مت کرو۔ بلکہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ان کو ترک کرو اور اس کام میں مشغول ہو جاؤ جو تمہاری روح اور بندوں کی رُوح کے لئے مفید ہو...... شادی کرو تاکہ تم اپنے بعد اپنی جگہ کسی کو چھوڑ جاؤ۔ ہم نے تمہیں خیانت سے منع کیا ہے نہ کہ اُن باتوں سے جن سے امانت کا ظہور ہو۔ تم اپنے

من مانے اصولوں کو پکڑے ہو اور تم نے خدا کے اصولوں کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور جاہلوں میں سے مت ہو۔ انسان نہ ہوتا تو کون میری زمین میں میرا ذکر کرتا اور میرے اسماء و صفات کا ظہور کیسے ہوتا۔ ذرا غور کرو اور اُن میں سے نہ ہو جن کی سمجھ پر پردے پڑے ہوتے ہیں اور غافل ہیں۔ وہ (حضرت عیسیٰ) جس نے شادی نہ کی تھی اُسے نہ تو کوئی جگہ ملی جہاں وہ بسیرا کر سکتا اور نہ کوئی پناہ گاہ ملی جہاں وہ اپنا سر چھپا سکتا۔ اور یہ سب اُن لوگوں کے کرتوتوں کا نتیجہ تھا جو خائن ہیں۔ اُس کی روح کی تقدیس اُن باتوں کے سبب نہیں تھی جو تم سمجھے بیٹھے ہو بلکہ اُن باتوں کے سبب تھی جو ہم جانتے ہیں۔ پوچھو تاکہ تم اُس کے مقام سے جو تمام دنیا کے رہنے والوں کے تصورات سے بالاتر ہے واقف ہو جاؤ۔ مبارک ہیں وہ جو جانتے ہیں۔"

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ عیسائی فرقوں نے پادریوں کے لئے راہبانہ اور تجرد کی زندگی کی ریت قائم کر لی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح نے اپنے حواری صرف شادی شدہ آدمی ہی چنے تھے اور آپ اور آپ کے حواریوں نے لوگوں کے ساتھ مل جل کر اور ساتھ رہ کر رسم و سخا کی عملی زندگیاں بسر کیں؟ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

"عیسیٰ ابن مریم کو ہم نے انجیل دی اور ہم نے اُن لوگوں کے دل میں جنہوں نے اس کی پیروی کی مہربانی اور رحم ڈالا مگر اُنہوں نے راہبانہ زندگی خود اپنے لئے اختیار کی۔ ہم نے تو صرف اُن کے لئے یہ مقرر کیا تھا کہ وہ خدا کو خوش کرنے کی طلب پیدا کریں۔ مگر انہوں نے جیسا اس کو نبھانا چاہیے تھا نہ نباہا۔" (سورہ ۵۷۔ آیت ۲۷)

زمانۂ قدیم اور گذشتہ حالات میں راہبانہ زندگی کے لئے خواہ کچھ بھی وجہیت ہو۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ اب اس واجبیت کا وجود نہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ نیک اور خدا سے ڈرنے والے لوگوں کی اتنی بڑی تعداد کا اپنے ہمجنسوں سے میل جول نہ رکھنا اور باپ ماں کے فرائض اور ذمہ داریوں سے الگ رہنا یقیناً نوعِ انسان کی روحانیت کو کمزور کرنے پر منتج ہوگا۔

شادی یا ازدواج

بہائی تعلیمات ایک شادی کو مستحسن قرار دیتی ہیں اور حضرت بہاء اللہ جانبین کے والدین کی رضامندی کو شادی کی ایک ضروری شرط قرار دیتے ہیں۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے :-

"بیشک کتاب بیان (وہ کتاب جو حضرت باب پر اُتری) میں اس معاملہ کا انحصار جانبین (دولہا و دلہن) کی ہی رضامندی پر رکھا گیا تھا۔ مگر چونکہ ہم محبت اور دوستی اور اتحادِ عباد پیدا کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم نے اس میں والدین کی رضامندی کی شرط بھی لگا دی ہے تاکہ دشمنی اور بُرے جذبات کی روک تھام ہو۔"

اس معاملہ پر ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے حضرت عبدالبہاء لکھتے ہیں :-

"شادی کے متعلق جو آپ نے سوال کیا ہے۔ خدا کی شریعت یہ ہے کہ تم پہلے ایک بیوی منتخب کرو مگر اس کے بعد باپ اور ماں کی رضامندی پر منحصر ہے۔ تمہارے انتخاب کرنے کے قبل انہیں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہیں۔"

(الواح عبدالبہاء انگریزی جلد ۳ صفحہ ۵۶۳)

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ حضرت بہاء اللہ کے اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا

کر وہ کشیدہ تعلقات جو عیسائی اور مسلمان ممالک میں ایسے رشتوں اور ناطوں میں معمول ہیں اہلِ بہآر میں قریب قریب بالکل مفقود ہیں۔ طلاق بھی شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہے۔ ازدواج کے بارے میں آپ لکھتے ہیں :۔

"بہائی ازدواج کی بُنیاد جانبین کی کامل رضامندی اور پوری پوری قبولیت پر رکھی گئی ہے۔ دونوں میں کامل محبت ہونی لازم ہے اور دونوں کو ایکدوسرے کے چال چلن سے پوری پوری واقفیت ہونی چاہیئے۔ دونوں کے درمیان جو عہد ہو وہ دائمی اور استوار ہو اور اُن کی نیت یہ ہو کہ وہ ہمیشہ محبت۔ دوستی۔ اتحاد اور اتفاق سے رہیں گے۔

دُلہن دولہا اور کچھ دوسرے لوگوں کے سامنے کہے "بیشک ہم خدا کی رضا پر قانع ہیں" اور دولہا جواب دے "بیشک ہم خدا کی مرضی پر مطمئن ہیں۔"

بہائی ازدواج کا مقصد یہ ہے کہ مرد اور عورت روحانی اور مادّی طور سے متحد ہو جائیں تاکہ کُل خدائی جہانوں میں اُن میں دائمی اتحاد قائم رہے اور ایکدوسرے کی روحانی زندگی کو سنوارنے میں مدد دیں۔ یہ ہے بہآئی ازدواج (الواح عبدالبہآء جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)

طلاق جس طرح نکاح کے بارے میں اسی طرح طلاق کے بارے میں بھی انبیاء کرام کی ہدایات مقتضیاتِ وقت کے مطابق بدلتی رہی ہیں۔ حضرت عبدالبہآء طلاق کے بارے میں بہآئی احکام کو اس طرح بیان فرماتے ہیں :۔

"اہلِ بہآء پر واجب ہے کہ وہ حتی المقدور طلاق سے پرہیز کریں اور جب تک کوئی خاص وجہ پیدا نہ ہو جو اُنہیں ایکدوسری سے اس بنا پر علیحدہ ہونے پر مجبور کرے کہ وہ ایکدوسرے سے

نفرت کرتے ہیں پیدا نہ ہوں۔ ایسی حالت میں محفل روحانی کو اطلاع دیکر وہ ایکدوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ اس علیحدگی کے بعد انہیں صبر سے ایکسال تک انتظار کرنا فرض ہے۔ اگر ایکسال کے اندر اُن میں محبت پھر سے پیدا نہیں ہوئی تو اُن کا طلاق واجب ہے۔ .... ملکوتِ الٰہی کی بُنیاد اتحاد۔ محبت یگانگت۔ وحدت اور اتفاق پر ہے۔ اختلاف اور وہ بھی خصوصاً شوہر اور بیوی کا ملکوتِ الٰہی میں کوئی دخل نہیں رکھتا۔ ان دو کی میں سے جو طلاق کا موجب ہوگا وہ بے شک وشبہ بڑی بڑی مصیبتوں کا شکار ہوگا۔ خوفناک بلائیں اُس پر ہجوم کریں گی اور ندامت وپشیمانی اُس کے ساتھ رہے گی۔" (امریکہ کے بہائیوں کے نام لوح)

دیگر معاملات کی طرح طلاق میں بھی اہلِ بہاء بہائی تعلیمات پر عمل کرنے کے علاوہ اپنے مُلک کے قوانین کے بھی ماتحت ہوں گے۔

بہائی تقویم

مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں وقت کی تقسیم اور تاریخوں کے تعین کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جا چکے ہیں اور چند ایک مختلف تقادیم اب بھی مستعمل ہیں۔ مثلاً مغربی یورپ میں گریگوری کی تقویم۔ مشرقی یورپ میں جولین کی تقویم۔ یہودیوں میں عبرانی تقویم اور مسلمانوں میں قمری تقویم۔ حضرت باب نے اُس دور کی جس کے آپ مبشر ہوکر آئے تھے ایک نئی تقویم کی بنیاد ڈالنے میں نمایاں کام کیا۔ گریگوری کی تقویم کی مانند اس میں بھی قمری مہینوں کی جگہ شمسی مہینے لئے گئے ہیں۔

بہائی سال کے ۱۹ مہینے ہوتے ہیں اور ہر ایک مہینے کے ۱۹ دن (یعنی سال کے ۳۶۱ دن) اور اس کے ساتھ اٹھارھویں اور انیسویں مہینے کے درمیان سال کو پورا کرنے کے لئے لوند کے دن ہیں (جو عام طور پر ۴ مگر لوند کے سال ۵ دن ہیں) حضرت باب نے مہینوں کے نام خدا کے ناموں کے

رکھے ہیں۔ بہائیوں کا نوروز قدیم ایرانیوں کے نوروز کی طرح علم نجوم کے مطابق مقرر ہے۔ یعنی جب آفتاب برج حمل (۲۱ مارچ) میں جاتا ہے۔ تو اہلِ بہاء کا سال شروع ہوتا ہے۔ بہائی دور حضرت باب کے اعلان فرمانے (یعنی ۱۸۴۴ء مطابق ۱۲۶۰ھ) سے گنا جاتا ہے۔

وہ زمانہ دور نہیں جب دُنیا کی سب قوموں کو ایک ہی تقویم اختیار کرنی پڑے گی۔ اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نوعِ انسان کا یہ دورِ وحدت و اتحاد ایک ایسی تقویم کا مالک ہو جو اعتراضات و مشکلات وغیرہ سے پاک ہے جن کے سبب دُنیا کا ایک بہت بڑا حصہ انہیں نہیں مانتا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ حضرت باب کی مجوزہ تقویم سے کوئی اور طریقہ سادگی اور سہولت میں بڑھ سکے۔

بہائی تقویم کے مہینے یہ ہیں:۔

نمبر شمار	عربی نام	یکم تاریخ کا دن	نمبر شمار	عربی نام	یکم تاریخ کا دن
۱	بہاء	۲۱ - مارچ	۱۰	عزت	۸- ستمبر
۲	جلال	۹- اپریل	۱۱	مشیت	۲۷- ستمبر
۳	جمال	۲۸- اپریل	۱۲	علم	۱۶- اکتوبر
۴	عظمت	۱۷- مئی	۱۳	قدرت	۴- نومبر
۵	نور	۵- جون	۱۴	قول	۲۳- نومبر
۶	رحمت	۲۴- جون	۱۵	مسائل	۱۲- دسمبر
۷	کلمات	۱۳- جولائی	۱۶	شرف	۳۱- دسمبر
۸	اسماء	۱- اگست	۱۷	سلطان	۱۹- جنوری
۹	کمال	۲۰- اگست	۱۸	ملک	۷- فروری

(وقفہ کے دن ۲۶- فروری سے یکم مارچ تک ہیں جو ایام ہا کے نام سے موسوم ہیں)

۱۹- علاء ۲- مارچ

محافل رُوحانی جس جگہ اہلِ بہاء کی تعداد ۹ سے زیادہ ہو تو یہ حکم ہے کہ وہاں ایک محفلِ روحانی بذریعۂ انتخاب قائم کیجائے تاکہ یہ محفل اُس علاقے کے احباب کے معاملات میں اُن کی رہنمائی کرے۔ اور اُن کے ساتھ مل کر اُن کے کاموں میں اُن کی مدد کرے۔ ایران کے شہروں کی محافل بہائی کا مفصلہ ذیل بیان مصنّف کو جناب اسداللہ فاضل مازندرانی نے دیا تھا۔ اِس بیان سے طریقۂ تنظیم کا حال واضح ہوتا ہے:-

محفلِ رُوحانی کے خاص خاص فرائض یہ ہیں:-

(۱) لوگوں کے درمیان جلسوں اور کتابوں وغیرہ کے ذریعے تعلیمات امری کے پھیلانے کا انتظام کرنا۔
عام جلسے جس میں اغیار بھی آسکتے ہیں ہفتہ میں کئی دفعہ کئے جاتے ہیں تاکہ عام لوگوں میں تبلیغ ہو اور مبتدیوں میں شوق و قوت پیدا ہو۔

(۲) غریبوں اور حاجتمندوں کی مدد کا انتظام کرنا۔ خواہ وہ بہائی ہوں یا غیر بہائی اگر احباب میں سے کوئی خانگی، تجارتی یا روحانی تکلیف میں ہو تو وہ محفلِ روحانی سے مشورہ اور مدد کا طلبگار ہو سکتا ہے۔

(۳) تعلیم و تربیت اور صنعت و حرفت کو ترقی دینا۔ محفلِ روحانی کا یہ فرض ہے کہ اِس بات کا خیال رکھے کہ ہر بہائی بچہ عمدہ تعلیم حاصل کرتا ہے۔

(۴) شریعت بہائیہ میں تربیت کے لئے محفلِ روحانی قابل مبلّغین مقرر کرتی ہے تاکہ وہ عمومی جلسوں میں لوگوں کو شریعت سے آگاہ کریں۔ اور انہیں اُس پہ چلنے کی تلقین کریں۔ اگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو بہائی کہتے ہیں اور احباب سے ملتے جلتے ہیں۔ مگر منافقت کرتے اور اپنے قول و قرار کے مطابق نہیں چلتے تو بہائی محفل ایسے لوگوں کے لئے خاص مجالس کا انتظام کرتی ہے۔ جن میں عقلمند۔ تجربہ کار اور صاحبِ استقلال مبلّغین

اُنہیں اُن کے فرائض سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور اُن کی تربیت کرتے ہیں۔

۵۔ روپیہ کی جمع آوری اور خرچ } عام مجالس میں کوئی چندہ نہیں لیا جاتا۔ اور نہ عام لوگوں سے چندہ دینے کی درخواست کی جاتی ہے۔ سچے اہل بہاء خود بخود چندہ دیتے ہیں۔ محفل روحانی میں ایک رجسٹر ہوتا ہے جس میں چندہ دینے والوں کے نام اور رقوم لکھی جاتی ہیں۔ چندہ جمع کرنے اور رسیدیں دینے کے لئے وقت مقرر ہے۔ گمنام چندے اکثر دیئے جاتے ہیں۔ محفل رُوحانی اس سرمایہ کے خرچ کا انتظام کرتی ہے کہ کس قدر تبلیغ میں صرف کیا جائے اور کتنا غربا وغیرہ کی مدد کے لئے رکھا جائے۔

۶۔ دعوتوں کا انتظام } محفل رُوحانی دعوتوں کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرتی ہے۔ احباب کی جماعتیں ہر ۱۹ دن میں ایک دفعہ دعوت دیتی ہیں کمیٹی کے پاس ایک رجسٹر رہتا ہے جس میں دعوتوں کا انتظام لکھا رہتا ہے جو کوئی دعوت دینی چاہتا ہے وہ کمیٹی سے دن، وقت اور جگہ کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ کوئی شخص سال میں تین کوئی زیادہ اور کوئی کم دعوتیں دے سکتا ہے اس کمیٹی کے پاس ایک دوسرا رجسٹر رہتا ہے جس میں مہمانوں کی خاطر تواضع کا انتظام درج ہوتا ہے۔ اگر کسی دن دعوت ہوتی ہے تو کمیٹی میزبان کو شہر میں باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی تعداد سے آگاہ کرتی ہے۔ اگر میزبان میں ان سب کو مدعو کرنے کی طاقت نہیں تو دوسرے احباب باقی مہمانوں کو مدعو کرتے ہیں۔ شہر کے تمام بہائیوں کی دعوت خاص خاص تہواروں پر ہوتی ہے۔ مثلاً نوروز اور عید رضوان پر۔

علاقہ کے سب اہل بہاء کی کارروائیاں محفل رُوحانی کی منظوری سے وابستہ ہیں۔ محفل رُوحانی ہی وہ مرکز ہے جس سے انوار رُوح چمک کر پھیلتے ہیں۔ جس شہر کی محفل رُوحانی خالص اور منزہ نہیں اُس شہر میں امر ہرگز ترقی نہیں کر سکتا۔ احباب کا فرض ہے کہ وہ محفل رُوحانی کی اُن

تمام معاملات میں جو امر سے تعلق رکھتے ہیں، اطاعت کریں۔ محفل روحانی کی ہر مجلس میں وہ لوح پڑھی جاتی ہے جس میں حضرت عبدالبہاء نے محفل روحانی کے فرائض کی تشریح فرمائی ہے۔

محفل روحانی کا انتخاب اس طرح ہوتا ہے کہ انتخاب کے موقع پر سب احباب کے پاس اطلاع بھیجدی جاتی ہے۔ تجربہ کار پرانے بہائی، لوگوں کو بتاتے ہیں کہ محفل روحانی کے اعضاء کی کیا قابلیت ہونی چاہئے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ محفل روحانی کے اعضاء کی اولین صفت یہ ہونی چاہئے کہ وہ میثاق پر ثابت قدم ہے۔ وہ تعلیمیافتہ اور امر سے پوری طرح واقف ہو اس کا چال چلن نیک ہو۔ ایسے لوگ چُنے جائیں جو مِل کر کام کرنے کے اہل ہوں۔ ایسا شخص ہرگز ہرگز نہ چُنا جائے جو باعث ناچاقی و نااتفاقی ہو۔

تیوہار امر بہائی کی جبلّی مسرت آفرینی کا اظہار دورانِ سال میں کئی دعوتوں اور تیوہاروں کے ذریعے ہوتا ہے۔

سنہ ۱۹۱۳ء میں اسکندریہ (مصر) میں نوروز پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:۔

"ہر دور ظہور کے وقت عیدیں، تیوہار اور تعطیل کے دن خدا کی مقدس شریعت میں مقرر کئے جاتے ہیں۔ ایسے دنوں میں ہر قسم کے کام تجارت، دستکاری، زراعت وغیرہ ملتوی کر دینے چاہئیں۔ سب مِل کر خوشیاں منائیں جلسے کریں۔ ایک جماعت بن جائیں۔ تاکہ قومی وحدت، اتفاق و اتحاد سب کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو۔

چونکہ یہ ایک مبارک دن ہوتا ہے اس لئے اس سے نہ تو بے پروائی برتی جائے اور نہ اسے محض عیش و تعیش میں گذار کر اس کے ثمرات سے محروم ہونا چاہئے۔ ایسے دنوں میں ایسے ادارات کی بُنیاد ڈالی جائے جو لوگوں کے لئے مستقل اور پائیدار فوائد کے باعث ہوں۔

آج کے دن ہدایتِ خلق کے علاوہ اور کوئی بڑا نتیجہ یا ثمر نہیں ہے۔ احبائے الٰہی اِس میں شک نہیں کہ ایسے ایّام کے موقعوں پر ایسے پائدار رفاہِ عام کے کام کیا کریں گے جو صرف بہائیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بنی نوعِ انسان کے مفاد کے لئے ہوا کریں گے۔ اِس حیرت انگیز دَور میں رفاہِ عام کے کام بلا کسی استثناء کے سب کے لئے ہیں کیونکہ یہ ظہور خدا کی رحمانیت کا ظہور ہے۔ اِس لئے مجھے اُمید ہے کہ احبائے الٰہی کا ہر فرد کُل نوعِ انسان کے لئے خدا کی رحمت بن جائے۔"

عید نوروز۔ عید رضوان۔ میلاد حضرت باب و حضرت بہآء اللہ اور روزِ اعلان حضرت باب (جو حضرت عبدالبہآء کے میلاد کا دن بھی ہے) سال میں اہل بہآء کی عیدیں ہیں۔ ایران میں اِن ایّام میں احبائے الٰہی باغوں میں محافل یا خوشی کی مجلسیں کرتے ہیں۔ جن میں رُوحانی نغمے۔ نظمیں۔ الواح و آیات کی قرأت اور حسب موقع تقاریر کی جاتی ہیں۔ اٹھارھویں اور اُنیسویں مہینے کے درمیان جو لوند کے دن پڑتے ہیں (یعنی ۲۶ فروری سے یکم مارچ تک) اُن میں خاص طور پر احباب کی مہمان نوازی اور ضیافت کیجاتی ہے۔ تحفے تحائف دیئے جاتے ہیں۔ غریبوں۔ بیماروں وغیرہ کی خدمت کی جاتی ہے۔

حضرت باب کی شہادت کا دن اور حضرت بہآء اللہ اور حضرت عبدالبہآء کے صعود کے ایّام اہل بہآء کے لئے حزن کے دن ہیں اور نہایت سنجیدگی سے منائے جاتے ہیں۔ موقع کے مناسب مجالس اور تقاریر ہوتی ہیں۔ اور الواح اور مناجاتیں پڑھی جاتی ہیں۔

روزے

لوند کے دنوں کی مہمان نوازیوں۔ دعوتوں اور خوشیوں کے بعد ہی اُنیسواں مہینہ روزوں کا مہینہ ہے۔ اِس مہینہ کے اُنیس دِن روزے رکھے جاتے ہیں اور طلوعِ آفتاب سے غروب آفتاب تک کھانے پینے سے قطعی پرہیز کیا جاتا ہے۔ روزوں کا

مہینہ چونکہ تحویلِ آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے روزے ہمیشہ ایک ہی موسم میں آتے ہیں۔ یعنی شمالی کرۂ زمین پر بہار میں اور جنوبی کرۂ زمین پر خزاں میں۔ سخت سردی یا سخت گرمی کے موسم میں جن مہینوں میں بجائے فائدہ کے نقصان ہونے کا احتمال ہے کبھی نہیں آتے۔ علاوہ ازیں تحویلِ آفتاب کے وقت ساری ربعِ مسکون پر دن اور رات قریب قریب برابر ہوتے ہیں۔ یعنی طلوعِ آفتاب ۶ بجے ہوتا ہے اور غروبِ آفتاب بھی ۶ بجے ہی ہوتا ہے۔

روزہ بچوں۔ بیماروں۔ مسافروں۔ ضعیفوں۔ کمزوروں۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں پر فرض نہیں۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ میعادی روزہ داری جو شریعتِ بہائیہ نے فرض قرار دی ہے طب کی رو سے نہایت مفید ہے۔ بہت سی شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر جس طرح بہائی دعوتوں کی حقیقت صرف اچھی اچھی غذاؤں کا کھانا نہیں بلکہ اس کی حقیقت یادِ الٰہی ہے جو ہماری روحانی غذا ہے۔ اسی طرح بہائی روزے کا مقصد صرف غذا سے پرہیز کرنا ہی نہیں۔ اگرچہ یہ پرہیز تزکیۂ نفس میں بہت کچھ مدد دیتا ہے۔ بلکہ اس کا مقصد نفسانی خواہشات سے پرہیز کرنا اور خدا کے سوا سب سے انقطاعِ کلّی حاصل کرنا ہے۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"روزہ ایک رمز ہے۔ روزہ سے مراد خواہشاتِ نفسانی سے پرہیز کرنا ہے۔ جسم کی روزہ داری اس پرہیز کی ظاہری نشانی اور ایک قسم کی یاددہانی ہے۔ یعنی جس طرح ایک شخص ایک جسمانی خواہش سے پرہیز کرتا ہے ایسے ہی اس کو نفسانی خواہشات و مشتہیات سے بچنا چاہئے۔ صرف غذا سے پرہیز کرنا روح پر کوئی اثر نہیں رکھتا۔

یہ تو صرف ایک نشانی، ایک یاد دہانی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ روزے سے یہ مراد نہیں کہ غذا بالکل ہی نہ کھائی جائے۔ غذا کا بہترین اصول یہ ہے کہ نہ تو مقدار سے زیادہ کھائی جائے اور نہ حد سے کم کھائی جائے۔ اعتدال لازمی ہے۔ ہندوستان میں ایک فرقہ ہے جو غذا انتہائی درجہ کم کھانے کی مشق کرتے ہیں۔ وہ غذا کو کم کرتے کرتے اتنا کم کر لیتے ہیں کہ وہ قریباً کچھ بھی نہیں کھاتے۔ مگر ان کی قوت اوراک کم ہو جاتی ہے۔ جو شخص غذا کی کمی کے سبب کمزور ہو گیا ہو وہ خدا کی نہ تو دماغی خدمت کر سکتا ہے نہ جسمانی۔ وہ کچھ بھی صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتا۔" (فارٹنائٹلی ریویو جون ۱۹۱۱ء)

مجالس

حضرت عبدالبہاء نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ احباب باقاعدہ مجالس کیا کریں۔ جہاں وہ ایک جگہ جمع ہو کر خدا کی بارگاہ میں مناجات کریں۔ کلمات الٰہی کا مطالعہ اور مذاکرہ اور امر اللہ کی پیشرفت کے لئے صلاح و مشورت کریں۔ ایک لوح میں فرماتے ہیں:- "مشیت الٰہی کا فیصلہ یہ ہے کہ احبائے الٰہی اور اماء رحمٰن کے درمیان اتفاق و اتحاد روز بروز بڑھتا جائے۔ جبتک یہ حالت حاصل نہ ہوگی کسی کام میں بھی کسی اور طرح ترقی نہ ہوگی۔ اتفاق و اتحاد کو بڑھانے کا سب سے بڑا ذریعہ محافل روحانی ہیں۔ یہ بات بہت اہم ہے اور آسمانی تائیدات کو جذب کرنے کے لئے مقناطیس کی مانند ہیں۔"

(الواح عبدالبہاء (انگریزی) جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

اہل بہاء کی روحانی مجالس میں سیاسی یا دنیوی معاملات پر بحث و تمحیص سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ احبائے الٰہی کا مقصد عظیم حق و صداقت کا سیکھنا اور سکھانا۔ اپنے قلوب کو محبت الٰہی میں سرشار کرنا

مشیتِ الٰہی کی اطاعت میں کامل تر ہونا اور خدا کی بادشاہت کو برپا کرنے میں کوشاں ہونا چاہیئے۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں نیویارک کے ایک خطابہ میں حضرت عبدالبہاء نے فرمایا :-

"بہائیوں کی مجالس ملاءِ اعلیٰ کی محافل ہونی چاہئیں۔ یہ ملاءِ اعلیٰ کے انوار سے منوّر ہوں۔ قلوب آئینوں کی مانند ہوں جو آفتاب صداقت کے انوار کے عکس کو منعکس کریں۔ ہر ایک سینہ ایک تار گھر کی مانند ہو۔ تار کا ایک سرا تو جان میں ہو اور دوسرا ملاءِ اعلیٰ میں۔ تاکہ دونوں کے درمیان نامہ وپیام ہوسکے۔ اس طرح ملکوتِ ابہیٰ کے الہامات نازل ہوں گے۔ اور کامل اتحاد و اتفاق جلوہ گر ہوگا ...... جتنا زیادہ اتفاق۔ اتحاد۔ اور محبت تم میں ہوگی اتنا ہی تائیداتِ الٰہی تمہاری مؤید ہوں گی اور جمالِ مبارک حضرت بہاءاللہ کی عون وعنایت تمہاری ممد ہوگی۔"

ایک لوح میں آپ فرماتے ہیں :-

"ان مجالس میں بیرونی ذکر و اذکار ہرگز نہ ہونے چاہئیں آیات و کلماتِ الٰہی کے پڑھنے اور امراللہ کے بارے میں معاملات تک ہی گفتگو کی حد ہو۔ مثلاً دلائل کی تشریح ہو۔ ظاہر اور کھلے براہین بیان کیے جائیں۔ اور محبوب العباد کی نشانیاں پیش کی جائیں۔ مجلس میں شامل ہونے والوں کا فرض ہے کہ وہ داخل ہونے سے پہلے نہایت صفا کی حالت میں ملکوت ابہیٰ کی طرف متوجہ ہو کر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ مجلس میں داخل ہوں۔ الواح کی قرأت کے وقت خاموش بیٹھے رہیں۔ اگر کوئی تقریر کرنی

چاہتا ہے تو وہ نہایت ادب کے ساتھ حاضرین کی اجازت
لے کر فصاحت و بلاغت کے ساتھ تقریر کرے۔ "

مشرق الاذکار

حضرت بہاء اللہ کا یہ حکم ہے کہ آپ کے پیرو ہر ملک و شہر میں معبد تعمیر کریں۔ اس معبد کا نام آپ نے مشرق الاذکار رکھا ہے۔ جس کے معنی تمجید و حمد الٰہی کے چمکنے کی جگہ ہیں۔ مشرق الاذکار ایک نو طرفہ عمارت ہے جس پر ایک گنبد ہے۔ تعمیر اور بناوٹ میں قدر درجہ کی خوبصورت ہے۔ یہ ایک بڑے باغ میں جس میں فوارے لگے ہوئے ہوں اور پھول اور پودے لہلہا رہے ہوں بنائی جائے گی۔ اس کے ساتھ اور بھی عمارتیں ہونگی جن میں تعلیمی۔ خیراتی۔ معاشرتی اور دیگر ایسے ہی کام ہوا کریں گے "تاکہ معبد میں عبادت کے بالکل ساتھ ساتھ قدرت کے حسن و جمال میں روحانی شفقت ہنرمندی کی قدر اور مجلسی حالات کے بہتر بنانے کا عملی کام بھی ہو۔

ایران میں اہل بہاء کو مشرق الاذکار بنانے کی اب تک اجازت نہیں ملی۔ اس لیے پہلی مشرق الاذکار عشق آباد روس میں تعمیر ہوئی۔ دوسری ولمٹ میں جو شیکاغو (امریکہ) کے نزدیک ایک جھیل کے کنارے پر واقع ہے تعمیر ہو رہی ہے۔ ایک بہت ہی پر فضا جگہ خریدی گئی ہے۔ نقشے منظور ہو گئے ہیں اور تعمیر کا کام جاری ہے۔ اس کا نقشہ بنانے والا مسٹر لوئی بورجیز ہے۔ اس مغربی ام المعابد کا مختلف الواح میں ذکر فرماتے ہوئے حضرت عبد البہاء لکھتے ہیں:۔

" الحمد للہ کہ اس وقت دنیا کے ہر ملک سے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق امریکہ میں مشرق الاذکار کے فنڈ کے لئے اعانت متواتر آ رہی ہے ...... حضرت آدم سے لے کر آج تک نوع انسان نے ایسی بات کبھی نہیں دیکھی کہ

ایشیا کے دور دراز ممالک سے امریکہ کو اعانت بھیجی گئی ہو۔ یہ سب کچھ میثاقِ الٰہی کی قوت کے طفیل ہے۔ الحق یہ بات صاحبانِ بصیرت کی حیرت کا سبب ہو رہی ہے۔ اُمید ہے کہ احبائے الٰہی جوانمردی اور حوصلہ سے کام لیں گے اور عمارت کے لئے ایک بڑی رقم فراہم کریں گے......

......میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کے لئے آزاد رکھا جائے۔ اگر کوئی اور کسی مد میں روپیہ صرف کرنا چاہتا ہے تو اسے کرنے دو۔ اس سے کسی قسم کا تکرار نہ کریں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ اس وقت مشرق الاذکار کی تعمیر نہایت اہم بات ہے۔

مشرق الاذکار[۱] میں نو طرفیں۔ دروازے۔ فوارے راستے۔ ستون۔ باغیچے۔ فرش۔ برآمدے اور گنبد ہونے چاہئیں۔ شکل وصورت میں دلکش ہو۔ اس عمارت کا راز بہت بڑا ہے مگر یہ اس وقت افشا نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس وقت اس کی تعمیر نہایت اہم کام ہے۔ مشرق الاذکار کے ساتھ ساتھ اور عمارات کا ہونا بھی ضروری ہے جن کے بغیر مشرق الاذکار کامل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور وہ یہ ہیں:۔

یتیم بچوں کے لئے سکول۔ شفاخانہ۔ اور غرباء کے لئے دواخانہ

---

[۱] مشرق الاذکار کے متعلق ٹینی سن کے اشعار کا ترجمہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:۔
"میں نے خواب دیکھا۔ کہ پتھر پہ پتھر رکھتے ہوئے میں نے ایک متبرک عمارت کھڑی کی جو ایک معبد تھی۔ اور یہ نہ تو مندر تھی نہ مسجد نہ گرجا مگر وہ ان سے زیادہ شاندار اور سادہ تھی۔ اس کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ تاکہ آسمانی نفحات اس میں داخل ہوں۔ اور صداقت۔ امن۔ محبت اور انصاف آئے اور اس میں جلوہ گر اور معمور ہوں۔"
(اکبر کا خواب ۱۸۹۲ء)

ضعیفوں اور محتاجوں کے لئے گھر۔ اعلیٰ سائنس کی تعلیم کے لئے کالج اور مہمان خانہ۔ اس حکم کے بعد ہر ایک شہر میں ایک عظیم الشان مشرق الاذکار بنائی جائے۔ مشرق الاذکار میں ہر صبح عبادت ہوا کرے گی۔ معبد گاہ میں کسی قسم کا باجہ نہ رکھا جائے گا۔ ساتھ کی عمارتوں میں عیدیں منائی جائیں گی۔ مناجاتیں پڑھی جائیں گی۔ مجالس مشاورت ہونگی۔ عام جلسے کیئے جائیں گے اور روحانی محافل قائم ہوں گی۔ مگر معبد میں مناجات کی قرأت اور گانے کے ساتھ کوئی ساز نہ بجایا جائے گا۔ تم معبد کے دروازے تمام نوعِ انسان کے لئے کھول دو۔

جب کالج۔ شفاخانہ۔ مہمان خانہ۔ لاعلاج مریضوں کے لئے رہنے کی جگہ۔ اعلیٰ علوم کے حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم اور دوسری رفاہ عام کے لئے عمارتیں بن جائیں گی تو سب اقوام و مذاہب کے لئے دروازے کھولدیئے جائینگے۔ کوئی فرق و تفاوت کا خط ہرگز ہرگز نہ کھینچا جائے گا۔ اس میں بلا رنگ و جنس کی تمیز کے خیرات ہر کسی کو دی جائے گی۔ اس کے دروازے تمام نوعِ انسان کے لئے کھولدیئے جائیں گے۔ کسی کے ساتھ کچھ تعصب نہ کیا جائے گا۔ سب کے ساتھ محبت کی جائے گی۔ مرکزی عمارت مناجات و عبادت کے لئے مخصوص ہوگی۔ .... اس طرح دین سائنس کے ساتھ مل جائے گا۔ اور سائنس دین کی کنیز ہو جائے گی اور دونو مل کر اپنی مادی اور روحانی برکات کو تمام نوعِ انسان پر نچھاور کرینگے۔"

حیات بعد الممات حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں کہ یہ گوشت و پوست کی زندگی ہماری اصلی ہستی کا درجۂ جنین ہے۔ موت ایک نئی پیدائش ہے جس کے ذریعہ انسانی روح ایک بہتر اور آزادتر زندگی میں داخل ہوتی ہے۔ فرمایا ہے :-

"جان لو کہ رُوح جسم سے جُدا ہونے کے بعد صعود کرتی ہے حتیٰ کہ یہ خدا کی حضوری میں داخل ہوتی ہے ایک ایسی شکل میں جو ملکوتِ الٰہی کی طرح اُس کی سلطنت۔ قوت و قدرت کے سایے میں ہمیشہ زندہ و پایندہ رہے گی۔ اور اُس سے خدا کے آثار اور اُس کی صفاتِ تفضل و عنایات نمایاں ہونگی۔ فضلِ الٰہی کا ہاتھ تب اُسے ایک ایسے مقام میں باریاب کرے گا جو بیان سے باہر ہے اور جسے صفحۂ ہستی کا کوئی متنفس سمجھا نہیں سکتا۔ مبارک ہے وہ رُوح جو لوگوں کے توہمات اور شکوک سے پاک ہوکر جسم سے جُدا ہوتی ہے۔ الحق یہ خدا کی پاک مشیت کی فضا میں خراماں ہوتی ہے اور فردوسِ اعلیٰ میں باریابی پاتی ہے۔ فردوسِ اعلیٰ کے سب فرشتے اس کی تواضع کرتے ہیں اور اُسے گھیر لیتے ہیں۔ یہ انبیاء و اولیائے الٰہی کے ساتھ رہتی اور ان سے شرفِ گفتگو حاصل کرتی جو کچھ اس پر کائنات کے پروردگار خدا کے امر کی راہ میں وارد ہوا ہوتا ہے سُناتی ہے۔

اگر کوئی یہ جان لے کہ فرش و عرش کے مالک خداوند خدا کی ملکوت میں کیا مقدر کیا گیا ہے تو وہ فوراً اُس غیر متبدل۔ اعلیٰ۔ پاک و شاندار مقام کی تمنا میں ہمیشہ سر دُھنے۔ رُوح کی شکل کیا ہوگی یہ نہ تو بیان ہی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔ صرف بعض باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ پیغمبر لوگوں کو صراطِ مستقیم پہ چلانے اور اُن کی تربیت کرنے آتے ہیں۔

خدا کی پایندہ زندگی کی قسم۔ اِن ارواح کے انوار ہی لوگوں کی ترقی اور قوموں کے ارتقاء کا سبب ہیں۔ وہ وجود کا خمیر ہیں۔ ارواح ہمیشہ عالمِ انسانی سے اعلیٰ تھیں اور ہیں۔ اِس (دُنیوی) عالم اور اُس عالم میں

وہی فرق ہے جو عالمِ رحمِ مادر اور اس دنیا میں ہے۔"
(درّ مبارک مترجمہ علی قلی خاں ۱۹۰۳ء)

اسی طرح حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"انسان جن اسرار سے اس دنیا میں بے خبر ہے۔ وہ آسمانی دنیا میں اس پر منکشف ہو جائینگے۔ وہاں وہ اسرارِ حق سے واقف کیا جائے گا۔ پھر وہ ان لوگوں کو اچھی طرح سے پہچان یا جان سکے گا جن سے ملتا جلتا رہتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ مقدس نفوس جو پاک نظر پالیتے ہیں اور بصیرت سے موفق ہوتے ہیں عالمِ انوار میں سب رازہائے سربستہ سے واقف ہو جاتے ہیں اور وہ ہر ایک بزرگ کی حقیقت کو دیکھنے کے فضل کے متمنی ہو جاتے ہیں۔ وہ اس دنیا میں خدا کے جمال ظاہر مشاہدہ کریں گے۔ اسی طرح وہ موجودہ اور گذشتہ اولیاء اللہ سے ملاءِ اعلیٰ میں ملاقات کریں گے۔

انسانوں میں فرق و امتیاز اس فانی دنیا کو چھوڑنے پر قدرتاً نمایاں ہو جائے گا۔ مگر یہ امتیاز مکانی نہیں بلکہ روحانی اور ایمانی ہو گا۔ کیونکہ ملکوتِ الٰہی زمان و مکان سے مقدس ہے۔ یہ ایک دوسری دنیا اور دوسری کائنات ہے۔ آپ کامل یقین سے یاد رکھیں کہ عالمِ بالا میں روحانی احباب ایکدوسرے کو ملیں گے اور وہ ایک روحانی ملاپ اور اتحاد کے متمنی ہونگے اسی طرح وہ محبت جو ایک نے دوسرے کے ساتھ کی ہوگی عوالمِ ملکوت میں محو نہ ہوگی۔ اور جو زندگی اس مادی دنیا میں گذاری ہے وہ بھی فراموش نہ ہوگی۔" (الواح عبدالبہاء (انگریزی) جلد اول صفحہ ۲۰۴)

بہشت و دوزخ حضرت بہاءاللہ و حضرت عبدالبہاء بہشت و دوزخ کے بارے میں ان بیانات کو جو بعض قدیم ادیان کی آسمانی کتابوں میں دیئے ہوئے ہیں۔ (مثلاً بائیبل میں

پیدائش کا بیان) لفظی نہیں بلکہ تمثیلی اور معنوی بیانات سمجھتے ہیں۔ آپکی تعلیمات کے مطابق بہشت حالت کمال اور دوزخ حالتِ نقص ہے بہشت مشیتِ الٰہی اور بندگانِ الٰہی کے ساتھ موافقت اور دوزخ ناموافقت ہے۔ بہشت، روحانی زندگی کا نام ہے اور دوزخ روحانی موت ہے۔ جسم میں رہتے ہوئے بھی انسان بہشت یا دوزخ میں رہ سکتا ہے۔ بہشت کی خوشیاں روحانی خوشیاں ہیں اور دوزخ کا عذاب ان خوشیوں سے محروم رہنا ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"جب انسان نورِ ایمان کے ذریعے گناہوں کی تاریکی سے نجات پاتے ہیں اور آفتاب صداقت کے انوار سے منور ہوکر تمام نیکیوں سے مشرف ہوجاتے ہیں تو وہ اسے بہت بڑا اجر سمجھتے اور اسے حقیقی بہشت خیال کرتے ہیں۔"

"اسی طرح وہ جانتے ہیں کہ روحانی سزا، نفس وطبیعت کے ماتحت رہنا۔ خدا سے محجوب ہونا۔ ظلم وجہالت کی حالت میں رہنا۔ نفسانی خواہشات کا غلام بننا۔ حیوانی خواہشات میں غلطاں ہونا۔ بری صفات سے متصف ہونا۔ یہ سب سے بڑی سزا اور بدترین عذاب ہیں۔"

"اس جہان کے اجر وہ کمالات اور اطمینانِ قلب ہے جو اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد عوالمِ روحانی میں حاصل ہوتا ہے ...... ملکوتِ الٰہی میں روحانی عنایات اور روحانی برکات۔ جان ودل کی تمناؤں کا حصول اور عالمِ بقا میں لقائے الٰہی کا فوز۔"

"اسی طرح اس جہان کا عذاب، خدا کی خاص خاص برکات اور فضلِ مطلق سے محرومیت اور ہستی کے پست ترین درجات میں تنزل کرنا ہے۔ جو نفس ان خدائی عطیات سے محروم رہتا ہے اگرچہ وہ موت کے بعد زندہ رہتا ہے مگر اہلِ حق اسے مُردوں میں محسوب

کرتے ہیں۔"

"اس دنیا کی دولتمندی خدا کا قرب ہے۔ پس یہ یقینی ہے کہ وہ جو بارگاہِ الٰہی کے قریب ہیں شفاعت کرنے کے مجاز ہیں۔ اور یہ شفاعت خدا کے حضور میں مقبول ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُن کی حالت جو گناہ اور بے ایمانی کی حالت میں مرے ہوں بدل جائے یعنی خدا کے فضل کے ذریعے وہ مغفرت حاصل کریں۔ اُس کے عدل کے ذریعے نہیں۔ کیونکہ فضل یہ ہے کہ بلا استحقاق دیا جائے۔ اور عدل یہ ہے کہ جس کا مستحق ہو وہ پائے۔ جس طرح ہم یہاں ان نفوس کے لئے دُعا مانگنے پر قادر ہیں اسی طرح اُس دُنیا میں بھی جو ملکوت الٰہی ہے ہمکو یہ طاقت میسّر ہوگی اس لئے اُس دنیا میں بھی وہ ترقی کر سکتے ہیں جس طرح اِس دنیا میں تضرّع وزاری سے وہ نور حاصل کر سکتے ہیں اِسی طرح وہ اُس دُنیا میں بھی مغفرت مانگ سکتے ہیں اور دُعا و تضرّع کے ذریعے نور حاصل کر سکتے ہیں۔"

"اِس دُنیا کو چھوڑنے سے پہلے اور بعد ہر دو حالتوں میں کمالات میں ترقی ممکن ہے مگر رتبہ میں نہیں۔ ایک کامل انسان سے بڑھکر کوئی ہستی اعلیٰ و افضل نہیں۔ مگر اس حالت میں بھی پہنچکر انسان کمالات میں ترقی کر سکتا ہے۔ مگر رتبہ میں نہیں۔ کیونکہ کامل انسان سے بڑھکر کوئی رتبہ نہیں جس میں وہ جا سکتا ہو۔ وہ صرف رتبہ انسان میں ہی ترقی کرتا ہے۔ کیونکہ انسانی کمالات لامحدود ہیں۔ ایک انسان کتنا ہی عالم کیوں نہ ہو مگر ہم اُس سے بھی بڑھکر عالِم کا تصور کر سکتے ہیں۔ پس چونکہ ترقیاتِ انسانی نامتناہی ہیں۔ اس لئے انسان اُس دُنیا میں بھی کمالات میں ترقی کر سکتا ہے۔"

(مفاوضات عبدالبہاءؑ (انگریزی) صفحہ ۲۵۹ سے ۲۶۲ تک)

ہر دو عوالم کی وحدت حضرت بہاءؑ اللہ نے جب وحدتِ عالمِ انسانی

کی تعلیم دی ہے وہ صرف گوشت و پوست کے انسان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ کل نوع انسان سے خواہ مجسم ہوں یا غیر مجسم تعلق رکھتی ہے نہ صرف یہ انسان جو اس وقت زمین پر زندہ ہیں بلکہ وہ جو عالم روحانی میں بھی ہیں، سب ایک ہی کل کے حصے ہیں۔ اور یہ دونوں حصے نہایت نازک طور پر ایکدوسرے سے وابستگی رکھتے ہیں۔ دونوں کے درمیان روحانی ملاپ غیر ممکن یا محال ہونے کی بجائے ہمیشہ قائم اور لازمی ہے۔ جن لوگوں کی روحانی قوتیں ابھی ترقی یافتہ نہیں ہیں وہ اس جان بخش تعلق سے واقف نہیں۔ مگر جوں جوں یہ قویٰ ترقی کرتی جاتی ہیں توں توں اُن لوگوں سے تعلقات جو پس پردہ ہیں زیادہ واضح اور صاف ہوتے جاتے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء کو یہ روحانی رشتہ ایسا ہی معلوم ہے جیسے عام طور سے دیکھنا اور باقی نوع انسان سے بات چیت کرنا۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"رویائے انبیاء خواب نہیں ہوتے بلکہ روحانی انکشافات ہوتے ہیں۔ اور حقیقت رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو ایسی صورت میں دیکھا۔ میں نے اُس سے یہ کہا۔ اور اُس نے یہ جواب دیا' یہ رویاء عالم بیداری میں ہے۔ نیند کے عالم میں نہیں۔ بلکہ یہ ایک انکشاف روحانی ہے جسے رؤیا کے عنوان سے فرماتے ہیں ...... روحوں کے درمیان روحانی ادراکات۔ مکاشفات۔ اور ایک ایسا اتحاد ہے جو وہم و قیاس سے مقدس ہے۔ ایک ایسی الفت ہے جو زمان و مکان سے منزہ ہے۔ مثلاً انجیل میں لکھا ہے کہ کوہ طابور پر موسیٰ اور ایلیا مسیح کے پاس آئے۔ یہ معلوم ہی ہے کہ یہ ملاقات

جسمانی نہ تھی بلکہ ایک کیفیت روحانی تھی۔ اس قسم کے
مخابرات حقیقی ہیں اور انسان کی عقول و افکار پر عجیب و غریب
اثر ڈالتے ہیں اور ان قلوب میں بہت بڑا جذب و
انجذاب پیدا کرتے ہیں۔" (مفاوضات عبدالبہاء انگریزی صفحہ ۲۹۰ سے ۲۹۲ تک)

ماورائے فطرت نفسانی قویٰ کی حقیقت کو ... ہوئے آپ اُن کی پیش
از وقت نشوونما میں جبری کوششوں کو مذموم قرار دیتے ہیں۔ یہ قوتیں
جب وقت آئے گا تو خود بخود ظاہر ہو جائیں گی۔ بشرطیکہ ہم روحانی ارتقا
کے اس راستے پر چلیں جو انبیاء نے ہمارے لئے تیار فرمایا ہے۔
آپ فرماتے ہیں:-

"اس دنیا میں روحانی طاقتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا،
اُس دنیا میں روح کی حالت میں خلل انداز ہوتا ہے۔
یہ قوتیں حقیقت رکھتی ہیں مگر عموماً اس دنیا میں ان کا کوئی
عمل نہیں۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی آنکھیں بھی ہیں
کان بھی ہیں، ہاتھ بھی ہیں۔ پاؤں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ مگر وہ
کچھ کام نہیں کرتے۔ اس مادی دنیا کی زندگی کا کل مقصد
یہ ہے کہ عالمِ حقیقت میں قدم زن ہوں۔ جہاں یہ قوتیں
عمل پیرا ہوں گی۔ یہ طاقتیں اُس دنیا سے علاقہ رکھتی ہیں۔"
(مس بکسٹن کے نوٹوں سے جو حضرت عبدالبہاء نے نظرثانی فرمائے)

ارواحِ رفتگان سے بات چیت کرنے کی کوشش صرف اسی لئے
نہ کرنی چاہئے اور نہ ہی یہ اپنے بے ہودہ شوق کو پورا کرنے کے لئے
کی جانی چاہئے۔ مگر پردہ کے ایک طرف کے لوگوں کا دوسری طرف
کے لوگوں سے محبت رکھنا اور اُن کے لئے دُعا مانگنا فرض بھی ہے
اور استحقاق بھی۔ متوفیوں کے لئے دُعا مانگنے کا فرض بہائیوں پر عائد ہے۔

حضرت عبدالبہآء فرماتے ہیں :-

" موثر شفاعت کرنے کا فضل، مظاہر الٰہی اور اولیآء اللہ کے کمالات میں سے ایک کمال ہے۔ حضرت مسیح کو اس دنیا میں ہوتے ہوئے اپنے دشمنوں کی مغفرت کی شفاعت کی قوت حاصل تھی۔ اور وہ اب بھی اس قوت کے یقیناً مالک ہیں۔ عبدالبہآء کبھی کسی وفات پائے ہوئے شخص کا نام نہیں لیتے جس کے نام کے ساتھ وہ یہ نہ کہتے ہوں کہ "خدا اسے بخشے" انبیاء کے پیروؤں کو دوسروں کی بخشش کے لئے دعا مانگنے کا حق حاصل ہے اس لئے ہمیں ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ کوئی روح محض خدا کو نہ جاننے کے سبب ہمیشہ کے عذاب یا نقصان اٹھانے کی مجرم گردانی گئی ہے۔ ان کے لئے موثر شفاعت کی قوت ہمیشہ رہی ہے ......

اس دنیا کے امیر بھی مفلسوں کی ایسی ہی مدد کر سکتے ہیں جیسے اس دنیا کے امیر اس دنیا کے مفلسوں کی کر سکتے ہیں۔ ہر عالم میں سب کے سب خدا کی مخلوق ہیں۔ سب کا سہارا وہی ہے۔ وہ کبھی اس کے بغیر نہ تو رہے ہیں اور نہ رہ سکتے ہیں۔ چونکہ وہ خدا کے آگے فقیر ہیں اس لئے وہ جس قدر مانگتے ہیں اور دعا و تضرع کرتے ہیں اسی قدر وہ امیر بنتے جاتے ہیں۔ ان کی تجارت۔ ان کی دولت کیا ہے؟ اس دنیا میں مدد اور امداد کیا ہے؟ شفاعت: وہ ارواح جنہوں نے نشوونما نہیں پائی پہلے تو ان کی دعا و تضرع سے ترقی حاصل کرتی ہیں جو روحانی دولت کے مالک ہیں۔ پھر وہ اپنی تضرع و زاری سے ترقی کرتی ہیں۔" (مس ای۔ جے۔ روزنبرگ سے گفتگو ۱۹۰۴ء)

پھر آپ نے فرمایا :-

" ان لوگوں کی صفات جو صعود کر چکے ہیں ان لوگوں سے مختلف ہیں جو ابھی تک اس دنیا میں ہیں۔ مگر دونوں میں کوئی حقیقی جدائی نہیں۔ دعا میں دونوں

کی حالت یکساں ہے۔ اِس لئے جس طرح وہ تمہارے لئے دُعا کرتے ہیں تم بھی اُن کے لئے دُعا کرو۔" (عبدالبہاء لندن میں صفحہ ۹۷)

جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ کیا محبت اور ایمان کے ذریعے اُن لوگوں کو اِس ظہورِ اعظم کی خبر دینا ممکن ہے جو اسے سُننے بغیر فوت ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا:۔

"بے شک خلوص سے مانگی ہوئی دُعا ہمیشہ اثر رکھتی ہے اور اُس دُنیا پر تو اِس کا بہت ہی بڑا اثر پڑتا ہے۔ ہم اُن سے جو اُس دُنیا میں ہیں کبھی جُدا نہیں ہوتے۔ اصلی اور سچا اثر اِس دُنیا میں نہیں بلکہ اُس دُنیا میں ہوتا ہے۔"

(دیری ہین فورڈ فورڈ کے نوٹ پیرس ۱۹۱۱ء)

حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں:۔

"اُس شخص کے لئے جو اِس کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے جیسا اُسے حکم دیا گیا ہے۔ ملاءِ اعلیٰ۔ اہلِ جنتِ علیا۔ اور سراپردہ عظمت کے رہنے والے خدائے عزیز و جمیل کے حضور میں دُعا مانگتے رہتے ہیں۔" (لوحِ سترجمہ علی قلی خان)

جب حضرت عبدالبہاء سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض اوقات دل کا طبعی میلان کسی ایسے دوست کی طرف ہو جاتا ہے جو اِس دُنیا سے گذر چکا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:۔

"خدا کی خلق کا یہ ایک قانون ہے کہ کمزور ہمیشہ طاقتور کا سہارا ڈھونڈھتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ جس کی طرف تمہارا دھیان لگتا ہے خدا کی قوت اور تمہارے درمیان واسطہ ہو۔ جس طرح اِس دُنیا میں تھا۔ مگر روح القدس ہی تنہا تمام انسانوں کو طاقت دیتی ہے۔" (عبدالبہاء لندن میں صفحہ ۹۷)

عدمِ وجودِ شر

بہائی فلسفے کے مطابق توحید الٰہی کے اصول کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حقیقی شر کا وجود ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ محیط صرف ایک ہی ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی اور بھی قوت ہوتی جو اس واحد کے خلاف یا اس سے باہر ہوتی تو واحد محیط نہیں ہوسکتا جس طرح اندھیرا روشنی کے نہ ہونے یا کم ہونے کو کہتے ہیں اسی طرح شر یا بدی نیکی کے نہ ہونے یا کم درجہ میں ہونے کو کہتے ہیں۔ شریر آدمی وہ ہے جس کی فطرت کا اونچا پہلو ابھی ناقص ہے۔ اگر وہ خود غرض ہے تو شر اس کے اپنے آپ سے محبت کرنے میں نہیں۔ کیونکہ محبت خواہ کسی قسم کی ہو حتیٰ کہ اپنے آپ سے محبت بھی نیک اور آسمانی ہے۔ شر اس میں ہے کہ وہ اپنے آپ سے ایسی ناقص۔ ناکافی اور خطاآفریں محبت رکھتا ہے اور خاصکر اس میں کہ وہ خدا اور اس کے بندوں کو اس قدر کم پیار کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس سے زیادہ نہیں سمجھتا کہ وہ اعلیٰ قسم کا حیوان ہے۔ اور اپنی حماقت سے اپنی ادنیٰ فطرت کو ایسے ہی پلوستا ہے جیسے ایک پالتو کتے کو پلوستے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کتے کے پلوسنے میں تو اتنے بڑے نتائج پیدا نہیں ہوتے جتنے اپنی نفسانی خواہشات کے پلوسنے میں پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عبدالبہاء ایک لوح میں فرماتے ہیں:۔

"آپ کا یہ قول کہ عبدالبہاء نے بعض احباب سے کہا ہے کہ شر کا کوئی وجود نہیں بلکہ یہ ایک عدمِ محض ہے بالکل سچ ہے۔ کیونکہ سب سے بڑا شر انسان کا گمراہ ہونا اور حق سے محجب رہنا ہے۔ ضلالت ہدایت کے نہ ہونے کا نام ہے۔ تاریکی عدمِ روشنی کو کہتے ہیں۔ جہالت عدمِ علم کا نام ہے۔ اندھاپن بینائی کے نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ اور

بہرا پن عدم سماعت کا نام ہے۔ پس ضلالت۔ اندھا پن۔ بہرا پن۔ اور جہالت غیر وجودی چیزیں ہیں۔"

پھر آپ فرماتے ہیں:-

"فطرت میں شر بالکل نہیں۔ نیکی ہی نیکی ہے۔ حتٰی کہ بعض صفات و عادات جو بُری ہیں اور بعض لوگوں کی خصلت میں قدرتی طور پر پائی جاتی ہیں یہ بھی حقیقت میں بُری نہیں ہوتیں مثلاً ایک دودھ پیتا بچہ ماں کے پستان سے دودھ پیتے وقت حرص ظاہر کرتا ہے۔ غصہ اور غضب اُس سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ نیکی و بدی انسان کی خلق میں موجود ہے اور یہ خیر محض اور فطرت کے منافی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حرص جس کا مطلب زیادہ کی خواہش کرنا ہے اگر اپنے موقع پر استعمال کی جائے تو ایک اچھی صفت ہے۔ مثلاً انسان اگر علم و معارف کے حاصل کرنے میں حرص کرے یا رحم و مروّت و عدالت کرنے میں حرص کرے تو یہ بہت ممدوح صفت ہے۔ اور اگر ظالموں پر جو پھاڑ کھانیوالے بھیڑیوں کی مانند ہیں قہر و غضب کرے تو یہ بہت قابل تعریف صفتیں ہیں۔ پر اگر وہ اِن صفات کو بے موقع و محل استعمال کرتا ہے تو یہ بہت مذموم ہیں۔ .... وعلٰی ھذا القیاس انسان کی سب ذاتی صفات کا جو زندگی کا سرمایہ ہیں یہی حال ہے۔ اگر اُن کا بے موقع و محل استعمال کیا جاتا ہے تو وہ مذموم ہیں۔ پس معلوم ہوگیا کہ وجود و ایجاد میں قطعاً شر موجود نہیں ہے۔" (مفاوضات عبد البہاء (انگریزی) صفحہ ۲۵۰)

زندگی کے نقص کا نام شر ہے۔ اگر انسانی طبیعت کی ادنیٰ جانب کی نشوو نما

ناموزوں طریقہ پر ہوئی ہے تو علاج یہ نہیں کہ اُس جانب کو مُردہ کرنے کی کوشش کی جائے بلکہ علاج یہ ہے کہ اعلیٰ جانب میں زندگی اور حرکت کو بڑھایا جائے تاکہ دونوں کا توازن اعتدال پر آجائے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ "میں آیا ہوں کہ تم زندگی پاؤ اور خوب جی بھر کر پاؤ" اسی کی ہم سب کو ضرورت ہے۔ زندگی۔ پھر یہ زندگی جو درحقیقت زندگی ہو۔ حضرت بہاءاللہ کا پیغام بھی وہی ہے جو حضرت مسیح نے دیا تھا۔ فرمایا ہے :۔

"آج کے دن یہ بندہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ دنیا کو زندہ کرے۔" (لوحِ رئیس)

اپنے پیرووں سے آپ فرماتے ہیں :۔

"آؤ تاکہ ہم تمہیں دُنیا کو زندگی دینے والا بنائیں" (لوحِ پوپ کے نام)

حضرت علیؓ جو حضرت محمدؐ کے داماد تھے فرماتے ہیں:-
"جو بات علم کے مطابق ہے وہ دین کے مطابق بھی ہے۔ جو بات انسان کی عقلِ سلیم میں نہ آئے۔ دین اُسے قبول نہ کرے۔ دین اور سائنس ساتھ ساتھ ہیں۔ اور جو دین علم کے خلاف ہے وہ سچا نہیں۔"

(عبدالبہاء کی گفتگوہائے پیرس)

آویزش کی وجہ غلطی ہے

حضرت بہاء اللہ کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ ہے کہ حقیقی علم اور حقیقی دین ہمیشہ توام ہیں۔ حقیقت واحد ہے۔ اور جب آویزش پیدا ہوتی ہے تو یہ صداقت کے سبب سے نہیں ہوتی بلکہ اس کی تہ میں غلطی ہوتی ہے مُدت العمر سے نام نہاد دین اور نام نہاد سائنس یا علم میں سخت آویزش رہی ہے۔ پر اگر ہم حقیقت کی روشنی میں ان پرخاشوں پر ایک غائر نظر ڈالتے ہیں تو ہر موقع پر ہم پاتے ہیں کہ ان کا سبب ہمیشہ جہالت تعصب۔ غرور۔ حرص۔ تنگ خیالی۔ ضد۔ تحمل کی کمی۔ یا ایسی قسم کی کوئی

اور چیز ہوتی ہے جو علم اور دین دونوں کی حقیقی رُوح سے مس تک بھی نہیں رکھتی۔ کیونکہ ہر دو کی روح واحد ہے۔ ہکسلے کا قول ہے:-

"فلاسفروں کے بڑے بڑے کام اُن کی عقل و فہم کا نتیجہ اتنا نہیں ہوتے جتنا کہ اُن کے اسلوب کی دینی قوت کی راہنمائی کے ہوتے ہیں۔ صداقت اُن کی منطقی قوت سے جیتی نہیں گئی۔ بلکہ اُن کے صبر۔ اُن کی محبت۔ اُن کی یکجہتی اور اُن کی نفس کشی نے اسے حاصل کیا ہے۔"

بوسے جو ایک بہت بڑا ریاضی کا عالم و فاضل تھا ہمیں یقین دلاتا ہے کہ

"علمِ ہندسہ کا قیاس حقیقت میں ایک دُعائیہ عمل ہے یعنی ایک محدود عقل لامحدود ہستی سے التجا کرتی ہے کہ اُسے محدود تفکرات میں روشنی بخشی جائے۔"

دین اور علم کے بڑے بڑے پیغمبروں نے کبھی ایکدوسرے کے خلاف زبان نہیں ہلائی۔ یہ اِن مرہبتیانِ عالم کے نالائق پیرو ہوتے ہیں جو اُن کی تعالیم کے معانی کی نہیں بلکہ لفظوں کی پرستش کرتے ہوئے بعد کے آنے والے پیغمبروں کو ستاتے اور ترقی کی سخت ترین مخالفت کرتے ہیں۔ انہوں نے کسی ایک وحیِ الٰہی کا جسے وہ بہت متبرک سمجھتے ہیں مطالعہ کیا ہوتا ہے اور اُس کی خصوصیتوں اور خوبیوں کو اپنے محدود خیال کے مطابق نہایت غور و توجہ سے سمجھا ہوتا ہے اور وہ صرف اُسی کو حقیقی نور سمجھتے ہیں۔ اگر خدا اپنے لامحدود فضل سے کسی دوسری جگہ اُس سے بڑھکر روشنی بھیجتا ہے اور مشعلِ وحی ایک نئے مشعل بردار کے ہاتھ میں پہلے سے زیادہ چمک اور روشنی کے ساتھ روشن ہوتی ہے تو بجائے اِس کے کہ وہ اِس نئی روشنی کا خیر مقدم کریں۔ اور کلُ انوار اور روشنیوں کے مالک خدا کے ازسرِنو

شکر گذار ہوں وہ غضب سے بھر جاتے ہیں اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ نئی روشنی جیسا وہ سمجھے ہوتے ہیں اُس کے مطابق نہیں ہوتی۔ اس میں نہ تو وہ کپڑے پہننے کا رنگ ہوتا ہے اور نہ وہ اُس جگہ سے چمکتی ہے جو اُنہوں نے اپنے کٹر خیال میں سمجھی ہوئی ہے۔ اس لئے وہ اُن کے بجھانے کی جان توڑ کوشش کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگوں کو گمراہ کر دے اور اُنہیں کفر کی راہوں میں لیجائے انبیاء کے اکثر دشمن اس قسم کے ہوتے ہیں یعنی اندھوں کے اندھے رہنما جو اپنی مسلمہ صداقت کی تائید میں نئی اور کامل تر صداقت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک تیسرا گروہ اُن سے زیادہ ذلیل تر ہوتا ہے جو خود غرضانہ مفاد کی خاطر حق کے خلاف جنگ کرتا ہے۔ یا رُوحانی مَوت و افسردگی کے سبب ترقی کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے۔

انبیاء کو ایذا دینا

جتنے بڑے بڑے انبیاء ہوئے ہیں اُن کی آمد پر لوگوں نے اُن سے استہزار کیا اور اُنہیں جھٹلایا۔ ان انبیاء اور اُن کے اوّلین پیرووں نے ظالموں کے ظلم سہے اور اپنی جانیں اور اپنے مال خدا کی راہ میں نثار کر دیئے۔ حتیٰ کہ ہمارے اس زمانے میں بھی ایسا ہی ہوا۔ ۱۸۴۴ء سے لے کر آجتک ایران میں کئی ہزار بابیوں اور بہائیوں نے اپنے ایمان کی خاطر سخت سے سخت موت برداشت کی۔ اور اس سے بھی زیادہ تعداد نے قید۔ جلاوطنی۔ افلاس اور ذلت کو پسند کیا۔ اپنے ماقبل کے ادیان سے اس نئے دینِ اعظم نے کہیں بڑھکر خون کا بپتسمہ پایا ہے۔ اور آجتک اس کے ماننے والے شہید کئے جا رہے ہیں۔

علمائے سائنس کے ساتھ بھی یہی کیا گیا ہے۔ جیورڈانو برونو کو

۱۶۰۰ء میں کفر کا فتویٰ لگا کر زندہ جلا دیا گیا۔ کیونکہ وہ یہ کہتا تھا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ اس واقعے کے تھوڑے ہی عرصے بعد کہن مشق فلاسفر گیلیلیو کو گھٹنوں کے بل گر کر اس اعتقاد سے توبہ کرنی پڑی تاکہ اس کا بھی وہی حشر نہ ہو جو برونو کا ہوا تھا۔ بعد کے زمانہ میں ڈارون اور موجودہ زمانہ کی جیالوجی کے اوّل معلّمین پر بڑے شدّ و مد سے کفر کے فتوے لگائے گئے۔ کیونکہ انہوں نے مقدس کتاب کی اس تعلیم پر اعتراض کئے تھے کہ دُنیا چھ ہزار سال ہوئے چھ دن میں بنائی گئی تھی۔ مگر سائنس کی نئی صداقتوں کا دشمن آپ صرف کلیسیا ہی نہیں ہے۔ جس طرح دین کے کٹر لوگوں نے دشمنی اور مخالفت کی اسی طرح سائنس کے کٹر علماء نے بھی کی۔ کولمبس کے ہمعصر نام نہاد علماءِ سائنس نے اس کی ہنسی اُڑائی اور اُس کی تجاویز کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ انہوں نے اپنی اطمینان کے لئے اس بات کی دلیلیں پیش کیں کہ اگر جہاز پاتال میں زمین کے اُس طرف پہنچ بھی گئے تو ان کے لئے واپس آنا ناممکن ہوگا۔ گالوانی کی جو علوم برقی (الیکٹرک سائنس) کا اوّلین معلّم تھا اس کے ہمعصر علماء نے ہنسی اڑائی اور اُس کا نام مینڈک نچانے والا قلندر رکھا تھا۔ ہاروے جس نے دورانِ خون کا انکشاف کیا اپنے اس کفر کے سبب اپنے ہم پیشہ ساتھیوں کا نشانۂ استہزاء اور ہدفِ ایذا بنا اور مسندِ تعلیم سے الگ کر دیا گیا۔ جب سٹیونسن نے ریل کا انجن ایجاد کیا تو اُس زمانہ کے یورپین ریاضی دانوں نے بجائے اس کے کہ اپنی آنکھیں کھولتے اور حقایق کا مطالعہ کرتے عرصۂ دراز تک بڑے اطمینان کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ چکنی اور ہموار پٹڑی پر چلنے والا انجن بوجھ ہرگز نہ کھینچ سکیگا۔ کیونکہ پہیّے چکر کھاتے رہینگے اور گاڑی آگے نہ چل سکے گی۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں قدیم وجدید

حتیٰ کہ ہمارے زمانے کی تاریخ سے دی جا سکتی ہیں۔ ڈاکٹر ضامناف موحد اسپرنٹو کو بھی اپنی حیرت انگیز بین الاقوامی زبان کی خاطر اُسی متسخر، حقارت اور حماقت آمیز دشمنی کا سامنا کرنا پڑا۔ جو کولمبس، گالوانی اور سٹیولسن کے حصہ میں آئی تھی۔ اسپرانٹو کو بھی جو زمانہ حال یعنی ۱۸۸۷ء میں دُنیا کو دی گئی تھی، شہیدوں کا خون دینا پڑا۔

طلوعِ موافقت

مگر پچھلی نصف صدی سے دُنیا کی فضائے خیال میں ایک تبدیلی واقع ہو گئی۔ ایک نیا آفتاب حقیقت طلوع ہوا ہے۔ جس کی روشنی میں گذشتہ صدی کی آویزشیں اور بحث و تمحیص بوسیدہ دکھائی دے رہی ہیں۔ کہاں ہیں اب وہ ڈینگیں مارنے والے مادہ پرست اور خود رائے دہریئے اور ناستک جو چند سال پہلے دین کو دُنیا سے نکال دینے کی دھمکیاں دیا کرتے تھے؟ وہ علمائے دین اور واعظین کیا ہوئے جو بڑی شد و مد اور یقین کے ساتھ اُن لوگوں کو جو اُن کے اعتقادات کو نہ مانتے تھے دوزخ کی آگ کے سپرد کیا کرتے تھے اور جہنم کے عذاب میں دھکیلا کرتے تھے؟ اُن کے شور و غل کی گونج اب بھی کبھی کبھی ہمارے کانوں میں آتی ہے۔ مگر اُن کی چاندنی ماند پڑتی جا رہی ہے اور اُن کے اعتقادات کی دھجیاں اُڑ رہی ہیں۔ اب ہمیں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ وہ اعتقادات جن پہ وہ بہت تلخی اور ترشی کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے نہ تو حقیقی دین سے ہی تعلق رکھتے تھے اور نہ حقیقی علم سے۔ کون سا اہل سائنس اِس وقت ایسا ہے جو موجودہ علم النفس کی تحقیقات کی روشنی میں یہ کہنے کی جرأت رکھتا ہو کہ "دماغ، خیال کو اِسی طرح پیدا کرتا ہے جس طرح جگر صفرا پیدا کرتا ہے"؟ یا یہ کہ جسم کے انحطاط کا لازمی نتیجہ روح کا انحطاط بھی ہے۔ اب ہم خوب سمجھتے ہیں کہ اگر خیال کی آزادیِ حقیقی منظور ہے تو اُسے نفسانی اور روحانی عوالم میں بھی بلند پرواز

ہونا چاہئے۔ اور صرف مادی فضا تک ہی محدود نہ رہنا چاہئے۔ اب ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ نیچر کے بارے میں ہمارا علم ایسا ہی ہے جیسے سمندر میں سے ایک قطرہ اور ابھی ہمیں بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔ اس لئے ہم معجزات کے امکان کا علی الاعلان اعتراف کرتے ہیں۔ نیچر کے قوانین کی شکست کے معنوں میں نہیں بلکہ ان معنوں میں کہ یہ ان نازک اور پوشیدہ قوتوں کے عمل کے مظاہر ہیں جو ابھی تک ہمارے علم سے بالا ہیں۔ جس طرح قوۂ برق اور شعاع رانجنی ہمارے آباو اجداد کے علم سے بالا تھیں۔

دوسری طرف ہمارے سربراہ علمائے دین میں سے کون ایسا ہی جو اب تک یہ کہنے کی دلیری کرتا ہو کہ نجات پانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس بات پر کامل یقین رکھیں کہ دنیا چھ دن میں بنائی گئی تھی یا یہ کہ مصر کی دباؤں کا جو بیان کتاب خروج میں دیا گیا ہے لفظ بلفظ صحیح ہے یا کہ سورج آسمانوں میں کھڑا ہو گیا تھا۔ (دوسرے لفظوں میں زمین نے اپنی حرکت محوری بند کر دی تھی) تاکہ یشوع نبی اپنے دشمنوں کا تعاقب کر سکے۔ یا یہ کہ اگر کوئی شخص سینٹ اتھانیسیوس کے عقیدہ پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ بلاشبہ ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جائے گا۔ اس قسم کے اعتقادات رسمی طور سے تو دہرائے جا سکتے ہیں مگر ان کے لفظی معنوں کو کون مانتا ہے اور وہ بھی بغیر شک وشبہ۔ ان اعتقادات کی قدر لوگوں کے دلوں سے بالکل اٹھ گئی ہے اور جو کچھ تھوڑی بہت ہے وہ بھی اٹھ رہی ہے۔ اہل سائنس کا دنیائے دین پر بہت بڑا احسان ہے جنہوں نے ان دقیانوسی اعتقادات کی دھجیاں اڑانے میں مدد دی اور حقیقت کو بے نقاب سامنے آنے دیا۔

مگر دنیائے سائنس سچے اولیا و اصفیاء کی اس سے بھی زیادہ

زیرِ بارِ احسان ہے جنہوں نے اچھی بُری ہر حالت میں اپنے رُوحانی تجربات کے جاں بخش حقائق کا دامن نہ چھوڑا اور ایک ڈھلمل یقین دنیا پہ یہ ثابت کر دیا کہ زندگی صرف کھانے پینے کا نام نہیں اور یہ کہ غیب، شہود سے کہیں اعلیٰ و بالا ہے۔ یہ اہلِ سائنس اور اولیاء پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں کی مانند تھے۔ جنہوں نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کی پہلی کرنوں کو حاصل کر کے نچلی دُنیا پر منعکس کیا۔ اب آفتاب طلوع ہو گیا ہے اور اُس کی کرنیں سب دُنیا کو نور سے بھرپور کر رہی ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات میں حقیقت کی شاندار نقاب کشائی کی گئی ہے۔ جو اُن قلوب و عقول کو اطمینان بخشتی ہیں جن میں دین اور علم کی وحدت جلوہ آرا ہے۔

تحرّیِ حقیقت یا صداقت کی تلاش

صداقت کی تلاش کا جو طریقہ تعالیم بہائیہ میں بتایا گیا ہے اُس سے علم و دین کے کامل اتحاد کی شہادت پوری طرح ملتی ہے۔ اگر انسان صداقت کی تلاش بلا رُکاوٹ کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ تمام تعصبات سے منقطع ہو جائے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

" صداقت کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں چاہیئے کہ ہر قسم کے تعصبات اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہلکے خیالات کو چھوڑ دیں۔ ایک قبول کرنے والا اور کشادہ دل لازمی ہے اگر ہمارا پیالہ نفس سے پُر ہے تو زندگی کے پانی کی اس میں گنجائش نہیں۔ ہمارا اپنے آپ کو صحیح اور سب دوسروں کو غلط خیال کرنا اتحاد کی راہ میں بہت بڑی رُکاوٹ ہے اور صداقت حاصل کرنے کے لئے اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ صداقت واحد ہے۔ ...... ایک صداقت کبھی دوسری صداقت کو رد نہیں کرتی۔ روشنی خواہ

کسی لیمپ سے ظاہر ہو اچھی ہے۔ گلاب کا پھول خواہ کسی باغ میں کھلے خوبصورت ہے۔ ستارہ خواہ مشرق سے چمکے یا مغرب سے ایک ہی چمک رکھتا ہے۔ تعصب کو چھوڑ دو پھر تم آفتابِ حقیقت کے گرویدہ ہو جاؤ گے۔ خواہ یہ کسی بھی اُفق سے طلوع ہوا ہو۔ تمہیں اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ اگر صداقت کا خدائی نور یسوع مسیح میں چمکا تھا تو یہ موسیٰ اور بُدھ میں بھی روشن ہوا تھا یہی تحری حقیقت کا مطلب ہے۔

اِس سے یہ بھی مُراد ہے کہ ہم اُن تمام باتوں سے نظر ہٹا لیں جو ہم نے آجتک سیکھی ہیں کیونکہ وہ صداقت کی راہ میں ہماری سدِّ راہ ہوں گی اگر ہمیں یہ ضرورت پڑے کہ ہم نئے سرے سے پھر تعلیم حاصل کریں تو ہمیں اِس سے پیچھے نہ ہٹنا چاہیئے۔ کسی خاص مذہب سے ہماری محبت یا کسی ایک شخصیت سے ہماری اُلفت ہمیں اس قدر اندھا نہ کر دے کہ ہم توہمات میں جکڑے جائیں۔ جب ہم اِن تمام بندھنوں سے آزاد شدہ دِل کے ساتھ تلاش کرینگے تب ہم ضرور منزلِ مقصود پر پہنچ جائینگے۔ "

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۲۶)

حقیقی علمِ اُلوہیت

بہائی تعلیمات سائنس اور فلسفہ کے اِس حقیقت کے اعلان کرنے میں ہمزبان ہیں کہ ذاتِ الٰہی بالکل انسانی فہم و ادراک سے بالا و منزّہ ہے۔ جس تاکید اور شدومد کے ساتھ ھکسلے اور سپنسر یہ تعلیم دیتے ہیں کہ مُسبب الاسباب اعظم یا سببِ اولیٰ کی ذات، سمجھ سے بالا ہے اُسی طرح حضرت بہاءاللہ تعلیم فرماتے ہیں کہ " خدا سب کو سمجھتا ہے مگر اُسے کوئی نہیں سمجھ سکتا " ذاتِ الٰہی کے عرفان کی راہ مسدود اور اُس کا راستہ ناقابلِ گذر ہے" محدود بھلا لامحدود کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ قطرہ بھلا سمندر کو کس طرح اپنے میں لے سکتا ہے یا سورج کی کرنوں میں ایک ناچتا ہوا ذرّہ کائنات کو کیسے گھیر سکتا ہے"

مگر کُل کائنات خدا کی بولتی ہوئی نشانیاں ہیں۔ پانی کے ہر قطرے میں معانی کے سمندر مخفی ہیں اور ہر ایک ذرّے میں کُل کائنات کے مفہوم پوشیدہ ہیں جو بڑے سے بڑے سائنس داں کی سمجھ اور ادراک سے بالا ہیں۔ ماہران علم کیمسٹری اور دانشمندان علم مادّیات، مادّہ کی ماہیت میں تحقیق و تجسس کرتے ہوئے کثرت سے گذر کر مولکیول (پر مانو) .... اور مولکیول سے گذر کر ذرّے اور ذرّے سے گذر کر کہر ان اور ایتھر کی طرف بڑھتے گئے مگر ہر قدم پر جستجو کی مشکلات بڑھتی گئیں حتّٰی کہ اکمل سے اکمل فہم بھی آگے نہ بڑھ سکی۔ اور مجبوراً انہیں اُس نامعلوم لا انتہا ہستی کے سامنے جو اپنے ناممکن التفحص راز میں پوشیدہ ہے ساکت و مبہوت ہوکر حیرت اور عاجزی کے ساتھ جھکنا پڑا۔ ؎

پھول ننھا سا کھلا ہے رخنۂ دیوار میں   جلوہ گر تنہا ہے اپنے مختصر گلزار میں
بڑھ کے دستِ شوق میرا توڑ لیتا ہے اسے   آہ! اے ننھے سے نازک پھول بتلا دے مجھے!
اک ذرا سی کائنات رنگ و بو ہی تو کہ کیا؟   شاہد قدرت کے دل کی آرزو ہی تو کہ کیا؟

کاش اگر میں یہ سمجھ سکتا کہ تو کیا چیز ہے
تو یہ کھل جاتا کہ انسان کیا خدا کیا چیز ہے

(ٹینی سن کے اشعار کا ترجمہ)

اگر دراڑ دار دیوار میں اُگا ہوا پھول یا مادّہ کا ایک چھوٹا سا ذرّہ ایسے اسرار پیش کرتا ہے کہ انہیں اکمل ترین فہم بھی سمجھنے سے قاصر ہے تو پھر انسان کے لئے کُل کائنات کو سمجھنا کس قدر مشکل ہے۔ پس ذاتِ الٰہی کے بارے میں جس قدر علما و فضلاء کے قیاسات ہیں وہ سب احمقانہ اور بیکار ہوکر گُم ہو جاتے ہیں۔

عرفانِ الٰہی

اگرچہ ذاتِ الٰہی مخفی و نہاں ہے مگر اُس کے فضل کے مظاہر ہر جگہ ظاہر و باہر ہیں۔ اگرچہ علیّتِ اولیٰ سمجھ سے باہر ہے

مگر اُس کے معلول ہماری ہر ایک قوّت کو اپنی طرف متوجّہ کر رہے ہیں۔ جس طرح ایک مصوّر کی نقاشی کا علم، ایک نقادِ نقاشی کو نقاش کا پورا پورا علم دیتے ہیں۔ اسی طرح کائنات کے کسی پہلو کا علم خواہ یہ طبیعتِ انسانی کا علم ہو یا چھپی اور کھلی چیزوں کا۔ خدا کی صنعت کا علم ہے اور حق کے سچے متلاشی کو اُس کے جلال کا حقیقی علم بخشتا ہے۔

"آسمان، خدا کے جلال کا اعلان کرتے ہیں اور کائنات
اُس کی صنعت کی آیات ہیں۔ دِن، دِن سے باتیں کرتا ہے۔
اور رات، رات کو علم و عرفان دیتا ہے۔ (زبور ۱۹)

مظاہر الٰہی تمام اشیاء زیادہ یا کم وضاحت کے ساتھ خدا کے فضل کو ظاہر کرتی ہیں۔ جس طرح تمام مادّی چیزیں جو سورج کے سامنے ہیں اِس کی روشنی کو زیادہ یا کم درجہ میں ظاہر کرتی ہیں۔ دھوئیں کے ایک ڈھیر میں اِس کی شعاعیں بہت کم ظاہر ہوتی ہیں۔ پتھر میں اُس سے زیادہ اور کھریا مٹی میں اُس سے بھی زیادہ واضح طور سے ظاہر ہیں۔ مگر اِن میں سے کسی ایک عکس میں بھی ہم اُس روشن قرص کے رنگ یا شکل کا پتہ نہیں لگا سکتے مگر ایک صاف آئینہ میں ہم آفتاب کی شکل اور اُس کے رنگ کا پورا عکس دیکھتے ہیں اور اُس کو دیکھنا گویا خود آفتاب کو دیکھنا ہے۔ اسی طریقہ سے کائنات خدا کے بارے میں ہمیں بتاتی ہے۔ پتھر ہمیں صفاتِ الٰہی کا کچھ پتہ دیتا ہے۔ پھول اُس سے زیادہ ہمیں اُس کی کہانی سُناتا ہے حیوانات اپنے عجیب و غریب احساس۔ عقلِ حیوانی اور قوتِ تحریک سے اور بھی زیادہ اُس کا اظہار کرتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ کے انسانوں میں ہم عجیب غریب قوتوں کا پتہ پاتے ہیں جو ایک تحیّر خیز خالق کا پتہ دیتی ہیں۔ شاعر، صالح اور ذہین انسان میں ہم اِن سے بھی بڑے بڑے انکشافات پاتے ہیں مگر انبیائے اولوالعزم اور بانیانِ دین کامل آئینے ہیں۔ جن کے ذریعہ

قادرِ مطلق کی محبت اور حکمت باقی نوعِ انسان پر منعکس ہوتی ہے۔ دوسرے انسانوں کے آئینے خود غرضی اور تعصبات کے غبار سے آلودہ ہوتے ہیں مگر یہ آئینے پاک و صاف اور بے داغ ہوتے ہیں۔ جو مشیت الٰہی میں کلیتہً فنا ہو گئے ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ نوعِ انسان کے بزرگترین مربی بنتے ہیں۔ کلامِ الٰہی اور روح القدس کی قوت جو ان کے ذریعہ آتی ہے نوعِ انسان کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا انسانوں کی انسانوں کے ذریعہ ہی مدد کرتا ہے۔ ہر انسان جو مراتب حیات میں دوسرے سے بالا ہے اپنے سے نیچے والے انسانوں کی مدد کرنے کا واسطہ ہے اور جو سب سے بالا ہیں وہ تمام نوعِ انسان کے مددگار ہیں۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ گویا تمام انسان لچکدار رسیوں سے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں ان میں سے اگر ایک بلند ہوتا ہے تو رسیاں کس جاتی ہیں۔ اس کے پرانے ساتھی اسے نیچے کی طرف کھینچتے ہیں مگر وہ بھی اتنی ہی طاقت سے انہیں اوپر کی طرف کھینچتا ہے۔ جتنا وہ اونچا ہوتا جاتا ہے اتنا ہی بوجھ وہ نیچے کی دنیا کا محسوس کرتا ہے جو اسے نیچے کی طرف کھینچتی ہے اور اسی قدر وہ خدا کی مدد پر بھروسہ کرنے لگتا ہے جو اسے ان کے ذریعہ سے پہنچتی ہے جو اس سے بالا تر ہیں۔ سب سے اوپر انبیاء ہے اولوالعزم۔ نجات دہندگان مظاہر الٰہی ہیں۔ یعنی وہ کامل انسان جو اپنے اپنے زمانہ میں بے نظیر و لاشریک تھے اور جنہوں نے صرف خدا تعالیٰ کی مدد سے ساری دنیا کا بوجھ برداشت کیا۔ ہمارے گناہوں کا بوجھ اس پر تھا ان میں سے ہر ایک کے بارے میں درست ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے پیرؤں کے لئے "صراطِ مستقیم" "حق" اور "حیات" تھا۔ ہر ایک ہر اس دل کے لئے خدا کے فضل کا وسیلہ تھا جو اسے پانے کا خواہشمند ہو۔ ہر ایک انسان کو اوپر لے جانے کی خدائی تجویز میں اپنا اپنا کام پورا

کرنے آیا تھا۔

آفرینش حضرت بہاء اللہ تعلیم فرماتے ہیں کہ وقت کے لحاظ سے کائنات کا کوئی آغاز نہیں۔ یہ علّتِ اولیٰ کا دوامی اثر و بروز ہے۔ خالق کی مخلوق ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گی۔ مختلف کُرّے اور نظام بنیں اور بگڑیں مگر کائنات موجود رہے گی۔ تمام اشیاء جو ایک وقت مرکّب ہوتی ہیں کسی وقت تجزیہ بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر اُن کے اجزاء ترکیب قائم رہتے ہیں۔ ایک دُنیا یا ایک پھول یا ایک انسانی جسم کی آفرینش نیستی سے ہستی میں لانا نہیں بلکہ اُس سے مُراد کچھ عناصر کو جو پہلے بکھرے ہوئے تھے اکٹھا کرنا ہے۔ ایک پوشیدہ چیز کو عرصۂ شہود میں لانا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ عناصر پھر بکھر جاتے ہیں۔ صورت گم ہو جاتی ہے مگر حقیقت میں کچھ بھی ضائع یا ناپید نہیں ہوتا۔ نئی شکلیں اور تراکیب پرانی شکلوں اور ترکیبوں کے کھنڈرات سے پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت بہاء اللہ، اُن سائینس دانوں کی تصدیق فرماتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اِس دُنیا کی آفرینش کی تاریخ صرف چھ دِن کی نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں برس کی ہے۔ نظریۂ ارتقاء قوتِ تخلیق کا انکار نہیں کرتا۔ یہ صرف اُس کے ظہور کے طریقوں کو بیان کرتا ہے۔ اِس مادی کائنات کی عجیب و غریب کہانی، جیسے اب علمائے علمِ نجوم و علمِ طبقات الارض و علمِ طبیعیات و علمِ الحیات رفتہ رفتہ ہماری نظروں کے سامنے لا رہے ہیں۔ اگر صحیح طور سے اندازہ کیا جائے تو یہ اُس پھیکی اور اَدھوری کہانی سے جو یہودیوں کی پاک کتاب میں دی گئی ہم میں کہیں بڑھ چڑھ کر عزت اور عبادت کے جذبات اُبھارنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ مگر کتاب پیدائش کی پُرانی کہانی میں یہ خوبی ہے کہ یہ صرف چند ایک استعارات کے برجستہ استعمال سے اِس کہانی کے باطنی رُوحانی معانی کو ظاہر کر دکھاتی ہے جس طرح ایک ماہر مصوّر برش کے معمولی سے

استعمال سے ایسے جذبات کا اظہار کر دکھاتا ہے جنہیں ایک اناڑی محنت کش
نقاش باوجود جزئیات میں عرقریزی کرنے کے بھی پوری طرح دکھا نہیں سکتا۔
اگر مادی جزئیات ہمیں روحانی معانی سے باز رکھتے ہیں تو بہتر ہے کہ ہم ان
سے الگ ہی رہیں۔ پر اگر ہم نے کل نظام کے لازمی معانی کو اچھی طرح سمجھ
لیا ہے تو جزئیات کا علم ہمارے خیال کو حیرت انگیز شادابی اور شگفتگی دیگا۔
اور بجائے ایک معمولی خاکہ کے اسے ایک شاندار تصویر بنا دے گا۔ حضرت
عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"واضح ہو کہ ایک مسئلہ جو مسائل الٰہیہ میں سے بہت پیچیدہ
مسئلہ ہے یہ ہے کہ اس عالم وجود۔ اس کون نامتناہی کی کوئی ابتدا
نہیں .... واضح ہو کہ رب کا بے مربوب تصور میں آنا
ناممکن ہے ...... رازق کا بے مرزوق کے ہونا خیال میں نہیں
آسکتا۔ کل اسماء وصفاتِ الٰہیہ کائنات کی ہستی کا مطالبہ
کرتے ہیں۔ اگر ہم خیال کریں کہ ایک ایسا وقت تھا جب کائنات
بالکل وجود نہ رکھتی تھی۔ تو یہ خیال خدا کی الوہیت کا انکار ہے۔
علاوہ ازیں نیستی مطلق ہستی میں نہیں آسکتی۔ اگر کائنات عدم محض
ہوتی تو وجود تحقق نہ پاتا۔ پس چونکہ ذاتِ احدیت یعنی وجود الٰہی
ازلی اور سرمدی ہے یعنی اس کا اول و آخر نہیں تو اس میں
بھی شک نہیں کہ عالم وجود یعنی اس نامتناہی کائنات کی بھی نہ تو
ابتدا تھی اور نہ انتہا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ممکنات کے اجزاء
میں سے ایک جزء یعنی کرّات میں سے ایک کرّہ تازہ پیدا
ہو جائے یا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائے۔ مگر دوسرے کرّات
نامتناہی موجود ہیں۔ عالم وجود نہ تو تیتر بتر ہو گا اور نہ کہیں گم ہو گا۔
بلکہ وجود باقی اور برقرار ہے اور رہے گا۔ چونکہ ہر ایک کرّہ کی

ایک ابتدا ہے اس لئے اس کی انتہا بھی ہے۔ ہر ایک بنی ہوئی چیز کے لئے خواہ یہ کلی ہو یا جزئی ایک نہ ایک دن بگڑنا ضرور ہے۔ انتہا یہ ہے کہ بعض ترکیبیں جلدی تحلیل ہونے والی ہیں اور بعض دیر سے۔ مگر یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک بنی ہوئی چیز تحلیل نہ ہو۔" (مفاوضات عبدالبہاء۔ صفحہ ۱۴۶)

ارتقائے انسان

حضرت بہاء اللہ اس عالم علم الحیات کے بیانات کی بھی تصدیق فرماتے ہیں جو جسم انسان کی تاریخ کی تحقیق کر کے لکھو کھا سالوں میں اس کے ارتقاء کا پتہ دیتا ہے ایک نہایت سادہ اور ظاہرہ حقیر شکل سے شروع ہو کر انسان کے بدن کا انگنت نسلوں سے گذرنا اور درجہ بدرجہ ترقی کرنا دکھایا گیا ہے۔ ہر درجہ میں اس کے پیچیدہ سے پیچیدہ ہونے اور بہتر سے بہتر تنظیم اختیار کرنے حتیٰ کہ موجودہ انسان کی شکل وصورت پانے کی تصویر کھینچ کر دکھائی گئی ہے۔ ہر انسانی بدن درجات کے ایک ایسے سلسلہ سے گذرتا ہے کہ لعاب دار مادہ کے ایک ننھے سے گول قطرہ سے ایک پورا انسان بن جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور اس کی صحت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تو پھر انسان کی شان کی کیا ہتک ہوگی اگر ہم اسی قسم کی ترقی تمام نوع کے لئے مان لیں؟ یہ بات اس دعوی سے بالکل جدا اور مختلف ہے جو یہ کہتا ہے کہ انسان بندر سے ترقی کرتا ہوا انسان بنا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ انسانی نطفہ ایک وقت ایک مچھلی کے مشابہ ہو اور اس میں گلپھڑے اور دُم ہو مگر اسے مچھلی نہیں کہہ سکتے۔ یہ انسانی نطفہ ہے اور انسانی نطفہ ہی رہے گا۔ پس نوع انسان اپنے ارتقاء کے مختلف درجات میں ظاہر بین آنکھوں کو مختلف حیوانات کے مطابق دکھائی دیتی ہو تو دیتی ہو مگر تب بھی یہ انسانی نوع تھی۔

اور موجودہ انسان تک (بلکہ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ اس سے بھی بڑھکر کچھ اعلیٰ بنے گی) ترقی کرنے کی قوت اس میں مخفی تھی۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

" یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ کرۂ ارض اپنی موجودہ ہیئت میں یکدفعہ ہی نہیں آ گیا تھا۔ بلکہ اس نے بتدریج کئی مدارج طے کئے حتیٰ کہ اس موجودہ تکمیل میں جلوہ گر ہوا ......
انسان نے کرۂ زمین کے رحم میں جس طرح نطفہ ماں کے رحم میں بتدریج نشوونما پاتا ہے نشوونما پائی ہے اور ایک صورت سے دوسری صورت میں بدلتا ہوا اور ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں آتا ہوا اس موجودہ جمال و کمال اور قوت و استقلال میں جلوہ گر ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں اس میں یہ لطافت و ملاحت و خوبصورتی نہ تھی اور کہ اس نے بتدریج یہ شکل۔ یہ صورت۔ یہ حسن و جمال پایا ......"

" اس زمین پر انسان کے وجود کے آغاز سے اس کے اس ہیئت و شمائل و لطافت تک پہنچنے میں لابد ایک لمبی مدت لگی ہے ...... لیکن انسان اپنے وجود کی ابتدا ہی سے ایک علیحدہ اور ممتاز نوع تھا ...... اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ بعض اعضاء کے انشانات جو اب گم ہو گئے اس میں پائے جاتے ہیں تو یہ اس کی نوع کے استقلال اور اصالت کے منافی دلیل نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ہیئت و شمائل و اعضاء ترقی کر گئے ہیں۔ انسان ہمیشہ سے ایک نوع ممتاز یعنی انسان رہا ہے اور حیوان نہ تھا۔"

آدم اور حوا کی کہانی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں :-

" اس کہانی کے اگر ہم ظاہری معنی لیتے ہیں جیسے کہ لوگوں کے درمیان

مشہور ہیں تو یہ بات بہت ہی سخت معلوم ہوتی ہے ۔عقل اس کے قبول کرنے اور اس کی تصدیق و تصور کرنے سے معذور ہے ۔ کیونکہ ایسی ترتیب و تفصیل اور اس قسم کے خطاب و عتاب ایک عقلمند آدمی سے بھی بعید ہیں پھر خدا کا تو ذکر ہی کیا ۔ خدا بھی وہ خدا جس نے اس کونِ نامتناہی کو اکمل صورت میں مرتب کیا ہے اور اس تمام سبعہ انتہا کائنات کو بہترین انتظام طاقت اور کمال سے آراستہ کیا ہے ...... اس لئے یہ حکایت آدم و حوا اور درخت کا پھل کھانا اور بہشت سے نکالے جانا سب رموز ہیں ۔ اس میں خدائی اسرار اور زبردست معانی مضمر ہیں اور اس کی تاویل عجیب و غریب ہے ۔

(مفاوضات حضرت عبدالبہاء صفحہ ۹۲)

جسم اور روح

جسم و روح اور حیات بعد الممات کے بارے میں بہائی تعلیمات علم النفسیات کی تحقیقات کے نتائج کے بالکل موافق ہیں ۔جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی تعلیم یہ ہے کہ موت ایک نئی پیدائش ہے یعنی جسم کے قیدخانے سے چھوٹ کر ایک وسیع تر زندگی میں داخل ہونا ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی میں ترقی کی کوئی حد مقرر نہیں ۔ اہل سائنس کی شہادتیں یکے بعد دیگرے جمع ہو رہی ہیں جو منصف مزاج مگر اعلیٰ درجہ کے ناقدین و محققین کی رائے میں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ موت کے بعد زندگی میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ۔یعنی اس مادی جسم کے مرجانے کے بعد روح کی زندگی اور اس کی کارفرمائیاں جاری رہتی ہیں ۔مثلاً ایف ۔ ڈبلیو ایچ میرس رسالہ ہیومن پرسنیلٹی (انسانی شخصیت) میں جو سائیکیکل ریسرچ سوسائٹی کی اکثر تحقیقات کا مرقع پیش کیا کرتا ہے لکھتا ہے ؛۔

" مشاہدے تجربے اور استنباط نے میرے جیسے بہت سے محققین کو

اس اعتقاد میں راسخ کر دیا ہے کہ بلاواسطہ یا بالواسطہ روحانی سلسلۂ خبر رسانی سکے نہ صرف اُن قلوب سے درمیان جو زمین پر ہیں بلکہ اُن قلوب یا ارواح کے درمیان جو زمین پر ہیں اور اُن ارواح کے درمیان جو جدا ہو چکی ہیں باہمی مخابرہ ہو سکتا ہے۔ اس انکشاف سے الہام کی راہ بھی صاف ہو جاتی ہے .... ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خود فریبی دھوکے اور مکاری کی فراوانی میں حقیقی ظہورات بھی اُس جہان سے ہم تک ضرور پہنچتے ہیں .... انکشاف و الہام کے ذریعہ بعض ایسی گذری ہوئی ارواح کے متعلق جن سے ہم دوچار ہو سکے ہیں کچھ دعاوی عارضی طور پر قائم کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میں اِس بات کے یقین کرنے کی وجہ رکھتا ہوں کہ وہ ایک ایسی حالت میں ہیں جس میں وہ محبت و حکمت میں لانتہا ترقی کر سکتی ہیں .... بدی کو وہ اتنا خطرناک نہیں جانتیں جتنا وہ ایک غلامانہ حالت جانتی ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ کسی مطلق العنان صاحب طاقت میں مجسم نہیں ہے بلکہ یہ اسے ایک مردود بنانے والی دیوانگی سمجھتی ہیں جس سے بلند پایہ ارواح بگڑی ہوئی روح کو چھڑانے کی کوشش کرتی ہیں۔ جہنم کی آگ کی سزا کی چنداں ضرورت نہیں۔ اپنے آپ کا علم ہی انسان کیلئے اس کی سزا یا جزا ہے۔ اپنے آپ کا علم اور اپنی مونس ارواح کا قرب یا دوری اُس جہان میں بہت بڑا دکھ یا بہت بڑا سکھ ہے۔ کیونکہ اُس دُنیا میں محبت درحقیقت ذاتی حفاظت ہے۔ ملأ اعلیٰ ہمیشہ کی زندگی کی زینت ہے بلکہ یہی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ یہی نہیں بلکہ روحانی سلسلۂ خبر رسانی کے قوانین سے یہ بھی پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے کہ یہ جماعت یا سنگت اسوقت اور اس جگہ ہم پر اثر انداز ہے۔ اب تک بھی فوت شدہ ارواح کی محبت ہماری التجاؤں کا جواب ہم تک پہنچاتی ہیں۔ اس وقت تک بھی ہماری محبت آمیز یاد (محبت خود ایک دُعا ہے) اُن آزاد شدہ ارواح کی ترقی میں اُن کی

مدد کرتی ہے۔ اور اُنہیں تقویت پہنچاتی ہے"۔

اِس خیال کے درمیان جو بڑی محتاط علمی تحقیقات پر مبنی ہے اور بہائی تعلیمات کے درمیان موافقت کی راہ بہت عجیب و غریب ہے۔

وَحدتِ انسان حضرت بہاء اللہ کی یہ ایک مخصوص تعلیم ہے کہ "تم سب ایک ہی درخت کے پھل۔ ایک ہی شاخ کے پتّے اور ایک ہی باغ کے پھول ہو"۔ اسی کی مانند یہ ہے کہ "فخر اُس شخص کو نہ کرنا چاہیئے جو اپنے مُلک سے محبت کرتا ہے بلکہ فخر اُس کے لئے زیبا ہے جو اپنی تمام جنس سے پیار کرتا ہے۔"

وحدت یعنی وحدتِ انسان اور خدا کی تمام مخلوق کی وحدت ہی آپ کی تعلیمات کا خاص مضمون ہے۔ اِس میں بھی حقیقی دین اور حقیقی علم یا سائینس کی موافقت موجود ہے۔ سائینس جتنی ترقی کرتی جاتی ہے اتنا ہی کائنات کی وحدت اور اُس کے اعضاء کا باہمی ارتباط صاف صاف عیاں ہوتا جارہا ہے۔ ماہرانِ علمِ نجوم کا میدانِ عمل، علمائے طبعیات کے میدانِ عمل سے بالکل مِلا جُلا ہے۔ اسی طرح علمائے طبعیات کا علمائے کیمسٹری سے اور علمائے کیمسٹری کا علمائے علم الابدان سے اور علمائے علم الابدان کا ماہرانِ علم النفس سے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ ایک میدانِ تحقیقات میں کوئی نیا انکشاف دوسرے میدانہائے تحقیقات پر بھی روشنی ڈالتا ہے جس طرح علم طبقات الارض نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مادّہ کا ہر ایک ذرّہ دوسرے پر اثر انداز ہے خواہ ایکدوسرے سے کتنے ہی دور یا ایکدوسرے سے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اسی طرح علم النفسیات بھی یہ ثابت کرتا ہے کہ اِس عالمِ کائنات میں ایک روح دوسری روح پر اثر انداز ہوتی ہے۔ شہزادہ کروپوٹکن نے اپنی کتاب میوچول ایڈ (تعاون و تعاضد) میں نہایت صاف صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ذی حیوانوں میں بھی باہمی مدد و امداد زندگی کو جاری رکھنے کے لئے قطعاً لازمی ہے۔ انسان

کے متعلق تو یہ ہے کہ تہذیب تمدن کی ترقی باہمی دشمنی کی جگہ باہمی امداد بڑھانے پر ہی مبنی ہے۔ "ایک سب کے لئے اور سب ایک کے لئے" ہی واحد اصول ہے جس پر کسی قوم کی بہبودی کا دار و مدار ہے۔

دَورِ وحدت

قرآن زمانہ سب کے سب اِس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایک نیا دَور آغاز ہو رہا ہے۔ آج تک عقاب نوع انسان خود غرضی اور مادہ پرستی کی مستحکم چٹان میں گھونسلا بنا کر رہتا تھا۔ اُڑنے کے لئے اس کی کوششیں ادھوری اور آزمائشی ہوتی تھیں۔ دقیانوسی اعتقادات و رسومات کی قید میں اِس کی تڑپ روز بروز بڑھتی گئی۔ مگر اب اس کی قید کا زمانہ اختتام کو پہنچ گیا ہے اور یہ ایمان اور عقل کے بازوؤں سے روحانی محبت اور صداقت کے عوالم میں پرواز کر سکتا ہے۔ یہ اب پہلے کی طرح جب اِس کے پَر بندھے ہوئے تھے زمین سے بندھا نہ رہے گا۔ بلکہ آزادی سے وسیع النظری اور سرشار آزادی کے عوالم میں اونچا اُڑتا پھرے گا۔ اِس کی پرواز کے یقینی اور مستقل ہونے کے لئے صرف ایک چیز کی ضرورت ہی۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے بازو نہ صرف مضبوط ہی ہوں بلکہ وہ کامل اتحاد و موافقت سے کار پرداز ہوں۔ جیسا کہ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

> "یہ اکیلے ایک پَر سے اُڑ نہیں سکتا۔ اگر یہ صرف دین کے بازو سے اُڑنا چاہے گا تو اس کا ٹھکانا توہمات کا کیچڑ ہوگا۔ اور اگر یہ صرف سائنس کے بازو سے اُڑنے کی کوشش کرے گا تو اس کا انجام مادہ پرستی کی خوفناک دلدل ہوگی۔"

دین اور سائنس میں کامل موافقت و اتحاد نوع انسان کی اعلیٰ زندگی کا ایک اہم لازمہ ہے۔ جب یہ بات جلوہ گر ہو جائے گی اور ہر ایک بچہ نہ صرف علوم و فنون میں ہی تربیت پائے گا بلکہ تمام نوع انسان سے محبت کرنا

اور مشیتِ الٰہی کے سامنے جیسی کہ وہ ارتقائی مدارج کی ترقی اور انبیاء کرام کی تعلیمات میں وحی کی گئی ہے۔ برضا و رغبت سر جھکانا اُسے سکھایا جائیگا۔ تب اور صرف تب ہی ملکوتِ الٰہی جلوہ آرا ہوگی اور اس کی مرضی جیسی کہ آسمان پر ہے زمین پر بھی پوری کی جائے گی۔ تب اور صرف تب ہی صلحِ اکبر کی برکات دنیا کو گھیر لیں گی۔

حضرت عبد البہاء فرماتے ہیں:۔

" دین جب توہمات، روایات اور فضول اعتقادات سے منزّہ ہوکر سائنس کے ساتھ متحد ہو جائے گا اسوقت دنیا میں ایک متحد اور پاک کرنے والی قوت پیدا ہوگی جو لڑائیوں، نا اتفاقیوں، جھگڑوں اور فسادوں پر جھاڑو پھیر دے گی۔ اور تب نوعِ انسانی محبت اللہ کی قوت میں متحد ہو جائیں گی۔ " (پیرس ٹاکس، صفحہ ۱۴۵)

"ظہورِ اسمِ اعظم (بہاء اللہ) وہ ظہور ہے جس کا وعدہ خدا نے سب آسمانی کتابوں اور صحیفوں جیسے توریت انجیل و قرآن میں دیا تھا۔" (عبد البہاء)

سب جانتے ہیں کہ پیشنگوئی کی تاویل بہت مشکل ہے اور دُنیا میں اِس سے زیادہ اور کسی مضمون پر دانایانِ عالم کی آراء کا اختلاف نہیں ہوا۔ اِس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ کتب مقدسہ کے مطابق بہت سی پیشنگوئیاں ایسی شکل میں دی گئی ہیں کہ جبتک اُن کے پورا ہونے کا وقت نہیں آتا وہ سمجھ میں نہیں آتیں اُس وقت بھی فقط وہی لوگ سمجھتے ہیں جو دل کے پاک اور تعصب سے آزاد

ہوتے ہیں۔ مثلاً دانیل کے رؤیا کے اختتام پر کہا گیا :۔

"مگر تو اے دانیل کلام کو بند کر اور کتاب پر مہر لگا نیز آخر زمان تک بہت سے اِدھر اُدھر دوڑیں گے اور علم بڑھ جائے گا ....

اور میں نے سُنا مگر نہ سمجھا۔ تب میں نے کہا اے میرے خداوند اِن باتوں کا انجام کیا ہوگا۔ اور اُس نے کہا اے دانیل جا کیونکہ کلام بند اور سر بمہر ہو گیا وقت کے آخر تک۔ "

(دانیل ۱۲-۴-۱۰)

اگر خُدا نے پیشینگوئیوں پر ایک مقررہ وقت تک کے لئے مُہر لگا دی اور اُن انبیاء پر بھی اُن کے معانی کو پوری طرح افشا نہیں کیا جن کے مُنہ سے اُس نے یہ پیشینگوئیاں کہلوائیں تو اِس سے مُراد یہی ہے کہ سوائے ایک خاص مظہرِ الٰہی کے جو اِن کی مُہروں کے توڑنے پر قادر اور اُن کے معانی کو جو اِن پیشینگوئیوں میں پوشیدہ ہیں کھولنے کے لائق ہوگا اور کوئی یہ کام نہ کر سکے گا۔

ازمنۂ سابقہ اور ادوارِ ماضیہ میں پیشینگوئیوں اور اُن کی غلط تاویلوں کی تاریخ اور خود انبیائے کرام کی تنبیہات کا خیال کرتے ہوئے ہمیں علمائے ادیان کے اُن قیاسات کے قبول کرنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے جو انہوں نے پیشینگوئیوں کے معنوں اور اُن کے پورا ہونے کے طریقوں کے بارے میں کئے ہیں۔

اِس کے برعکس جب کوئی شخص ظاہر ہوتا ہے اور اِن پیشینگوئیوں کو پورا کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو ہمیں لازم ہے کہ اُس کے دعاوی کو کھلے اور بے تعصب دِل کے ساتھ ملاحظہ کریں۔ اگر وہ جھوٹا دعویدار ہوگا تو اُس کا فریب فوراً فاش ہو جائے گا اور کسی کو کچھ

نقصان نہ ہوگا۔ مگر وہ لوگ بڑے گھاٹے میں رہیں گے جو اپنی بے پروائی سے خدا کے فرستادہ کو صرف اس لئے ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ وہ اس شکل میں یا اسوقت ظاہر نہیں ہوتا جو وہ اپنے خیال میں سمجھ بیٹھے تھے۔

بہاءاللہ کا کلام اور آپ کی زندگی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کُل مقدس کتابوں کے موعود ہیں، جنہیں طاقت دی گئی ہے کہ پیشگوئیوں کی مُہروں کو توڑیں۔ اور اسرارِ الٰہی کی سربمہر بہترین شراب پیش کریں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم سب دوسرے کاموں کو بالائے طاق رکھکر آپ کے بیانات کو سُنیں اور اُن کی روشنی میں ایک دفعہ پھر انبیائے قدیم کے مشہور مگر پُراسرار کلمات کا جائزہ لیں۔

خدا کی آمد

آخری ایام میں خدا کی آمد ایک ایسا روحانی واقعہ ہے جس کی بابت تمام انبیاء نے پیشگوئیاں کی ہیں اور اپنے بہترین ترانے گائے ہیں۔ ایک سوال یہ ہے کہ خدا کی آمد سے مراد کیا ہے؟ خدا یقیناً ہر وقت اپنی مخلوق کے ساتھ ہے۔ سب میں سب کے ذریعے اور سب پر نمایاں ہے۔ وہ شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور ہمارے ہاتھ اور پاؤں سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ یہ صحیح ہے مگر انسان خدائے اَمنع و اقدس کو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سُن سکتے ہیں اور نہ ہی تاوقتیکہ وہ ایک ظاہرہ شکل کے ذریعے اُن سے انسانی زبان میں کلام نہیں کرتا وہ اُس کے ہونے کا احساس کر سکتے ہیں۔ اپنی اعلیٰ صفات کے اظہار کے لئے خدا نے ہمیشہ ایک ایک انسان کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ انبیاء میں سے ہر نبی ایک وسیلہ تھا جس کے ذریعے خدا اپنے بندوں کے پاس آیا اور اُن سے ہمکلام ہوا۔ حضرت عیسیٰ ایک وسیلہ تھے اور عیسائیوں نے آپ کے

ظہور کو خدا کی آمد یقین کرنے میں بالکل صحیح رویہ اختیار کیا۔ آپ کے چہرہ میں انہوں نے خدا کے چہرہ کو دیکھا۔ اور آپ کے لبوں سے انہوں نے خدا کی آواز کو سُنا۔ حضرت بہاؔراللہ فرماتے ہیں......کہ رب الافواج، ابدی باپ، دنیا کے بنانے اور بچانے والے کی آمد جو تمام انبیاء کے بیانات کے مطابق آخری ایام میں واقع ہونیوالی ہے اُس سے سوائے اِس کے اور کچھ مراد نہیں کہ خدا انسانی شکل میں منصۂ شہود پر ظاہر ہوگا۔ جس طرح اُس نے اپنے آپ کو یسوع ناصری کی ہیکل (جسم) کے ذریعے ظاہر کیا تھا اب وہ اُس مکمل تر اور روشن تر ظہور کے ساتھ آیا ہے جس کے لئے یسوع اور تمام پہلے انبیا لوگوں کے قلوب کو تیار کرنے آئے تھے۔

حضرت مسیح کے بارے میں پیشینگوئیاں

مسیح کی حکومت اور غلبہ کے بارے میں پیشینگوئیوں

کے معنوں کو نہ سمجھکر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کا انکار کیا۔ عبدالبہاؔر فرماتے ہیں:-

"یہودی آجتک مسیح کی آمد کے منتظر ہیں اور رات دن خدا سے دعائیں مانگتے ہیں کہ خدا یا اُس کی آمد کو جلد لا۔

لیکن جب مسیح آئے تھے تو انہوں نے اُسے رد کیا اور قتل کیا یہ کہکر کہ یہ وہ نہیں ہیں جس کے ہم منتظر ہیں۔ جب مسیح آئیگا تو نشانیاں اور فوق الفطرت معجزات شہادت دینگے کہ سچا مسیح یہ ہے۔ مسیح نامعلوم شہر سے آئے گا۔ وہ داؤد کے تخت پر متمکن ہوگا۔ وہ فولاد کی تلوار کے ساتھ آئے گا اور لوہے کے عصا کے ساتھ حکومت کریگا وہ انبیاء کی شریعت کو پورا کرے گا۔ وہ مشرق و مغرب کو فتح کرے گا۔ اور اپنے برگزیدہ لوگوں (یعنی یہودیوں) کو عزت بخشے گا۔ وہ اپنے ساتھ

ایک ایسا امن کا راج لائے گا کہ حیوان بھی انسانوں کے ساتھ دشمنی کرنا چھوڑ دیں گے۔ بھیڑیا اور برا ایک ہی چشمہ سے پانی پئیں گے۔ اور خدا کی سب مخلوق امن سے رہے گی۔ الخ

یہودی ایسا خیال کرتے اور یہی کہتے تھے۔ کیونکہ وہ پاک کتابوں اور اُن کی نورانی صداقتوں کو جو اُن میں تھیں نہ سمجھتے تھے۔ اُن کے الفاظ تو اُنہیں حفظ تھے مگر اُن کی حیات بخش رُوح کا وہ ایک لفظ بھی نہ سمجھتے تھے۔

اب سُنئے۔ میں آپ کو اُن کے معنی بتاتا ہوں۔ اگرچہ ناصرت سے جو ایک معلوم جگہ تھی مسیح آئے تھے مگر وہ آسمان سے بھی آئے تھے آپ کا جسم مریم سے تولد ہوا تھا۔ مگر آپ کی رُوح آسمان سے آئی تھی۔ آپ کی زبان آپ کی تلوار تھی۔ جس سے آپ نے نیک، بد سچے اور جھوٹے، ایماندار اور بے ایمان۔ نور اور تاریکی کو علیحدہ کیا۔ آپ کا کلام فی الحقیقت ایک کاٹنے والی تلوار تھی۔

وہ تخت جس پر آپ متمکن ہوئے وہ ابدی تخت ہے۔ جس پر متمکن ہو کر آپ ہمیشہ راج کرتے ہیں۔ آپ کا تخت آسمانی ہے۔ زمینی نہیں۔ کیونکہ زمین کی تمام چیزیں گذرنے والی ہیں مگر آسمان کی چیزیں کبھی نہیں گذرتیں۔ آپ نے موسیٰ کی شریعت کو نئے معانی کی آراستہ کیا۔ اور تمام نبیوں کے قوانین کو پورا کیا۔ آپ کے کلام نے مشرق و مغرب کو فتح کیا۔ آپ کی حکومت ابدی ہے۔ جو یہودی آپ پر ایمان لائے آپ نے اُنہیں سرفراز کیا۔ اُن مرد اور عورتوں کی پیدائش چھوٹے گھرانوں میں ہوئی تھی مگر آپ کے ساتھ تعلق نے اُنہیں صاحب عزت اور ابدی جلال کا مالک بنا دیا۔ حیوانوں کا ایکدوسرے کے ساتھ مل کر رہنے سے مُراد مختلف اجناس اور فرقوں کا جو ایکدوسر

کے ساتھ برسرِ پیکار رہتے تھے محبت و مودت کے ساتھ مل کر
رہنا اور ابدی چشمہ یعنی مسیح سے زندگی کے
پانی کو باہم مل کر پینا مقصد تھا
(ہیرس صفحہ ۴۷)

عیسائیوں کی ایک کثیر تعداد اِن پیشینگوئیوں کے اِن معانی کو مسیح پر اطلاق ہونے کو قبول کرتی ہے۔ مگر ایسی ہی دوسری پیشینگوئیوں کے بارہ میں جو حضرت محمد اور مسیح آخر الزمان کے بارے میں ہیں اُن میں سے اکثر وہی رویّہ اختیار کرتے ہیں جو یہودیوں نے کیا تھا۔ وہ اِس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اس کرۂ خاکی پر فوق الفطرت نمود ہو جو پیشینگوئیوں کے الفاظ کو پورا کرے۔

حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے بارے میں پیشینگوئیاں

بہائی بیانات کے مطابق وہ پیشینگوئیاں جو "آخری ایام" "آخر وقت" ابدی باپ"۔ "ربّ الافواج" کی آمد کے متعلق ہیں وہ حضرت عیسیٰ کی آمد کے بارے میں نہیں بلکہ بہاء اللہ کے بارے میں ہیں مثلاً الیشعیا کی اِس مشہور پیشینگوئی کو لیجئے:۔

"وہ لوگ جو تاریکی میں چل رہے تھے انہوں نے ایک بڑا نور دیکھا۔ وہ جو موت کے سایہ کی زمین میں رہتے تھے اُن پر ایک بڑی روشنی چمکی ...... کیونکہ تو نے

اُن کے بوجھ کے جوئے کو اور اُن کے کاندھے
کے لٹھ کو اور اُن پر ظلم کرنے والے کے عصا کو ایسا
توڑا ہے جیسا کہ مدیان کے دن میں ہوا تھا۔ کہ جنگ
میں کھڑپے پہنے ہوؤں کے سبب کھڑپے اور کپڑے
جو لہو سے شرابور ہوں جلانے کے لئے آگ کا ایندھن
ہوں گے کہ ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اور ہمکو
ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اُس کے کاندھے پر
ہوگی۔ اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے۔ عجیب مشیر،
خدائے قادر، ابدیت کا باپ، سلامتی کا شاہزادہ۔ اُس
کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ
داؤد کے تخت پر اور اس کی مملکت پر آج سے لے کر
ابد تک بندوبست کرے گا۔ اور عدالت وصداقت
سے اُسے قیام بخشے گا۔ ربّ الافواج کی غیوری یہ
کرے گی۔" (اشعیا باب ۹۔ ۲-۷)

یہ اُن پیشینگوئیوں میں سے ایک ہے جو اکثر مسیح کی طرف منسوب کیجاتی
ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا ایک حصہ ایک حد تک مسیح کی طرف
منسوب کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایک ذرا سا غور و خوض یہ دکھا دے گا
کہ یہ کس قدر وضاحت اور کاملیت کے ساتھ حضرت بہاء اللہ پر
صادق آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسیح بھی نجات دہندہ تھا۔
اور ایک بڑا نور اپنے ساتھ لے کر آیا تھا مگر آپ کی آمد پر دو ہزار
سال ہونے کو آئے اور اہل زمین کی ایک کثیر تعداد ابھی تک
تاریکی میں چل رہی ہے۔ اور بنی اسرائیل اور خدا کے بہت سے
فرزند ابھی تک ظالموں کے جوئے کے نیچے کراہ رہے ہیں۔

اِس کے برعکس دَورِ بہائی کے پہلے چند ہی سالوں میں صداقت کے نور نے مشرق و مغرب دونوں کو روشن کر دیا ہے۔ خدا کی ابوّت اور انسانی اخوّت کی خوشخبری دنیا کے سب مُلکوں میں پہنچا دی گئی ہے۔ زبردست خود مختار حکومتیں جو فوج کے بل پر حکومت کرتی تھیں ملیا میٹ ہو گئیں۔ ایک لیگ اوف نیشنز (بین الاقوامی مجلس اتحاد) پیدا ہو گئی ہے جو تمام دُنیا کی گری ہوئی اور مظلوم اقوام کو فوری امن و امان کی امید بندھا رہی ہے۔ جنگِ عظیم جو ابھی ابھی دُنیا کو آتشی ہتھیاروں سے۔ سیال آگ اور بمب سے۔ انجنوں کے ایندھن کی بے نظیر مظاہرے سے کپکپا چکی ہے فی الحقیقت جلن اور آگ کے ایندھن کے ساتھ واقع ہوئی تھی۔ بہاء اللہ نے اپنی الواح میں حکومت و سیاست کے مسائل پر مفصل لکھکر اور یہ دکھا کر کہ اُن کا بہترین حل کیا ہے حکومت کو اپنے کندھوں پر لے لیا ہے ایسے طریقہ سے کہ مسیح نے اِس طرح کبھی نہ کیا تھا۔

اِن صفات کے بارے میں "ابدی باپ"، "امن کے شہزادے" بہاء اللہ نے مکرّر اپنے آپکو "باپ" کا ظہور کہا ہے جس کی مسیح و اشعیا نے پیشگوئی کی تھی مگر حضرت مسیح نے اپنے آپکو ہمیشہ "بیٹا" کہا ہے۔ حضرت بہاء اللہ اعلان فرماتے ہیں کہ ہمارا کام زمین پر امن قائم کرنا ہے۔ مگر حضرت مسیح نے کہا ہے میں امن نہیں بلکہ تلوار لایا ہوں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپکے سارے دَور میں فرقہ دارانہ فساد بکثرت رہے۔

بہاء اللہ عربی زبان میں بہاء اللہ کا ترجمہ خدا کا جلال ہے۔ عبرانی انبیاء نے اکثر پیشگوئیوں میں بتایا ہے کہ موعودِ ادیان اِس مبارک نام سے آخری ایّام میں ظاہر ہوگا۔ مثلاً اشعیا نبی کے چالیسویں باب میں فرماتا ہے:۔

"تم تسلی دو میرے لوگوں کو تم تسلی دو۔ تمہارا خدا فرماتا ہے یروشلم کو دلاسا دو اور اسے پکار کر کہو کہ اِس مصیبت کے دن جو جنگ و جدال کے تھے گذر گئے۔ اُس کے

گناہ کا کفارہ ہوا۔ اور اُسنے خداوند کے ہاتھ سے اپنے سب
گناہوں کا بدلہ دوچند پایا۔ بیابان میں ایک منادی کرنیوالے
کی آواز تم خداوند کی راہیں درست کرو۔ صحرا میں ہمارے
خداوند کے لئیے ایک سیدھی شاہراہ تیار کرو۔ ہر ایک نشیب
اونچا کیا جائے اور ہر ایک کوہ اور ٹیلہ پست کیا جائے اور
ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ناہموار جگہیں ہموار کی جائیں۔ اور
خداوند کا جلال آشکار ہوگا۔ اور سب بشر ایک ساتھ اُسے
دیکھیں گے کہ خداوند کے منہ نے یہ فرمایا ہے۔

پہلی پیشینگوئی کی طرح اس پیشینگوئی کا بھی کچھ حصّہ حضرت مسیح اور آپ کے
مبشر یوحنا بپتسمہ دینے والے سے پورا ہوگیا تھا۔ مگر صرف ایک حصّہ ہی
پورا ہوا تھا کیونکہ مسیح کے زمانہ میں یروشلم کی جنگ ابھی ختم نہ ہوئی تھی۔
سخت امتحان اور ذلت کی بہت سی صدیاں ابھی اس کے لئے باقی تھیں۔
مگر حضرت باب اور بہاءاللہ کے ظہور سے اِس پیشینگوئی کی کامیت
شروع ہوگئی ہے۔ یروشلم کے لئے عزت کے دن شروع ہوگئے ہیں
اور پُرامن و پرجلال استقبال کی امیدیں اس کے لئے معقول طور سے
باندھی جاسکتی ہیں۔

دوسری پیشینگوئیاں اسرائیل کے متعلق۔ کُل عالَم کے ہادی حضرت
بہاءاللہ کے مشرق سے۔ سورج نکلنے کی طرف سے ارضِ مقدس کو آنے
کے بارے میں ہیں۔ حضرت بہاءاللہ ایران میں ظاہر ہوئے جو فلسطین
یا ارضِ مقدس کے مشرق جانب سورج نکلنے کی طرف ہے۔ اور آپ
ارضِ مقدس کو آئے جہاں آپنے اپنی زندگی کے آخری چوبیس سال
بسر کئے۔ اگر آپ آزادی کی حالت میں وہاں تشریف لاتے تو لوگوں کو
یہ کہنے کا امکان ہوتا کہ یہ ایک جھوٹے مدعی کا فریب ہے جو اس نے

پیشنگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے کیا ہے۔ آپ ایک قیدی اور جلاوطن کی حالت میں وہاں تشریف لائے۔ شاہِ ایران اور سلطانِ ترکی نے آپ کو یہاں بھیجا تھا۔ جن پر یہ گمان ہی نہیں ہو سکتا کہ دعوائے بہاء اللہ کی دلیل پیش کرنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا ہے۔

یومُ اللہ

ایسے جملوں میں مثلاً یوم اللہ، یوم آخر۔ یوم سے مُراد دَور ہے۔ ہر دینِ اعظم کے بانی کا ایک یوم، یا دَور تھا۔ ہر ایک، ایک آفتاب کی مانند تھا۔ اُن کی تعلیمات کے لئے ایک اشراق ہوتا تھا۔ اُن کی صداقتیں آہستہ آہستہ قلوب وعقولِ انسان کو روشن کرتی تھیں حتیٰ کہ وہ اپنے اثر کے عین عروج پر پہنچ جاتی تھیں۔ تب اسی طرح آہستہ آہستہ اُن کی روشنی گھٹنے لگتی تھی۔ اُن کے معانی غلط سمجھے جانے لگتے تھے۔ اور اُن کی صداقتیں بگاڑی جاتی تھیں۔ تاریکی دُنیا پر حاوی ہو جاتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک نئے دَور اور نئے یوم کا آفتاب ظاہر ہوتا تھا۔

خدا کے ظہورِ اعظم کے دن کا نام یوم آخر، ہے۔ کیونکہ یہ ایسا یوم ہے کہ اس کا کوئی آخر نہیں۔ اور اس کے لئے کوئی رات نہیں۔ اِس ظہورِ اعظم کا آفتاب کبھی غروب نہ ہوگا۔ بلکہ وہ نفوس و ارواحِ انسان کو اِس دُنیا میں بھی اور آنے والی دُنیا میں بھی روشن کرتا رہے گا۔

فی الحقیقت آفتابہائے روحانی میں سے کبھی کوئی غروب نہیں ہوا۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ محمد اور دوسرے مظاہر الٰہی کے آفتاب اب تک آسمان میں لازوال نور کے ساتھ روشن اور درخشاں ہیں۔ مگر دنیا کے پیدا کئے ہوئے بادل اُن کے نور کو دُنیا سے چھپا رہے ہیں۔ بہاء اللہ کا آفتاب اعظم اِن بادلوں کو ہمیشہ کے لئے بکھیر دے گا۔ تاکہ تمام ادیان کے لوگ، کُل انبیاء کے انوار سے حصّہ لیں اور متفق و متحد ہو کر ایک خدا کی پرستش کریں جس کے نور کو کُل انبیا نے دُنیا پر منعکس کیا تھا۔

حضرت عبدالبہاء کے بارے میں پیشینگوئیاں

اشعیا۔ یرمیاہ۔ حزقیل اور زکریا کی پیشینگوئیوں میں اس شخص کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو غصن یا شاخ کہلائے گا۔ عیسائیوں نے اُن کی تطبیق حضرت مسیح سے کی ہے۔ مگر بہائی انہیں عبدالبہاء کے لئے مخصوص خیال کرتے ہیں۔ ایران میں یہ ایک عام رسم ہے کہ گھرانے کے سب سے بڑے فرزند کو غصنِ اعظم کہتے ہیں۔ چونکہ عبدالبہاء، حضرت بہاء اللہ کے سب سے بڑے فرزند تھے اس لئے بہائیوں میں عام طور سے اِس لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت بہاء اللہ اپنی الواح میں اپنے آپ کو اکثر سدرہ یا اصل کہتے ہیں اور عبدالبہاء کو غصن کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ عبدالبہاء خود فرماتے ہیں :-

"عبدالبہاء میثاقِ الٰہی کا مرکز ہے۔ غصن ہے جو شجر کے ماتحت ہے شجر جو ہر ہے۔ شجر جڑ ہے۔ شجر عالمگیر حقیقت ہے۔"

(سٹار آوف دی ویسٹ جلد ۴ نمبر ۷ صفحہ ۱۲۵)

بائبل میں غصن کے بارے میں سب سے بڑی پیشینگوئی اشعیا کے گیارہویں باب میں ہے :-

"یسّی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی۔ اور اُس کی جڑوں سے ایک پھلدار شاخ پیدا ہوگی اور خداوند کی رُوح اس پر ٹھہرے گی۔ حکمت اور خرد کی رُوح مصلحت اور قدرت کی رُوح۔ معرفت اور خداوند کے خوف کی رُوح۔۔۔۔۔۔ اُس کی کمر کا پٹکا راستبازی ہوگی اور اس کے پہلو وفاداری کے پٹکے سے کسے ہوئے ہونگے۔ اس وقت بھیڑ یا بّرہ کے ساتھ رہے گا اور چیتا حلوان کے ساتھ بیٹھے گا اور بچھیا اور شیر بچہ اور پالا ہوا بیل ملِے جُلے

رہیں گے۔ اور ننھا بچہ اُن کی پیش روی کرے گا۔ ''
" وہ میرے مقدس کوہ کی سب اطراف میں کسی کو دُکھ نہ دیں گے
اور توڑ نہ ڈالیں گے۔ کیونکہ جس طرح پانی سے سمندر بھرا ہوا ہے
اسی طرح زمین خداوند کے عرفان سے معمور ہوگی ...... اور اُس
دن ایسا ہوگا کہ خداوند دوسری مرتبہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنے
لوگوں کا بقیہ جو بچ رہا ہو اسور اور مصر اور فتروس اور کوش اور
ایلام اور سنعار اور حمات اور سمندری اطراف سے پھیر لائے گا
اور وہ قوموں کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کرے گا اور ان اسرائیلیوں
کو جو خارج کئے گئے ہیں جمع کرے گا اور سارے بنی یہوداہ کو
جو پراگندہ ہونگے زمین کے چار دل کونوں سے فراہم کریگا۔ ''
حضرت عبدالبہاء اس پیشنگوئی اور غصن کی نسبت دیگر پیشنگوئیوں کے بارے
میں فرماتے ہیں :-
" سب سے عظیم واقعہ جو اس بے نظیر غصن کے ایام ظہور میں
واقع ہونا ہے وہ خدا کے علم کا تمام قوموں کے درمیان
بلند ہونا ہے۔ یعنی تمام اقوام و اجناس اس خدائی جھنڈے یعنی
اس غصن اعظم کے سایہ تلے جمع ہوں گے۔ مذاہب و ادیان کی
باہمی جنگ ۔ اجناس و اقوام کی آپس کی دشمنیاں اور وطن پرستی
کے اختلافات جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیئے جائینگے سب
ایک دین ۔ ایک ایمان ۔ ایک جنس ۔ ایک قوم بن جائیں گے اور
ایک وطن میں رہیں گے جو یہ کرۂ خاکی ہے۔ عالمگیر امن و
اتحاد تمام قوموں کے درمیان جلوہ گر ہوگا۔ یہ بے نظیر غصن
تمام اسرائیل کو اکٹھا کرے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس دور
میں قوم یہود جو مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں

پراگندہ ہے ارضِ مقدس میں جمع ہوگی۔
اب ملاحظہ کریں کہ یہ واقعات دورِ عیسوی میں واقع نہیں نہیں ہوئے۔ کیونکہ کل اقوام ایک جھنڈے کے نیچے جس سے مراد غصنِ الٰہی ہے جمع نہیں ہوئی تھیں۔ مگر اس دور میں جو ربّ الافواج کا دور ہے تمام اقوام اس جھنڈے کے سایہ میں داخل ہونگی۔ اسی طرح دنیا میں پراگندہ شدہ اسرائیل دورِ عیسوی میں ارضِ مقدس میں جمع نہ کئے گئے تھے۔ مگر بہاء اللہ کے دور کے آغاز سے انبیاء کی صریح نص کے مطابق اس خدائی وعدہ کا ایفا ظاہر ہونا شروع ہوگیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ دنیا کے ہر طرف سے یہودی اقوام آ آ کر ارضِ مقدس میں جمع ہو رہی ہیں۔ وہ دیہات اور شہروں میں اپنی زمینیں لے کر آباد ہو رہے ہیں۔ دن بدن وہ بڑھتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ تمام فلسطین اُن کا وطن ہوجائیگا۔"

(انگریزی مفاوضات عبدالبہاء صفحہ ۷۵)

اس تحریر کے شائع ہونے کے بعد فلسطین ترکوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ اور دولتہائے متحدہ نے فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک وطن کے قیام کی پالیسی کو منظور کرلیا ہے جس کی عملی کارروائی جاری ہے۔
جنگِ عظیم کے بعد لیگ اقوام بھی قائم ہوگئی اور ایک بین الاقوامی کانگرس بھی وجود میں آگئی ہے۔ جس کا مقصد آہستہ آہستہ آلاتِ حرب کو کم کرنا ہے۔ بین الاقوامی امن کے بارہ میں پیشینگوئی کے پورا ہونے کے لئے بلاشک یہ بہت اہم اقدام ہیں۔

قیامت یا یوم العدل

حضرت مسیح نے بہت سی تمثیلوں میں ایک یوم العدل کے بارے میں تعلیم دی ہے

جس وقت ابن انسان، اپنے باپ کے جلال میں آئے گا اور ہر ایک انسان کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔" (متی باب ۱۶۔ آیت ۲۷)

آپ اس دن کو فصل اکٹھا کرنے کے دن سے تشبیہ دیتے ہیں جب سرکنڈے تو جلا دئے جاتے ہیں اور گیہوں کو [illegible] ل میں جمع کر لیا جاتا ہے؛۔

"ایسا ہی دُنیا کے اختتام (تکمیل وقت) پر ہوگا۔ ابن انسان اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کی ملکوت میں سے اُن تمام چیزوں کو جو خطا کار ہیں اور جو بدی کرتی ہیں جمع کرینگے اور انہیں جہنم میں پھینکدیں گے جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ اس وقت راستباز اپنے باپ کی ملکوت میں سورج کی طرح روشن ہو جائیں گے۔

(متی باب ۱۳۔ آیت ۴۰۔ ۴۳)

"ان آیات اور اسی قسم کی دوسری آیات میں ان الفاظ "دنیا کے اختتام" نے جو کتاب مقدس کے مستند تراجم میں درج ہیں بہت سے لوگوں کو اس خیال میں ڈال دیا ہے کہ یوم العدل کے دن زمین یک بیک تباہ کر دی جائے گی۔ مگر ایسا خیال کرنا صریح غلطی ہے۔ ان الفاظ کا صحیح ترجمہ تکمیل یا اتمام زمانہ زیادہ موزوں اور درست ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں باپ کی بادشاہت زمین پر بھی اور آسمان پر بھی قائم کی جائے گی۔ آپ دعا مانگنا سکھلاتے ہیں کہ تیری بادشاہت آئے اور تیری مرضی جیسی کہ آسمان پر ہے زمین پر پوری ہو، انگورستان کی تمثیل میں جب باپ یعنی انگورستان کا مالک آئے گا تو وہ شریر کام کرنے والوں کو تباہ کرے گا۔ انگورستان (دُنیا) کو تباہ نہیں کرے گا بلکہ وہ تو اسے دوسرے

کام کرنے والوں کے سپرد کر دے گا۔ جو موسم پہ اُسے پھل پہنچایا کریں گے۔ زمین تباہ نہیں کیجائے گی بلکہ یہ ازسرِ نو تازہ اور تیار کی جائے گی۔ ایک دوسرے موقع پر حضرت مسیح نے اُس دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "نئی پیدائش ہو گی۔ جب ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر جلوہ افروز ہو گا"۔

پطرس رسول نے اسے موسم بہار سے تشبیہ دی ہے اور کہا کہ "اُس دن وہ تمام باتیں ظاہر ہوں گی جن کا ذکر خدا نے جب سے دنیا شروع ہوئی ہے اپنے تمام انبیاء کی زبانی کیا ہے"۔ جس یوم العدل کا حضرت مسیح ذکر فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اور ربّ الافواج یعنی باپ کی آمد جس کی اشعیا اور پرانے عہدنامہ کے دوسرے انبیاء نے پیشگوئیاں کی ہیں، ایک ہی ہیں۔ اس وقت شریروں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ اور عدل اور راستبازی زمین پر اسی طرح جاری ہو جائے گی جیسی آسمان پر ہے۔

بہائی تعلیمات کے مطابق ہر ظہور الٰہی کی آمد یوم العدل ہے۔ مگر حضرت بہاءاللہ کا ظہور اقدس و اعلیٰ وہ یوم العدل عظیم ہے جس سے اس بڑے دورِ عالمگیر کا آغاز ہوتا ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں۔

صُور جس کا ذکر مسیح۔ محمد اور دوسرے انبیاء کرتے ہیں ظہور الٰہی کی ندائے دعوت ہوتی ہے جو تمام آسمان اور زمین کے رہنے والوں کو خواہ وہ مجسّم ہوں یا غیر مجسّم کی جاتی ہے۔ اس کے ظہور کے ذریعہ لقائے الٰہی اُن لوگوں کا حصّہ ہوتی ہے جو اُس کی ملاقات کے طالب صادق ہوتے ہیں۔ اور یہ لقا اس کی رضوانِ عرفان اور محبت کا دروازہ اور اس کے بندوں کے ساتھ محبت اور اخوت سے رہنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو خدا کی شرع پر جو وہ

اپنے ظہور کے ذریعہ نازل کرتا ہے اپنے طریقوں کو ترجیح دیتے ہیں
وہ خود غرضی گناہ اور عداوت کے جہنم میں اپنے آپ کو دھکیلتے ہیں۔

حشر یا بعثت یوم العدل۔ یوم القیامت۔ یعنی مُردوں کے جی اُٹھنے کا دن بھی ہے۔ پولوس رسول کرنتھیوں کے پہلے خط میں فرماتے ہیں :۔

"دیکھو میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ ہم سب سوئینگے نہیں۔ بلکہ آخری نرسنگھے کی آواز پر ایک لمحے آنکھ کی ایک جھپک کے وقفہ کے اندر بدل دیئے جائیں گے۔ کیونکہ نرسنگھا پھونکا جائے گا اور مُردے پاک وصاف اُٹھائے جائیں گے اور ہم تبدیل کر دیئے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ناپاکی پاکی سے اور یہ فنا بقا سے بدل دی جائے گی۔"

اِن عبارات یعنی مُردوں کے جی اُٹھنے وغیرہ کے بارے میں حضرت بہاءاللہ نے کتاب ایقان میں فرمایا ہے :۔

" اُس موت وحیات کے معنی جس کا کتابوں میں ذکر آیا ہے ایمان کی موت وحیات ہے۔ انہی معنوں کے نہ سمجھنے سے ہر ایک ظہور میں عام لوگوں نے اعتراض کئے اور آفتاب ہدایت سے محروم رہے اور جمالِ ازلی کی پیروی نہ کی۔ چنانچہ ...... حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں تم کو دوبارہ پیدا ہونا لازمی ہے' پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں جب تک انسان پانی اور رُوح سے پیدا نہ ہو خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ جو جسم سے پیدا ہوا وہ جسم ہے اور جو روح سے وہ روح ہے۔" (یوحنا باب ۳۔ آیت ۶)

جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جو معرفتِ الٰہی کے پانی اور روحِ قدس مظہر ظہور سے پیدا نہیں ہوئے وہ ملکوتِ ربانی میں داخل ہونے کے قابل نہیں ...... خلاصہ یہ ہے کہ وہ بندے جو ہر ظہور میں مظاہر مقدسہ کے نفخۂ روح سے پیدا اور زندہ ہوتے ہیں اُن پر زندگی اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا حکم جاری ہوتا ہے اور وہی محبتِ الٰہی کی جنت میں باریابی پاتے ہیں۔ دوسروں پر وہ دوسرا حکم یعنی موت و غفلت کا لگتا ہے۔ اور وہ کفر کی آگ اور خدا کے عذاب میں دھکیلے جاتے ہیں.....

.... اگر معرفتِ الٰہی کے صاف پانی سے آپ ذرا سا پی لیں تو سمجھ جائیں کہ حقیقی زندگی حیاتِ دل ہے نہ کہ حیاتِ جسم۔ کیونکہ حیاتِ جسم میں انسان و حیوان سب شامل ہیں مگر حقیقی زندگی صرف اُنہی نورانی دل والوں کے لئے مخصوص ہے جو ایمان کے سمندر سے شاداب اور ایقان کے پھلوں سے سیراب ہوتے ہیں۔ اِس حیات کے بعد موت اور اِس بقا کے لئے فنا نہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے المؤمن حیٌّ فی الدارین (مومن دونوں جہان میں زندہ ہے) اگر ظاہرہ جسم کی زندگی مراد ہوتی تو یہ ظاہر ہے کہ موت اُسے ختم کر دیتی ہے۔ "

(صفحہ ۸۰ - ۸۵ - ایقان انگریزی)

بہائی تعلیمات کے مطابق بعثت جسموں کی نہیں ہوگی۔ جسم جب ایکدفعہ مرجاتا ہے تو اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اُس کا تجزیہ ہو جاتا ہے اور اُس کے ذرات پھر کبھی بھی اُس جسم میں جمع نہیں ہوتے۔

بعثت سے مراد انسان کا روح القدس کے فیض سے کے ذریعہ جو ظہورِ الٰہی کے وسیلے اُس کو عنایت ہوتا ہے رُوحانی زندگی میں پیدا ہونا ہے قبر جس سے وہ اُٹھتا ہے وہ جہالت اور خدا سے غفلت کی قبر ہے۔ نیند جس سے وہ بیدار ہوتا ہے وہ رُوحانی حالتِ خفتگی ہے جو بہت سے لوگوں پہ طاری ہے اور وہ اس حالت میں پڑے ہوئے یومُ اللہ کے طلوع ہونے کے منتظر ہیں۔ یہ رُوحانی صبح اُن سب کو روشن کر دیتی ہے جو صفحۂ گیتی پہ ہیں۔ خواہ مجسم ہوں یا غیر مجسم۔ لیکن وہ جن کی رُوحانی آنکھیں اندھی ہیں وہ اس صبح کو نہیں دیکھ سکتے۔ بعثت کا دن ۲۴ گھنٹے کا دن نہیں ہے بلکہ یہ ایک دَور ہے جو اَب شروع ہوا ہے اور اُس وقت تک رہے گا جب تک موجودہ دورِ عالم جاری رہے گا۔ اِس دن کا صبح کا ستارہ حضرت باب تھے۔ اِس کا آفتاب حضرت بہاء اللہ کا ظہورِ اعظم ہے۔ اور اس کا قمر عبدالبہاء ہیں۔ یہ ایسے ستارہ۔ سورج اور قمر ہیں جو کبھی غروب نہ ہونگے۔ اور عالمِ رُوحانی میں اُس وقت بھی چمکتے رہیں گے جب موجودہ تمدن کے تمام آثار کرۂ ارض پر سے محو ہو جائینگے۔

مسیح کی دوبارہ آمد حضرت مسیح نے آنے والے مظہر الٰہی کا ذکر اکثر جگہ صیغۂ غائب میں کیا ہے مگر کسی کسی جگہ صیغۂ متکلم بھی استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً میں جاتا ہوں کہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ اور اگر میں گیا اور تمہارے لئے جگہ تیار کی تو میں پھر آؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤنگا۔" (یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۲)

اعمال کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ مسیح کے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کے وقت شاگردوں سے کہا گیا۔ "یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا۔"

اِن اور ایسے ہی دوسرے اقوال کے سبب بہت سے عیسائی اِس امید میں ہیں کہ ابنِ آدم آسمان کے بادلوں پر جب بڑے جلال سے آئے گا تو وہ جیسا اُسی مسیح کو دیکھینگے جو دو ہزار برس پہلے یروشلم کی گلیوں میں چلتا پھرتا تھا۔ جس نے دُکھ اُٹھائے اور صلیب سہی۔ وہ چاہتے کہ اُس کے ہاتھوں اور پاؤں میں جو میخوں نے سُوراخ کئے تھے اُن میں اُنگلیاں ڈال کر اور اُس کے پہلو میں جو بھالے نے زخم لگایا تھا اُس میں اپنے ہاتھ ڈال کر دیکھیں۔ مگر خود حضرت مسیح کے الفاظ اِس خیال کی تردید کرتے ہیں۔

حضرت مسیح کے زمانے کے یہودی بھی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے بارے میں بعینہٖ یہی خیالات رکھتے تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ نے اُنکی غلطی اُن پر فاش کردی اور اُنہیں سمجھایا کہ یہ پیشینگوئی کہ الیاس کا پہلے آنا ضروری ہے پوری ہوگئی۔ پہلے الیاس کے جسم اور شخصیت میں واپس آنے سے نہیں بلکہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی ذات سے جو الیاس کی طاقت اور رُوح کے ساتھ آیا ہے۔" حضرت مسیح فرماتے ہیں:-

"اور اگر تم قبول کرو تو یہ (یوحنا) الیاس ہے۔ جس کا آنا ضروری تھا۔ وہ جو سُننے کے کان رکھتا ہے سُنے۔"

اِس سے ثابت ہوا کہ الیاس کے دوبارہ آنے سے مُراد ایک دوسرے شخص کا دوسرے والدین کے ہاں پیدا ہوکر آنا ہے جو خدا کی طرف سے اُس طاقت و رُوح کا مالک ہوگا جن کا الیاس مالک تھا۔ پس مسیح کے اِن اقوال سے یقینی طور سے یہ ثابت ہوگیا کہ آپ کے دوبارہ آنے سے مُراد ایک دوسری ذات کا دوسری ماں سے پیدا ہوکر آنا ہے۔ جو ویسی ہی خدائی طاقت و رُوح ظاہر کرے گا جیسی مسیح نے کی تھی۔ حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں کہ ایلیا اور مسیح کا دوبارہ آنا حضرت باب کے اور آپ کے آنے سے

پورا ہو گیا۔

"اگر آج کا سورج کہے کہ میں کل کا سورج ہوں تو درست ہے اور اگر دنوں کے لحاظ سے کہے کہ میں دوسرا ہوں تو بھی بجا ہے۔ اسی طرح دنوں کا خیال فرمائیں کہ اگر کہا جائے تمام دن ایک ہیں تو صحیح و درست ہے۔ پر اگر اسم و رسم کے لحاظ سے کہا جائے کہ ایکدوسرے سے علیحدہ ہیں تو بھی ٹھیک ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے بھی ہو کہ اگرچہ وہ سب ایک ہی ہیں تو بھی ہر ایک میں نام اور کام اور خاصیت جدا جدا نظر آتی ہے جو اس کے سوا دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ پس اسی بیان و قاعدہ سے مظاہر مقدسہ کے مقامات فصل و فرق اور اتحاد کا اندازہ لگائیں۔ تاکہ خالق اسماء و صفات کے کلمات کے معنی جمع و فرق کے بارے میں آپ جان جائیں۔" (کتاب ایقان انگریزی صفحہ ۱۵۴)

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"خوب جان لیں کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے مراد وہ نہیں جو لوگ سمجھے بیٹھے ہیں۔ بلکہ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ آپ کے بعد ایک اور موعود آنے والا ہے۔ وہ خدا کی ملکوت اور اس کی طاقت کے ساتھ آئے گا جو تمام دُنیا کو گھیر لے گی۔ اس حکومت سے مراد قلوب و ارواح کے عوالم پر قبضہ ہے جہانِ مادی پر نہیں۔ کیونکہ یہ مادی دُنیا خدا کے حضور ایک مکھی کے برابر بھی نہیں۔ اگر تم جاننے والوں میں سے ہو۔ یقیناً مسیح اپنی حکومت کے ساتھ اولِ لا اول سے آیا اور آخرِ لا آخر تک اپنی ملکوت کے ساتھ آئے گا۔ کیونکہ ان معنوں میں مسیح سے مراد حقیقت الٰہی۔ جو ہر فرد اور آسمانی ذات کا ظہور ہے جس کا

نہ کوئی اوّل ہے نہ آخر۔ اس کے لئے ہر دَور میں طلوع۔ اشراق۔ ظہور و غروب ہے۔" (انگریزی الواح عبدالبہا جلد ۱ صفحہ ۱۳۰)

آخر کا وقت حضرت مسیح اور آپ کے رسولوں نے بہت سی نشانیاں بیان کی ہیں۔ جن سے ابن آدم کا اپنے باپ کے جلال میں دوبارہ آنا پہچانا جا سکے گا۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں:۔

"پھر جب تم یروشلم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ اُس کا اُجڑ جانا نزدیک ہے۔ ...... کیونکہ یہ انتقام کے دن ہوں گے جن میں سب باتیں جو لکھی ہیں پوری ہو جائیں گی..... ...... کیونکہ ملک میں بڑی مصیبت اور اس قوم پر غضب ہوگا اور وہ تلوار کا لقمہ بن جائینگے اور اسیر ہوکر سب قوموں میں پہنچائے جائیں گے اور یروشلم غیر قوموں سے پامال ہوتی رہے گی۔ جب تک غیر قوموں کی میعاد پوری نہ ہو۔" (لوقا باب ۲۱۔ آیت ۲۰ تا ۲۴)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"خبردار! کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے کیونکہ بہیترے میرے نام سے آئینگے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن وہ آخر کا وقت نہ ہوگا۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئینگے لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہونگی۔ اس وقت لوگ تمہیں تکلیف دینے کے لئے پکڑوائیں گے اور تمہیں قتل کریں گے۔ اور میرے نام کے سبب ساری قومیں تم سے عداوت رکھیں گی اور اس وقت بہیترے ٹھوکر کھائینگے

اور ایکدوسرے کو پکڑوائینگے۔ اور ایکدوسرے سے عداوت رکھیں گے۔ اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی کے بڑھ جانے کے سبب بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑجائگی مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا اور بادشاہت کی اِس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی۔ تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ اور اُس وقت آخر کا وقت ہوگا۔" (متی باب ۲۴-۱۴-۱۰)

اِن دو عبارتوں میں حضرت مسیح نے صریح الفاظ میں بغیر حجاب نقاب کے اُن باتوں کو بتلا دیا ہے جن کا ابن آدم کے آنے سے پیشتر واقع ہونا ضروری ہے۔ اِن بیانات مسیح کے بعد کے سنین میں ہر ایک نشانی جو اِن اقوال میں دی گئی ہے پوری ہو چکی ہے۔ ہر عبارت کے آخری حصہ میں آپ ایک ایسے واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں جو آمد ظہور کا پتہ دیتا ہے۔ پہلی عبارت میں یہودیوں کی جلا وطنی کا خاتمہ اور یروشلم کے از سرِ نو آباد ہونے کا ذکر ہے اور دوسری میں انجیل کا تمام دُنیا میں سنایا جانا ہے۔ یہ دونوں نشانیاں اِس ہمارے زمانہ میں لفظ بلفظ پوری ہو رہی ہیں۔ اب اگر پیشینگوئی کی سچائی پر ہمیں یقین ہے تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہم اُس آخر کے وقت' میں رہ رہے ہیں جس کا حضرت مسیح نے ذکر کیا تھا۔

حضرت محمد نے بھی بعض نشانیوں کا ذکر کیا ہے جو قیامت کے دِن تک ظاہر ہونگی۔ قرآن شریف میں ہم پڑھتے ہیں :-

" واذ قال اللہ یٰعیسیٰ انّی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا

الیٰ یوم القیٰمۃ ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون ٥ جب اللہ نے فرمایا اے عیسٰی میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور ان الزاموں سے تجھے بری کروں گا جو کافر تجھ پر لگاتے ہیں۔ اور تیرے پیروکاروں (یعنی عیسائیوں) کو قیامت کے دن تک کافروں کے اوپر غالب رکھونگا پھر تم میری طرف لوٹ آؤ گے پس تمہارے اختلافات کا تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا۔" (سورۃ آل عمران)

وقالت الیہود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا۔ بل یداہ مبسوطتٰن ینفق کیف یشاء و لیزیدن کثیراً منھم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفراً والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیٰمۃ کلما اوقدوا ناراً للحرب اطفاھا اللہ۔

یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ خود ان کے ہی ہاتھ بندھ گئے اور وہ اپنے قول سے ملعون ہو گئے۔ بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ جیسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اکثر ان لوگوں میں اس سے سرکشی اور انکار بڑھے گا۔ ہم نے ان میں عداوت اور بغض رکھدی جو قیامت کے دن تک رہیگی۔ جب بھی وہ لڑائی کے لئے آگ بھڑکاتے ہیں خدا اسے بجھا دیتا ہے۔

(سورۃ مائدہ)

ومن الذین قالوا انا نصاریٰ اخذنا میثاقھم فنسوا حظاً مما ذکروا بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیٰمۃ وسوف ینبئھم اللہ بما کانوا یصنعون ٥

اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے میثاق کو قبول کر لیا ہے انہوں نے بھی بہت کچھ اُس کو بھلا دیا ہے جو انہیں تعلیم دی گئی تھی۔ پس ہم نے اُن میں عداوت اور بغض رکھ دیا ہے جو قیامت کے دن تک رہے گا سو عنقریب خدا اُنہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا۔" (سورہ مائدہ)

یہ پیشینگوئیاں بھی لفظ بلفظ پوری ہو گئی ہیں۔ یہودی، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ماتحت ہوئے۔ پھوٹ اور تفرقہ دونوں عیسائیوں اور یہودیوں میں پڑ گیا اور حضرت محمد کی اِن پیشینگوئیوں کے وقت سے صدیوں تک جاری رہا۔ اَب بہائی عصر (قیامت کے دِن) سے اِن حالات کے ختم ہونے کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

آسمان اور زمین پر نشانیاں

ظہور موعود کی نشانیوں کا بیان یہودی، عیسائی، اسلامی اور دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ میں بالکل ایک سا پایا جاتا ہے۔ یوائیل کی کتاب میں لکھا ہے:-

"اور میں آسمانوں اور زمین پر عجیب قدرتیں ظاہر کروں گا یعنی لہو اور آگ اور دھوئیں کے ستون .... سورج اندھیرا اور چاند لہو ہو جائے گا۔ پیشتر اسکے کہ خداوند کا بڑا اور خوفناک دِن آ پہنچے .... اور دیکھ انہیں دنوں میں اور اسی وقت میں جبکہ یہوداہ اور یروشلم کی اسیری کو پھیر لاؤں گا تب ساری قوموں کو اکٹھا کروں گا اور انہیں یہوسفط کی وادی میں جمع کروں گا اور وہاں اُن پر حجت ثابت کروں گا..... گروہ پر گروہ فیصلہ کی وادی میں ہیں کیونکہ یوم اللہ (خدا کا دن) فیصلہ کی وادی میں آ پہنچا

سورج اور چاند اندھیرے ہو جائیں گے اور ستارے اپنی روشنی سے باز آئینگے۔ کیونکہ خداوند صیہون سے نعرہ مارے گا اور یروشلیم میں سے اپنی آواز بلند کرے گا اور آسمان و زمین کانپنے لگیں گے۔ لیکن خدا اپنے لوگوں کی پناہ گاہ ہو گا۔"

اور فوراً اُن دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند روشنی نہ دے گا۔ اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ اُس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا۔ اُس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتا دیکھیں گی۔" (متی باب ۲۴ کی ۲۹-۳۰- آیات)

قرآن میں فرمایا ہے:۔

"اذا الشمس کورت الخ (جب سورج لپیٹ لیا جائے اور جب تارے میلے ہو جائیں۔ جب پہاڑ چلائے جائیں ..... جب دوزخ دہکائی جائے۔" (سورہ ۸۱)

کتاب ایقان میں ان پیشگوئیوں کے معنی بتاتے ہوئے حضرت بہاء اللہ تنبیہ فرماتے ہیں کہ سورج، چاند، ستاروں اور آسمانوں اور زمین کے بارے میں یہ عبارات، کنایات ہیں۔ اور ان کے فقط لفظی معنی نہ لینے چاہئیں۔ انبیاء کا خاص تعلق مادی چیزوں سے نہیں بلکہ روحانی چیزوں سے ہوتا تھا۔ جسمانی روشنی سے نہیں بلکہ روحانی نور اُن کے مدنظر ہوتا تھا۔ یوم قیامت کے بارے میں جب وہ سورج کا ذکر فرماتے تھے تو ان کی مراد صداقت یا راستبازی کے

سورج سے ہوتی تھی۔ سورج روشنی کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے۔
پس حضرت موسیٰ یہودیوں کے آفتاب تھے۔ حضرت عیسیٰ عیسائیوں کے
اور حضرت محمد مسلمانوں کے۔ جب انبیا سورج کے تاریک ہونے
کا ذکر کرتے تھے تو ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ ان آفتابہائے روحانی
کی خالص تعلیمات، غلط معانی اور سوء تفہیم اور تعصبات سے ایسی
تاریک ہوگئی ہیں کہ لوگ روحانی ظلمت میں سرگرداں ہیں۔ چاند
اور ستارے روشنی دینے کے ادنیٰ ذرائع ہیں یعنی وہ مذہبی علماء
و رؤسا جن کا فرض لوگوں کو نصیحت و ہدایت کرنا ہے۔ جب یہ کہا
گیا ہے کہ چاند روشنی نہ دے گا یا لہو بن جائے گا اور ستارے
آسمان سے گر پڑیں گے تو اس سے یہ مراد ہے کہ علماء و رؤسا دین
اپنے مقام سے گر کر جنگ و فساد میں مشغول ہونگے۔ دنیا دار بن کر
آسمانی چیزوں کی بجائے دنیوی چیزوں سے زیادہ دل لگائینگے
یہ یاد رہے کہ ان پیشینگوئیوں کے معنی صرف ایک ہی بیان پر
ختم نہیں ہوتے اور بھی معانی ہیں جو ان اشارات سے کئے جا سکتے
ہیں۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کے ایک اور معنی یہ
ہیں کہ سورج۔ چاند اور ستاروں سے مراد ہر ایک دین کی شریعت و
کتاب ہے۔ چونکہ ہر ایک ظہور بعد میں اقتضائے وقت کے مطابق
پہلے ظہور کی شریعت کے رسم و رواج اور معاشرتی قوانین بدلجاتے
ہیں۔ اس لئے ان معنوں میں چاند اور سورج بدل جاتے ہیں اور ستارے
منتشر ہو جاتے ہیں۔

ان پیشینگوئیوں کا ظاہری معانی میں لفظی طور پر پورا ہونا بہت سی
حالتوں میں لایعنی یا محال ہوگا۔ مثلاً چاند کا خون بن جانا۔ یا ستاروں
کا زمین پر گرنا۔ جو ستارے دکھائی دیتے ہیں ان میں سے بہت سے

چھوٹا زمین سے کئی ہزار گنا بڑا ہے۔ اگر ایک اس زمین پر آ گرے تو دوسرے کے گرنے کے لئے زمین کہاں باقی رہے گی۔

مگر بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن کے رُوحانی اور مادی دونوں معنی لئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ارضِ مقدس نبیوں کی پیشگوئیوں کے مطابق صدہا سال تک ظاہری طور پر ویران و بیابان رہی مگر اب یوم قیامت (دَورِ بہائی) کے دن سے اشعیا کی پیشگوئی کے مطابق یہ گلاب کی طرح سرسبز و شگفتہ ہونے لگ گئی ہے۔ مرفعہ الحال بستیاں بس رہی ہیں۔ زمین میں کاشتکاری کے لئے نہریں کھدوائی جا رہی ہیں اور جہاں نصف صدی پہلے فقط ایک ریگستان تھا وہاں اب انگورستان اور زیتون کے باغات لہرا رہے ہیں۔ بے شک، جب انسان اپنی تلواروں کو توڑ کر ہل کی اَنی اور اپنی برچھیوں کے کدال بنائیں گے تو تمام روئے زمین کے جنگل اور بیابان سرسبز ہو جائیں گے اور جھلسنے والی ہوائیں اور آندھیاں جو ان صحراؤں سے اُٹھکر ان کے قرب وجوار کے رہنے والوں کی زندگیوں کو دوبھر بناتی ہیں داستانِ ماضی ہو جائیں گی۔ تمام زمین کی آب و ہوا معتدل ہو جائے گی۔ شہر اپنے دھوؤں سے ہوا کو غلیظ نہ کریں گے تو ظاہری جسمانی معنوں میں بھی ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین پیدا ہو جائے گی۔

ظہورِ موعود کس طرح ہوگا؟ وقت کے آخر میں ظہورِ موعود کے بارے میں حضرت مسیح فرماتے ہیں:-

"اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتا دیکھیں گے اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا .... اس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع

کی جائیں گی۔ اور وہ ایک کو دوسری سے جُدا کرے گا جیسے چرواہا بھیڑوں سے بکریوں کو جُدا کرتا ہے۔ (متی باب ۲۴ و ۲۵)

اس اور اس قسم کی دوسری عبارتوں کے بارے میں حضرت بہاءاللہ کتاب ایقان میں فرماتے ہیں:۔

"آسمان سے مُراد وہ بزرگی و بلندی ہے جو ان مشارقِ قُدسی اور مطالعِ قِدمی کے ظہور کا مقام ہے۔ اگرچہ یہ کینوناتِ قدیمی، بطنِ مادر سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن درحقیقت امر کے آسمانوں سے اترتے ہیں اور اگرچہ زمین پر رہتے ہیں مگر رفرفِ معانی پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور گو لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں لیکن قرب کی ہواؤں میں بلند پرواز ہوتے ہیں۔ بلا پاؤں ہلائے ارضِ روح میں چکر لگاتے ہیں اور بغیر پروں کے احدیت کی سر بلند چوٹیوں پر اُڑتے ہیں۔" (صفحہ ۵۹)

"ابر سے مُراد وہ امور ہیں جو لوگوں کے نفس اور اُن کی خواہشات کے خلاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس آیۂ قرآنی میں فرمایا ہے:۔ افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون ۝ (سورہ بقر)

یعنی جب کبھی بھی کوئی رسول تمہارے پاس تمہاری ہوٰی نفسانی کے خلاف آیا تو تم نے تکبّر کیا اور اس کی نہ سُنی۔ اور ان نبیوں میں سے بعض کو جھوٹا کہا اور بعض کو قتل کیا۔

ایسے بادل مثلاً احکام کا بدلنا۔ شریعت کا تبدیل ہوجانا مروّجہ رسوم و قواعد کا منسوخ ہونا۔ عام مومنوں کا مخالف عالموں سے بڑھ جانا۔ اور ان کے علاوہ اس جمال ازلی

کے ظہور کا حدودات بشری کے مطابق ہونا۔ مثلاً کھانا۔ پینا۔ مفلسی و امیری۔ عزت و ذلت سونا اور جاگنا وغیرہ وغیرہ اسی قسم کی اور باتیں جو لوگوں کو شبہ میں ڈالتی ہیں۔ اور انہیں ظہور پر ایمان لانے سے روکتی ہیں۔ جس طرح بادل لوگوں کے ظاہری سورج کے دیکھنے میں حائل ہوتے ہیں اسی طرح مذکورہ بالا حالتیں انہیں اس اصلی سورج کے سمجھنے سے محروم رکھتی ہیں۔

چنانچہ کتاب میں کافروں کی زبان سے یوں مذکور ہے۔ کافروں نے کہا یہ کس قسم کا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا۔ جو اس کے ساتھ منادی کرتا۔ (سورہ فرقان)

چونکہ نبیوں میں ظاہری تنگدستی اور مصیبتیں نظر آتی تھیں اور ایسے ہی بدنی اور فطری ضروریات مثلاً بھوک۔ پیاس اور امراض اور اتفاقیہ واقعات ظاہر ہوتے تھے۔ اس لئے ان پاک ہیاکل سے اس قسم کی باتیں ظاہر ہوتی دیکھکر لوگ شک و گمان کے صحراؤں اور وہم و حیرانی کے بیابانوں میں حیران رہجاتے تھے کہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے آئے اور زمین کی کل چیزوں پر اپنا غلبہ ظاہر کرے اور خود کو کل موجودات کی پیدائش کا باعث کہے جیسا کہ فرمایا ہے:- لولاك لما خلقت الافلاك (اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک نہ پیدا کرتا) اور اس پر بھی وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں مبتلا ہو جائے۔

چنانچہ ہر نبی اور اس کے اصحاب کی فقیری و ذلت اور

بیماریوں کی بابت تو سُنا ہی ہے۔ اُن کے دوستوں کے سر شہروں کو تحفہ کی طرح بھیجے جاتے تھے اور انہیں اس بات سے روکا جاتا تھا جس پر وہ مامور کئے گئے تھے۔ ہر کوئی دشمنانِ دین کے ہاتھ میں مبتلا رہا۔ یہانتک کہ لوگ جو چاہتے تھے اُن سے سلوک کرتے تھے۔ اُن باتوں کو جو لوگوں کی خواہشات کے ناموافق اور خبیث نفوس کے خلاف ہوتی ہیں وہ قادر پروردگار معیار و میزان مقرر کرکے اپنے بندوں کا امتحان کرتا ہے۔ اور سعید کو شقی اور مومن کو مخالف سے جدا کرتا ہے۔

یہ قول کہ وہ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا (الی آخر القول) ان فرشتوں سے مُراد وہ اشخاص ہیں جو قوتِ رُوحانی کے وسیلہ صفاتِ بشری کو عشقِ الہٰی کی آگ سے بھسم کرکے کروبین و عالیین کی صفتوں سے متصف ہو جاتے ہیں۔

اُمتِ عیسیٰ نے چونکہ اِن معنوں کو نہ سمجھا اور یہ نشانیاں جیسا انہوں نے اور اُن کے علماء نے سمجھ رکھا تھا ظاہر میں نمودار نہ ہوئی تھیں اس لئے اُس دن سے آج تک پاک مظاہر کو نہ مانا اور کل مقدس فیوضات سے محروم اور خدائی کلمات کے عجائبات سے محجوب رہے۔ یہ تو اہل روزِ قیامت میں لوگوں کی حالت ہے۔ اتنا نہیں جانتے کہ اگر ہر زمانہ میں ظہور کی علامتیں جیسی کہ لکھی ہیں عالمِ ظاہر میں ظاہر ہوتیں تو پھر کس کی مجال تھی کہ اعتراض و اعراض کرتا۔ اِس کے علاوہ سعید و شقی اور مجرم و متقی میں فرق کیسے ہوتا۔ مثلاً ذرا غور کریں کہ اگر یہ عبارتیں جیسے کہ انجیل میں لکھی ہیں، برحسب ظاہر

ظاہر ہوتیں اور فرشتے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ظاہری آسمان سے ابر پر سوار اُترتے تو کس کی مجال تھی کہ اُسے جھٹلاتا یا انکار اور غرور کرنے کے قابل ہوتا۔ بلکہ ماننا نہ ماننا تو درکنار فی الفور کل دنیا میں ایسی کھلبلی پڑتی کہ کسی کے منہ سے ایک حرف بھی نہ نکل سکتا۔"

(کتاب ایقان (انگریزی) صفحہ ۴۴ سے ۵۵ تک)

ان بیانات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ابن آدم انسانی شکل میں آئیگا عورت کے بطن سے پیدا ہوگا۔ فقیر و اُمّی مظلوم ہوگا۔ ساری زمین اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو نگے۔ یہ آمد کا طریقہ ہی وہ کسوٹی ہے جس سے وہ اہل زمین کو پرکھتا ہے اور ایک کو دوسرے سے جُدا کرتا ہے۔ جیسے گڈریا بھیڑوں کو بکریوں سے علیحدہ کرتا ہے۔ وہ جن کی آنکھیں کھلی ہیں ان بادلوں کے پار دیکھ سکتے ہیں۔ اور قدرت اور بڑے جلال کا لطف اُٹھا سکتے ہیں، جس کا انکشاف کرنے کے لئے وہ آتا ہے۔ مگر جن کی آنکھیں تعصب و خطا سے بند ہیں وہ صرف تاریک بادلوں کو دیکھتے ہیں اور مبارک روشنی سے محروم ہو کر تاریکی میں ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔

"دیکھو۔ میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا۔ اور خداوند جس کی تلاش میں تم ہو اپنی ہیکل میں ناگہاں آ جائے گا۔ ہاں وہ پیغامبر میثاق بھی جس سے تم خوش ہو ...... پر اُس کے آنے کے دن میں کون ٹھہر سکیگا اور جب وہ ظاہر ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔ کیونکہ وہ سُنار کی آگ اور دھوبی کے صابن کی مانند ہے ...... کیونکہ دیکھو وہ دن آتا ہے جو تنور کی مانند سوزاں ہوگا۔ تب سارے مغرور اور ہر ایک جو بدکاری کرتا ہے کھونٹی کی مانند ہونگے ...... لیکن تم پر جو میرے نام سے ڈرتے ہو آفتاب حقیقت

طالع ہوگا۔ اور اس کے بازوؤں میں شفا ہوگی۔"
(ملاکی باب ۴ و ۲)

نوٹ

پیشینگوئی کے پورا ہونے کا مضمون اتنا وسیع ہے کہ اس کی کما حقہٗ شرح لکھنے کے لئے بہت سی کتابوں کی ضرورت ہے۔ اس پر ایک چھوٹا سا باب لکھنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اُن معانی کا ایک مختصر سا خاکہ کھینچ دیں جو اہل بہآء کرتے ہیں۔ مفصل مکاشفات جو دانیال اور یوحنا پر وحی ہوئے ان کو ہم نے چھوا تک نہیں۔ اگر ناظرین ان کے معانی کو دیکھنا چاہیں تو کتاب مستطاب "مفاوضات عبدالبہآء" کا مطالعہ فرمائیں جس میں ان مکاشفات کے چند ابواب کی تفسیر کی گئی ہے۔ کتاب ایقان گنج البہیۃ اور حضرت بہآءاللہ و حضرت عبدالبہآء کی متعدد الواحِ مبارکہ میں پیشینگوئیوں کے پورے ہونے کا حال درج ہے

چودھواں باب

حضرت بہاء اللہ و عبد البہاء

کی

پیشین گوئیاں

"اگر تو اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ ہم کس طرح جانیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اگر کوئی نبی خدا کے نام سے کچھ کہتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے پورا نہ ہو اور ویسا ہی واقع نہ ہو تو سمجھ لو کہ اُس نے خدا کی طرف سے نہیں کہا بلکہ یہ اُس نبی نے اپنے قیاس سے کہا ہے پس تو اُس سے مت ڈر۔" (استثنا باب ۱۸۔ آیت ۲۲)

کلام الٰہی کی قوت نفوذ

خدا اور صرف خدا ہی اس قوت کا مالک ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے اور مظہر خدا کا سب سے بڑا ثبوت اُس کے کلام کی قوتِ نفوذ ہے یعنی کُل انسانی

کاموں کے تغیر و تبدل پر اُس کا نفوذ اور تمام انسانی مخالفت پر اُس کی فتح۔

اپنے مظہر کے ذریعہ ہی خدا اپنی مرضی کا اعلان کرتا ہے اور اس مظہر کے کلام کا فوراً یا مستقبل میں پورا ہونا ہی اس مظہر الٰہی کے صدقِ الہام کا اور اس مظہر کے دعوائے مظہریت کا صاف صاف ثبوت ہے۔

"کیونکہ جس طرح آسمان سے بارش ہوتی اور برف پڑتی ہے اور پھر یہ دونوں وہاں (آسمان پر لوٹ کر) نہیں جاتے بلکہ زمین کو بھگوتے ہیں اور اس کی شادابی اور روئیدگی کے باعث ہوتے ہیں تاکہ بونے والے کو بیج اور کھانے والے کو روٹی دیں اسی طرح میرا کلام جو میرے منہ سے نکلتا ہوگا وہ میرے پاس بے انجام نہ پھرے گا بلکہ جو کچھ میری خواہش ہوگی اسے پورا کرے گا اور اس کام میں جس کے لئے میں نے اسے بھیجا ہے مؤثر ہوگا۔" (اشعیا باب ۵۵ آیت ۱۰-۱۱)

جب یوحنا بپتسمہ دینے والے کے شاگردوں نے حضرت مسیح سے سوال کیا "کیا تو وہی ہے جسے آنا ہے یا ہم کسی دوسرے کا انتظار کریں" حضرت مسیح کا جواب فقط یہی تھا کہ آپ نے اپنے کلام کے نفوذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"یسوع نے جواب میں اُن سے کہا کہ جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کر دو کہ اندھے دیکھتے اور لنگڑے چلتے پھرتے ہیں۔ کوڑھی پاک وصاف کئے جاتے اور بہرے سنتے ہیں اور مُردے زندہ کئے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اور مبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔" (متی باب ۱۱ - آیت ۴ سے ۶ تک)

آؤ اَب ہم یہ دیکھیں کہ کوئی شہادت ایسی بھی ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت بہاء اللہ کے کلام میں بھی وہ قوتِ نفوذ ہے جو کلامِ الٰہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ الکوہل کا پینا بالکل بند کر دیا جائے۔ اسی وقت سے ترکِ شراب خوری کی تحریک ساری دُنیا میں فوق العادہ ترقی کر رہی ہے۔ شراب کے کاروباری بے شک بہت طاقتور اور مضبوط ہیں مگر ٹمپرنس کی بڑھتی ہوئی قوت کے سامنے وہ لڑکھڑانے اور گرنے والے ہیں۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ دُنیا میں اَب حکومت نمائندگانِ عوام کے ذریعہ ہونی چاہیئے۔ اسی وقت سے یکے بعد دیگرے ممالک میں حقِ آئین سازیٔ عوام کے انتخابی ہاتھوں میں زیادہ ہوتا گیا۔ دُنیا کی بڑی بڑی فوجی خود مختار سلطنتوں کا عجیب فوری طریقہ سے خاتمہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور ان کے پھر سے برسرِ اقتدار ہونے کی ذرا سی بھی اُمید باقی نہیں۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ دولتمندی اور افلاس کی حدود معین ہونی چاہئیں۔ اسی وقت سے یہ قانون کہ نرخ مزدوری کی ایک حد اور دولت پر بالتدریج ٹیکس ہونا چاہیئے دن بدن زیادہ وسعت کے ساتھ اختیار کیا جا رہا ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ اقتصادی اور دیگر ہر قسم کی غلامی کو اَب اُڑا دینا چاہیئے۔ اسی وقت سے مزدوروں کی آزادی اور دستکاری میں حصہ داری کے مقام تک پہنچنے کے لئے ان کی ترقی مستقل اور اٹل ہو رہی ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ مرد اور عورت کے حقوق یکساں ہونے چاہئیں۔ اسی وقت سے وہ بیڑیاں جن میں عورتیں مدتہائے دراز سے جکڑی ہوئی تھیں پارہ پارہ ہو رہی ہیں اور عورتیں جلد جلد مردوں کے مساوی حصہ داری کے حق کو حاصل کر رہی ہیں۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ دُنیا میں ایک مشترک زبان ہونی چاہئے اسی وقت سے اِس حکم کو پورا کرنے کے لئے انتہائی کوششیں جاری ہیں اور اسپرانٹو زبان وجود میں آگئی ہے جو روز بروز نہایت سُرعت کے ساتھ عالمگیر ہوتی جا رہی ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ ایک عالمگیر لیگ اقوام کا قیام ہونا چاہیے اسی وقت سے ایسی لیگ اقوام کے قیام کے لئے حیرت انگیز اور ٹھوس ترقی ہو رہی ہے اور اس کے فوائد کا اعتقاد روز افزوں عام ہوتا جاتا ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ بین الاقوامی قضیوں کا فیصلہ ایک بین الاقوامی پنچایت کے ذریعے ہونا چاہیئے۔ اسی وقت سے بین الاقوامی جھگڑے بین الاقوامی پنچایت کے سامنے زیادہ تر پیش کئے جا رہے ہیں اور اُس کا حلقۂ اثر روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ مختلف سلطنتیں آپس میں معاہدہ کر کے اسلحہ میں سب ایک ہی وقت کمی کریں اور اُسی وقت سے دُنیا میں اِس بات کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم دیا کہ تعلیم عام ہونی چاہئے اسی وقت سے دُنیا کے ممالک میں یکے بعد دیگرے تعلیم لازمی ہوتی جا رہی ہے۔ اور ہر ایک مُلک بالتدریج تعلیم کے درجہ کو بڑھاتا جا رہا ہے۔

ایسی مثالیں بہت سی ہیں اور بالتفصیل دی جاسکتی ہیں۔ ہم اس بات کو دعوی سے کہتے ہیں کہ حضرت بہاء اللہ کا کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں جو دُنیا میں نافذ ہوئے بغیر رہا ہو۔

اِس شہادت میں کسی شک کی گنجایش نہیں کہ حضرت بہاء اللہ خدا کی مشیتِ نافذہ کے سچے مظہر اور مبین ہیں۔

اَب ہم حضرت بہاء اللہ کی چند بڑی بڑی پیشینگوئیاں لکھتے ہیں

اور دکھاتے ہیں وہ کس طرح حرف بحرف پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں تاکہ وہ اِس شہادت کی طاقتور مؤید ہوں۔

یہ پیشنگوئیاں پورے ہونے سے بہت پہلے طبع و نشر ہو چکی تھیں۔ الواحِ سلاطین جن میں اکثر یہ پیشنگوئیاں نازل ہوئی ہیں ایک کتاب میں جمع کی گئی تھیں اور دوسری الواح کے ساتھ پچاس برس پہلے بمبئی میں سورۃ الہیکل نام کتاب کے ساتھ چھاپی گئی تھیں۔ اِن کے بعد اِس کتاب کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی پیشنگوئیوں کے بعد ہم حضرت عبد البہاء کی بھی چند مشہور پیشنگوئیوں کو درج کریں گے۔

نپولین سوئم

۱۸۶۹ء میں حضرت بہاء اللہ نے اِس شہنشاہ فرانس کو ایک لوح بھیجی جس میں اُسے اُسکی جنگجویانہ خواہش پر اور پہلی ایک لوح کی توہین کے بارہ میں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:۔

"تو نے جو کچھ کام کیا اُس کے سبب معاملات تیری حکومت میں بگڑ جائیں گے۔ اور تیرے عمل کی پاداش میں ملک تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر تو اپنے آپ کو کھلے خسارہ میں پائے گا اور وہاں تمام گروہوں کو انقلابات گھیر لینگے بجز اس صورت کے کہ تو اِس امر کی مدد پر قائم ہو جائے اور اِس سیدھی راہ میں رُوح کی پیروی کرے۔ کیا تجھے اپنی عزت پر گھمنڈ ہے۔ مجھے اپنی پائندہ زندگی کی قسم یہ تیری عزت دائمی نہیں ہے اور عنقریب زوال پذیر ہوگی بجز اُس حالت کے کہ تو اِس مضبوط رسی کو تھام لے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ذلت تیرے پیچھے دوڑی چلی آرہی ہے اور تو بے خبر ہے"۔

نیپولین نے جو اس وقت اپنی طاقت کے عین عروج پر تھا، اس تنبیہ کی کچھ پرواہ کی۔ دوسرے برس وہ پرشیا (جرمنی) سے برسرپیکار ہوا۔ اور اس بات کا پورا گھمنڈ رکھتا تھا کہ اس کی وسیع اور آزمودہ کار فوجیں فوراً برلین میں پہنچ جائیں گی۔ مگر جس ذلت کی خبر حضرت بہاءاللہ نے اسے دی تھی۔ اس سے اسے آلیا۔ سار برک و لینبرگ اور میٹز پر شکست کھاکر سیڈان پر آخر ایسی فاش شکست کھائی کہ خود بھی قید ہو ہو گیا۔ جرمن اپنے قیدی کو اپنے ملک پرشیا (جرمن کے ایک صوبہ) میں لے گئے۔ اور اس مغرور و متکبر شہنشاہ کا خاتمہ دو سال بعد نہایت ذلیل حالت میں انگلستان میں ہوا۔

جرمنی

حضرت بہاءاللہ نے نیپولین پر غالب آنے والے کو بھی کچھ دیر بعد ایسی ہی سخت تنبیہ کی اور اس نے بھی آپ کی تنبیہ پر کچھ توجہ نہ کی اور آخرکار اس کا انجام بھی ایسا ہی خوفناک ہوا۔ کتاب اقدس میں جو ایڈریانوپل میں نازل ہونی شروع ہوئی اور عکا کی قید کے پہلے سنین میں ختم ہوئی قیصر جرمنی کو یوں خطاب کیا گیا ہے:۔

"اے بادشاہ برلن! ...... اس کی حالت کو یاد رکھ جو شان میں تجھ سے کہیں بڑا تھا (یعنی نیپولین ثالث) اور جس کا درجہ تجھ سے بہت اعلیٰ تھا وہ اب کہاں ہے؟ اس کے مقبوضات کیا ہوئے؟ متنبہ ہو اور اُن میں سے نہ ہو جو غافل ہیں۔ اس نے خدا کی لوح کو پیچھے پھینک دیا جبکہ ہم نے اسے اس بات کی اطلاع دی جو ظالموں کے گروہ سے ہم پر وارد ہوا پس ذلت نے اسے سب اطراف سے گھیر لیا۔ حتیٰ کہ وہ خسرانِ عظیم کے ساتھ خاک کی طرف

ٹوٹ گیا۔ اے بادشاہ! اس پر خوب غور کر اور ان پر جو تجھ جیسے ہیں جنہوں نے ملک تسخیر کئے اور خدا کے بندوں پر حکمرانی کی۔ خدا انہیں محلوں سے قبروں میں لے گیا۔ عبرت پکڑ اور ان میں سے ہو جو خدا سے ڈرتے ہیں......

اے دریائے رائن کے کنارو! ہم تمہیں خون سے پُر دیکھتے ہیں کیونکہ سزا و جزا کی تلواریں تم پر کھینچی گئی ہیں۔ اور دوسری بار پھر ایسا ہی ہوگا۔ ہم برلن کی چیخ پکار سن رہے ہیں۔ اگرچہ آج وہ ظاہرہ عزت و جلال میں ہے۔"

۱۹۱۴ء و ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کی جرمنی فتحمندیوں کے وقت خصوصاً ۱۹۱۸ء کی موسم بہار میں جرمن افواج کی عظیم یلغار کے موقعہ پر ایران کے مخالفین امر بہائی نے اس پیشینگوئی کو نہایت وسیع پیمانہ پر شائع کیا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت بہاء اللہ نے یہ پیشینگوئی جھوٹی کی تھی مگر جب فتحمند جرمنوں کی یہی یلغار دفعتہً ان کی سب سے بڑی شکست میں بدل گئی تو امر بہائی کے مخالفین کی کوششیں الٹی انہیں پر پڑیں اور وہ شہرت جو انہوں نے خود اس پیشینگوئی کو دی ایران میں امر اللہ کے پھیلنے میں ممد ثابت ہوئی۔

ایران کتاب اقدس میں جو ظالم مظفر الدین شاہ کی سلطنت کے عین عروج کے وقت لکھی گئی تھی حضرت بہاء اللہ طہران کو جو ایران کا دارالسلطنت اور آپ کے پیدا ہونے کی جگہ ہے برکت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اے طا (طہران) کی زمین! تو کسی باعث سے رنجیدہ نہ ہو۔ خدا نے تجھے دنیا کی فرحت کا مطلع بنایا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو تیرے تخت کو ایک ایسے شخص سے برکت دیگا جو عدل سے حکومت کرے گا۔ اور خدا کی بھیڑوں کو جمع کرے گا جنہیں

بھیڑیوں سے نے پراگندہ کر دیا ہے۔ بیشک وہ اہل بہا کے ساتھ خوشی اور کشادگی کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ دیکھو وہ خدا کے نزدیک جو ہر خلق میں سے ہے......خوش ہو کہ خدا نے تجھے اُفق نور بنایا۔ کیونکہ تو مطلع ظہور کے پیدا ہونے کی جگہ ہے.......... جلد ہی اُمور تجھ میں منقلب ہونگے اور جمہور تجھ پر حکمران ہونگے۔ بیشک تیرا خدا جاننے والا اور کل چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اپنے پروردگار کے فضل سے اطمینان رکھ۔ بیشک وہ اپنی مہربانی کی آنکھوں کو کبھی تجھ سے الگ نہ کرے گا۔ اضطراب کے بعد ہی اطمینان تجھ کو نصیب ہوگا۔ اس طرح کتاب بدیع میں فیصلہ کیا گیا ہے۔"

ابھی ایران اس اضطراب سے ہی نکل رہا ہے جس کی حضرت بہاء اللہ نے خبر دی تھی، پارلیمنٹری حکومت قائم ہوگئی ہے۔ اور آثار کثرت سے بتا رہے ہیں کہ بہتر زمانہ کچھ دور نہیں۔

ترکی حضرت بہاء اللہ نے سلطان ترکی اور اس کے وزیر علی پاشا کو ۱۸۶۹ء میں جب آپ ترکوں کے ایک قید خانہ میں مقید تھے بہت سخت تہدید آمیز تنبیہات لکھ کر بھیجیں۔ عکا کے قلعہ سے سلطان کو آپ نے لکھا کہ :-

" اے وہ شخص جو خود کو سب بندوں سے اعلیٰ سمجھتا ہے.....

..... جلد ہی تیرا نام مٹ جائے گا۔ اور تو اپنے آپ کو ایک بڑے گھاٹے میں پائے گا۔ تو سمجھتا ہے کہ یہ دنیا کا مُصلح اور اس کو زندہ کرنے والا (یعنی حضرت بہاء اللہ) مفسد و مقصر ہے۔ اِن عورتوں۔ شیرخوار اور بیمار بچوں نے کیا قصور کیا ہے کہ تیرے قہر و غضب کے تیروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ کسی مذہب

و ملّت میں بچے ذمّہ دار نہیں ٹھہرائے گئے۔ حکم خدا کی قلم نے تو انہیں چھوڑ دیا مگر تیرے ظلم و ستم کی آگ نے انہیں گھیرا ہوا ہے ...... اس گروہ کو جنہوں نے کبھی تیری بادشاہت میں کوئی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی تیری حکومت کے خلاف کوئی جرم کیا جو رات دن گوشہ نشین یادِ خدا میں رہتے تھے تو نے پامال کیا۔ اور جو کچھ وہ رکھتے تھے تیرے ظلم کی دست درازی سے باقی نہ بچا .... خدا کے نزدیک ایک مٹھی بھر خاک تیری حکومت اور عزت و دولت سے بڑھکر ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ریت کے ذرّوں کی طرح بکھیر دے۔ وہ وقت دور نہیں جب اس کا قہر تجھ پر نازل ہو گا۔ فسادتم میں رونما ہو گا اور تمہارے ممالک کے حصّے بخرے کر لئے جائیں گے تب تم گریہ وزاری کرو گے اور کوئی مددگار و یار نہ پاؤ گے۔ ...... منتظر رہو غضب الٰہی تیار ہے۔ بہت جلد تو وہ چیزیں دیکھ لیگا جو قلم امر سے نازل ہوئی ہیں"

(رسٹار اوف دی ویسٹ جلد دوم صفحہ ۳)

علی پاشا وزیر اعظم ترکی کو آپ نے لکھا:-

اے رئیس تو نے وہ عمل کیا جس سے محمدؐ رسول اللہ فردوس اعلیٰ میں رو پڑے۔ دنیا نے تجھے اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ تو اس چہرے سے روگرداں ہوا جس کے نور سے ملأ اعلیٰ کے لوگ منوّر ہوئے۔ جلد ہی تو اپنے آپ کو ایک بڑے خسارے میں پائے گا۔ تو نے شاہِ ایران کے ساتھ مل کر مجھے گزند پہنچانے کی ٹھانی۔ حالانکہ میں تیرے پاس مشرقِ اقتدار سے ایک ایسے امر کے ساتھ آیا ہوں جس سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں جو

خدا کے برگزیدہ بندے ہیں........ کیا تو سمجھتا ہے کہ تو اس آگ کو بجھا سکتا ہے جسے خدا نے عالم میں روشن کیا ہے؟ نہیں. اس کے نفس حق کی قسم؛ جو کچھ تو نے کیا اس سے اس کا شعلہ اور چمک گیا اور آگ بھڑک اٹھی. وقت دور نہیں کہ یہ تمام دنیا اور اس کے رہنے والوں کو گھیر لیگی. .... تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ارض سِتر (ایڈریانوپل) اور دوسرے مقامات بدل جائینگے اور سلطان کے ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔ انقلاب رونما ہوگا۔ آہ و بکا کی آواز بلند ہوگی تمہارے ممالک میں ابتری ظاہر ہوگی اور امور درہم برہم ہو جائیں گے. یہ اس سبب سے ہوگا جو ظالموں کی افواج نے ان قیدیوں (یعنی حضرت بہاء اللہ اور آپ کے ہمراہیوں) کے ساتھ سلوک کیا۔

حکومت بدل جائے گی اور حالات اس حد تک بڑے ہو جائیں گے کہ ویران پہاڑیوں پر ریت نوحہ گری کرے گا پہاڑوں پر درخت روئینگے اور سب چیزوں سے خون بہے گا اور لوگ نہایت اضطراب میں گرفتار ہونگے ....

اس طرح اس علیم و حکیم نے فیصلہ کیا ہے جس کے حکم کا مقابلہ زمین و آسمان کی افواج نہیں کر سکتیں. نہ اسے سب بادشاہ اور حکمران اس بات کے کرنے سے روک سکتے ہیں جو وہ چاہتا ہے. بلائیں اس چراغ کا روغن ہیں۔ اور ان ہی سے اس کا نور زیادہ ہوتا ہے اگر تم جاننے والوں میں سے ہو (تو سمجھ لوگے) ظالموں کی مخالفتیں درحقیقت اس امر کی منادی ہیں اور ان کے ذریعہ خدا کا ظہور اور اس کا امر دنیا کے

لوگوں میں زیادہ وسعت کے ساتھ پھیلتا گیا۔"

کتاب اقدس میں فرماتے ہیں:۔

" اے نقطہ جو دو سمندروں کے کناروں پر واقع ہے (قسطنطنیہ) ظلم کا تخت تجھ میں قائم کیا گیا ہے۔ اور بغض کی آگ تجھ میں جلائی جارہی ہے۔ اس حد تک کہ ملاِ اعلیٰ اور عرش معلیٰ کے طواف کرنیوالے اس سے نوحہ کر رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جاہل تجھ میں عاقل پر حکمرانی کر رہا ہے اور تاریکی نور پر لاف مار رہی ہے اور بیشک تو صاف اور صریح غرور میں پڑا ہوا ہے۔ کیا تجھے تیری ظاہرہ زینت نے مغرور بنا دیا ہے؟ مخلوقات کے پروردگار کی قسم! تو جلد ہی تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اور تیری بیٹیاں اور بیوائیں اور وہ جو تجھ میں رہتے ہیں آہ وزاری کریں گے۔ اس طرح خدائے علیم و خبیر تجھے پہلے سے خبر دیتا ہے۔"

یہ تنبیہات نازل ہونے کے بعد سے جو لگاتار بلائیں اس عظیم الشان سلطنت پر نازل ہوئیں وہ خود ان پیشینگوئیوں کی ایک بولتی ہوئی تفسیر ہیں۔

امریکا

کتاب اقدس میں جو آج سے اسٹھ برس قبل نازل ہوئی تھی، امریکہ سے یہ خطاب ہوتا ہے:۔

" اے حکمرانانِ امریکا و رئیسانِ جمہور! .... اس آواز کو سنو جو مطلعِ کبریا سے بلند ہوئی ہے یہ کہ کوئی خدا نہیں مگر میں ناطق و علیم۔ عدل کے ہاتھوں سے ٹوٹے ہوئے اعضاء کو باندھو اور اپنے پروردگار آمر و حکیم کے احکام کے عصا سے ظالم کے مضبوط اعضاء کو توڑ دو۔"

حضرت عبدالبہاء نے سفر امریکہ کے دوران میں اپنے اکثر خطابات میں اس امید و دعا و یقین کا اظہار فرمایا کہ عالمگیر امن کا جھنڈا پہلے امریکہ سے

بلند ہوگا۔ سنسناٹی (اوہایو) میں ۵ رنومبر ۱۹۱۲ء کو خطابہ فرماتے ہوئے آپ نے کہا :-

"امریکہ ایک شریف قوم ہے جو تمام دُنیا کے لئے امن کی علمبردار ہے جس کی روشنی تمام اقالیم پر پڑ رہی ہے۔ ایالات امریکہ کی طرح دوسری قومیں مُلکی ریشہ دوانیوں سے آزاد اور بری نہیں ہیں اسلئے وہ عالمگیر امن کو نہیں لاسکتیں۔ مگر خدا کا شکر کہ امریکا کی تمام دُنیا کے ساتھ صلح ہے اور یہ قوم عالمگیر برادری اور عالمگیر صلح کا جھنڈا بلند کرنے کے قابل ہے۔ جب امریکہ عالمگیر امن کا جھنڈا بلند کرے گا تو باقی تمام دُنیا پکار اُٹھیگی "ہمیں منظور ہے"۔ تمام دُنیا کی اقوام حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کو جو پچاس برس پہلے نازل ہوئی تھیں اختیار کریں گی۔ اپنی الواح میں آپ تمام دُنیا کی پارلیمنٹوں کو مدعو کرتے ہیں کہ وہ اپنے بہترین دانشمندوں کو ایک بین الاقوامی پارلیمنٹ میں جمع کریں جو اقوام کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کریں اور امن کو قائم کریں .... تب نوعِ انسان کی وہ پارلیمنٹ قائم ہوگی جو انبیاء نے رؤیاؤں میں دیکھی تھی۔"

(ترجمہ از سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۶ صفحہ ۸۱)

حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہاء کی نصیحتوں کو ایک بہت بڑی حد تک ایالاتِ امریکہ نے قبول کیا اور دُنیا کے کسی مُلک نے بہائی تعلیمات کو ایسی سُرعت سے قبول نہیں کیا۔ جیساکہ اس مُلک نے کیا ہے۔

اس ذمہ داری کو کہ ایک بین الاقوامی انجمن صلح امریکہ بُلائے، اس مُلک نے ابھی پوری طرح ادا نہیں کیا اور اہلِ بہاء نہایت شوق سے منتظر ہیں کہ دیکھیں آئندہ کیا ہوتا ہے۔

جنگِ عظیم

حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبد البہاء نے حیرت انگیز صحت کے ساتھ ۱۹۱۴ و ۱۹۱۸ء میں جنگِ عظیم کی پیشینگوئی فرمائی۔ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو سیکرامینٹو کیلیفورنیا میں حضرت عبد البہاء نے فرمایا:-

"یورپ اِس وقت ایک بارود خانہ بن رہا ہے۔ یہ بھک سے پھٹنے والے بمب کے ایک ذخیرہ کی طرح ہے جسے صرف ایک چنگاری اُڑا دے۔ اور فقط ایک چنگاری تمام یورپ کو آگ لگا سکتی ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ بلقان کا قضیہ دُنیا کے سامنے ہے۔"

امریکہ اور یورپ کے بہت سے خطابات میں آپ نے ایسی ہی تنبیہات فرمائیں۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو کیلیفورنیا کے ایک دوسرے خطاب میں آپ نے فرمایا:-

"ہم اُس جنگِ عظیم کے قریب ہیں جس کا ذکر مکاشفۂ یوحنا کے سولھویں باب میں کیا گیا ہے۔ اب سے صرف دو سال کا عرصہ باقی ہے۔ تب صرف ایک چھوٹی سی چنگاری تمام یورپ میں آگ لگا دے گی۔"

"تمام ممالک میں معاشرتی اضطراب اور وہ روز افزوں دینی غفلت جن کا روحانی بیداری سے پہلے ہونا ضروری ہے اِس وقت موجود ہیں۔ اور یہ دانیل اور مکاشفۂ یوحنا کی پیشینگوئیوں کے مطابق تمام یورپ میں آگ لگا دیں گی۔ ۱۹۱۷ء تک تمام شخصی بادشاہتیں مٹ جائیں گی اور انقلابات کے بھونچال زمین کو ہلا دینگے۔"

(مسز کارنٹ تر دکا بیان از اخبار ناھتشور ریویو شکاغو مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۴ء)

جنگِ عظیم کے بہت قریب کے دنوں میں آپ نے فرمایا:-

"تمام متمدن اقوام کی ایک عام جنگ نہایت قریب ہے۔"

ایک عظیم انقلاب جلد آنے والا ہے۔ دُنیا ایک دِل ہلا دینے والی لڑائی کی دہلیز پر ہے۔

عظیم افواج۔ لکھوکھا انسان جنگ کے لئے بلائے جارہے ہیں اور فرنٹیر پر متعین کئے جارہے ہیں۔ انہیں خوفناک جنگ کے لئے تیار کیا جارہا ہے۔ ایک خفیف سی رگڑ اُن میں ایک خوفناک دھماکا پیدا کرے گی۔ اور پھر ایک ایسی آگ لگیگی جس کی نظیر نوعِ انسان کی پچھلی تاریخ میں کہیں نہ ملے گی۔"

(حیفا اگست ۱۹۱۴ء ترجمہ از سٹار آف دی ویسٹ جلد ۵ صفحہ ۱۶۳)

جنگ کے بعد معاشرتی آفتیں

حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبدالبہاء نے ایک نہایت عظیم معاشرتی انقلاب کے بارہ میں بھی پیشینگوئیاں کیں۔ اور فرمایا کہ یہ انقلاب اس سبب دینی جہالت، مذہبی دیوانگی توہمات اور تعصبات کا نتیجہ ہوگا جو اس وقت دنیا میں پھیل رہے ہیں۔ جنگِ عظیم اس انقلاب کا ایک پہلو تھا۔

نومبر ۱۹۱۹ء کو ایک دِن جب میں بھی حضور میں حاضر تھا حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:۔

"اس سال کے بعد ہمیں اُمید ہے کہ لوگ بیدار ہو جائیں گے اور انہیں اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ سوائے آسمانی تعلیمات کے دُنیا کی بیماری کا اور کوئی علاج نہیں کیونکہ یہ جنگ باہمی کینہ وعناد پیدا کرنے کا سبب ہوئی ہے۔ مثلاً جرمن لوگ کبھی نہ بھولیں گے۔ اہل آسٹریا اسے فراموش نہ کریں گے۔ اہل بلگیریا اسے بھول نہ جائیں گے۔

ترک اِس سے کبھی نہ ہوں گے۔ ایک طرف سے تو
شوشلسٹ کا شور بلند ہو گا۔ دوسری طرف سے بالشویسٹ
کا طوفان اُٹھے گا۔ ایک طرف سے مزدوروں کے تقاضے
روز افزوں بڑھتے جائیں گے۔ ایک طرف سے اقوام کی
باہمی رقابت۔ دوسری طرف سے دینی بغض۔ ایک طرف
سے جنسی تعصب رونما ہونگے۔ صاف ظاہر ہے کہ کیا ہو گا
یہ تمام ایک بارود کی طرح ہیں۔ اگر خدائی تعلیمات کے
مطابق عالمگیر امن کا جھنڈا بلند نہ ہوا تو ایک نہ ایک دِن
بھک سے اُڑیں گی۔

تعلیماتِ الٰہی کے مطابق عالمگیر امن کا جھنڈا فقط کلام الٰہی
کی قوت سے ہی بلند کیا جا سکتا ہے۔ عالمِ انسان کی وحدت
رُوح القدس کی قوت سے قائم ہونی چاہئیے۔ اہلِ سیاست
لاکھ کوشش کریں مگر اُن کی سعی لاحاصل رہے گی۔ کیونکہ
انسانی قوت بلا تائید و توفیق الٰہی کے بیکار ہے۔

سوال۔ کیا صُلح عمومی کا جھنڈا اِس جنگ (جنگِ عظیم) کے بعد
بلند کیا جائے گا؟

جواب۔ نہیں اِس وقت نہیں۔ ہم جنگ کو جنگ سے دور
نہیں کر سکتے یہ تو ایسا ہی ہو گا کہ ہم ایک خون سے دھبے کو
خون سے دھوکر دور کرنا چاہیں۔ دُنیا کی اقوام لڑاکا مُرغوں کی
طرح ہیں۔ وہ لڑتے ہیں۔ لڑتے ہیں۔ لڑتے ہیں حتیٰ کہ تھک
کر چور ہو جاتے ہیں۔ تب وہ لڑنا بند کر دیتے ہیں اور صُلح
کر لیتے ہیں۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر وہ لڑنا شروع
کر دیتے ہیں۔

سوال۔ تمام دُنیا میں مزدوروں کا قضیہ کیا صورت اختیار کرے گا؟
جواب۔ یہ روز بروز بد سے بدتر ہوجائے گا۔ ایک مُدت تک
مزدور اُجرت کے بڑھائے جانے۔ کام کا وقت کم کرنے وغیرہ
کی رعایات کے سبب خاموش رہیں گے۔ مگر جلد ہی وہ اور رعایات
کا مطالبہ کریں گے۔ آخر کار وہ تمام کارخانجات وغیرہ پر قابض
ہوجائیں گے اور مالکوں سے کہینگے "ہم تمہیں ایک مقررہ رقم
مثلاً منافع کا دسواں حصّہ سالانہ دیتے رہیں گے۔"
زمانہ بہت تنگ اور آفات و تکالیف سے پُر ہوجائے گا
مالک و مزدور دونوں کے لئے سختی کا زمانہ ہوگا اور دنیا میں
پیداوار کی کمی ہوجائے گی۔"
کچھ دن بعد اِنہی ایام میں آپ نے فرمایا:۔
حضرت بہاء اللہ نے بکرّر فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا
کہ جب بے دینی اور اُن کی لازمی لاحقہ ابتری پھیل جائیگی
یہ ابتری اِس حد سے زیادہ آزادی کا نتیجہ ہوگی جو لوگوں میں
پھیل جائے گی مگر لوگ جس کے لئے تیار نہ ہوں گے نتیجہ
یہ ہوگا کہ لوگوں کے مفاد کی خاطر ابتری اور ہلچل کا سدِّ باب
کرنے کے لئے ایک دفعہ پھر سخت گیر حکومت پر عارضی
عملدرآمد کرنا ہوگا۔ اَب صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک قوم کامل
خود اختیاری اور آزادیِ عمل کی خواہاں ہے۔ دنیا کی موجودہ
حالت بیدینی کی حالت ہے۔ جس کا بدیہی نتیجہ اضطراب
ابتری اور ابتلا ہے۔ میں ہمیشہ یہ کہتا رہا ہوں کہ جنگِ عظیم
کے بعد صلح کی تجاویز پو پھوٹنے کی مانند ہے۔ طلوع آفتاب
کی مانند نہیں۔"

خدا کی بادشاہت کا آنا مگر ان آفات کے زمانہ میں امر اللہ بڑھتا جائیگا خود غرضانہ تنازع بقا کی جد و جہد کے سبب فرقہ وارانہ یا قومی مفاد حاصل کرنے کے لئے جو مصیبتیں لوگوں پر پڑیں گی تو وہ عالم مایوسی میں اس علاج کی طرف رجوع کریں گے جو کلام الٰہی نے پیش کیا ہے۔ جس قدر مصائب و آفات زیادہ ہوتی ہی قد لوگ سچے علاج کی طرف زیادہ راجع ہوں گے۔ بہاء اللہ لوح سلطان (بادشاہ ایران کے نام لوح) میں فرماتے ہیں :۔

"خدا نے بلاؤں کو اس سرسبز کشت زار کے لئے ترشح صبحگاہی بنایا ہے۔ یہ بلائیں اس چراغ کی بتی ہیں جس سے زمین و آسمان روشن ہو رہے ہیں .... بلاؤں کے ذریعہ ہی اس کا نور چمکا۔ اور اس کی تمجید لگاتار روشنی دیتی رہی۔ پہلے زمانوں اور گذشتہ صدیوں سے اس کی یہی سنت رہی ہے۔"

حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبد البہاء نہایت صریح الفاظ میں روحانیت کی مادیت پر یقینی فتح کی پُر زور پیشگوئی فرماتے ہیں۔ جس کا نتیجہ صلح اکبر کا قیام ہوگا۔ حضرت عبد البہاء نے ۱۹۰۴ء میں لکھا تھا :۔

"اس بات کو یقین سمجھئے کہ بلائیں اور مصیبتیں روز بروز بڑھتی جائیں گی اور لوگ مصیبت میں گرفتار ہونگے۔ فرحت و انبساط کے دروازے سب طرف بند ہو جائیں گے۔ خوفناک جنگ واقع ہوگی۔ مایوسی اور امیدوں کا انقطاع ہر جانب سے اُنہیں گھیر لے گا۔ حتیٰ کہ وہ مجبور ہو کر خدا کی طرف لوٹیں گے۔ تب ایک بڑی خوشی کا نور آفاق کو منور کرے گا اور یا بہاء الابہیٰ کا نعرہ ہر سمت سے بلند ہوگا۔" (دار اینڈ بیس صفحہ ۱۸۷)

فروری ۱۹۱۴ء میں جب حضرت عبد البہاء سے سوال کیا گیا کہ دولِ اعظم میں سے کوئی ایمان لائے گی یا نہیں۔ تو آپ نے جواب دیا :۔

"تمام دُنیا کے لوگ ایمان لائینگے۔ اگر تم آغازِ امر کی حالت کا مقابلہ امر کی آج موجودہ حالت سے کرو تو تم جان جاؤ گے کہ کلامِ الٰہی کس قدر سُرعت کے ساتھ نافذ ہو رہا ہے۔ اِس وقت امراللہ نے تمام دُنیا کو گھیر لیا ہے .... اس میں کوئی شک نہیں کہ دُنیا کے تمام لوگ امراللہ کے سایہ تلے پناہ گزین ہونگے"

(ترجمہ از سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۹ صفحہ ۳)

آپ فرماتے تھے کہ یہ بات بہت نزدیک ہے اور اسی موجودہ صدی میں واقع ہوگی۔ فروری ۱۹۱۳ء تھیاسوفسٹوں کو خطاب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"یہ صدی آفتابِ حقیقت کی صدی ہے۔ یہ صدی زمین پر خدا کی بادشاہت کے قائم ہونے کی صدی ہے۔" (ترجمہ: سٹار اوف دی ویسٹ جلد ۴ صفحہ ۱۱)

دانیال کی کتاب کی آخری دو آیات میں یہ پُراسرار الفاظ پائے جاتے ہیں۔

مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس (۱۳۳۵) روز تک آتا ہے۔ پر تو اپنی راہ چلا جا جب تک کہ وقت آخیر آئے کہ تو چین کرے گا اور اپنی میراث پر آخیر کے دنوں میں اُٹھ کھڑا ہوگا۔"

عُلمار نے اِن الفاظ کے معانی کی گتھی کو سُلجھانے میں بہت سی کوششیں کی ہیں۔ سَرِ ناہار کی ایک گفتگو میں جس میں مصنّف موجود تھا حضرت عبدالبہار نے فرمایا۔

"اِن تیرہ سو پینتیس دنوں سے مُراد ہجرتِ محمدی سے ۱۳۳۵ شمسی سال ہیں۔"

چونکہ ہجرت ۶۲۲ء عیسوی میں واقع ہوئی تھی اس لئے (۶۲۲ + ۱۳۳۵ = ۱۹۵۷ء) ہوتا ہے۔ جب یہ سوال کیا گیا کہ اِن ۱۳۳۵ روز کے اختتام پر ہم کیا دیکھینگے تو آپ نے جواب دیا۔

"صُلحِ اکبر مضبوطی سے قائم ہو جائے گی۔ اور ایک عام زبان وجود میں آ سے گی۔ سوء تفاہم ہٹ جائیں گے۔ امرِ بہائی سب دُنیا میں پھیل جائے گا۔ اور وحدتِ عالمِ انسانی وجود میں آئیگی۔ بہت شاندار وقت ہوگا۔"

عکّا اور حیفا

میرزا احمد سہراب عکّا و حیفا کے بارے میں حضرت عبدالبہاء کی یہ پیشگوئی اپنی ڈائری میں درج فرماتے ہیں۔ آپ اُس وقت حیفا کے مہمانخانہ کی ایک کھڑکی کے قریب تشریف فرما تھے اور یہ ۱۴ر فروری ۱۹۱۴ء کا دِن تھا۔

"مہمانخانہ سے منظر نہایت ہی دلکش دِکھائی دیتا ہے۔ خصوصاً اِس لئے کہ حضرت بہاء اللہ کے روضۂ مبارکہ کے عین مقابل ہے آنے والے زمانہ میں عکّا اور حیفا کے درمیان جو فاصلہ ہے آباد ہو جائے گا اور ہر دو شہر ایکدوسرے سے مِل جائینگے اور ایک عظیم الشان شہر کے دو انتہائی اطراف ہونگے۔ اِس اِس منظر کو دیکھتے ہوئے میں اَب بھی صاف طور سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ دُنیا کی ایک عظیم الشان منڈی بنے گا۔ یہ قوسی شکل کی کھاڑی نہایت اعلیٰ بندرگاہ (ہاربر) میں بدل جائے گی۔ جہاں تمام اقوام کے جہاز پناہ اور حفاظت کے لئے آیا کریں گے سب اقوام کے بڑے بڑے جہاز اِس بندرگاہ پر آیا کریں گے اور دُنیا کے ہر حصّہ سے لکھوکھا مَردوں اور عورتوں کو سوار کر کے لایا کریں گے۔ پہاڑ اور اُس کی وادی عالیشان عمارات و محلات سے بھر جائیں گے۔ دستکاریاں اور تجارت قائم ہوں گی اور رفاہِ عام کی بے شمار اور مختلف درسگاہیں بنائی جائیں گی۔ تمام قوموں کے تہذیب و تمدّن کے پھول یہاں آیا کریں گے۔

جو اپنی خوشبوؤں کو مِلا کر انسانی برادری کا راستہ تیار کریں گے عجیب وغریب باغ - پھلواڑیاں - چمنستان ہر طرف بنائے جائیں گے۔ رات کے وقت یہ عظیم الشان شہر بجلی کے قمقموں سے بقعۂ نور ہوگا۔ عکا سے حیفا تک سب بندرگاہ روشنی کی ایک راہ ہوگی۔ کوہ کرمل کے دونوں طرف طاقتور لائٹ ہاؤس بنائے جائینگے جو آنے جانے والے جہازوں کی رہنمائی کریں گے۔ خود کوہ کرمل کی چوٹی سے لے کر دامن تک برقی روشنی میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ کوہِ کرمل کی چوٹی پر کھڑے ہونے والے اور جہاز کے مسافر ایک ایسا نظارہ دیکھا کریں گے جو دنیا نے آج تک کبھی نہیں دیکھا۔

پہاڑ کے ہر طرف سے یا بہآء الابہیٰ کا ترانہ بلند ہوگا۔ اور صبح ہونے سے پہلے روح انگیز آوازیں۔ سُریلے ترانوں کے ساتھ خدائے مقتدر القدیر کے عرش کی طرف بلند ہوا کریں گی۔

بیشک خدا کے طریقے پُر اسرار اور ناقابلِ ادراک ہیں شیراز وطہران۔ بغداد وقسطنطنیہ - ایڈریانوپل - حیفا وعکا میں بھلا کیا بیرونی تعلق ہے؟ خدا آہستہ آہستہ ان مختلف شہروں میں اپنی مستقل اور اٹل تقدیر کے مطابق کام کرتا رہا تاکہ وہ پیشینگوئیاں اور بشارتیں جو پہلے نبیوں نے کی تھیں پوری ہوں۔ خدائی وعدوں کا وہ سُنہری سلسلہ جو تمام توریت وانجیل وقرآن میں زمانۂ امن وامان فرحت واطمینان کے بارہ میں ہے خدا کے حکم کے مطابق اپنے وقتِ مقررہ پر ظاہر ہوگا۔ ایک لفظ بھی اُن کا پورا ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ "

پندرھواں باب

یادِ گذشتہ و امیدِ آیندہ

"اَے دوستو! میں اِس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ نعمت تمام حجت کامل. برہان ظاہر اور دلیل ثابت ہو گئی۔ اب دیکھیں تمہاری ہمت مراتبِ انقطاع سے کیا ظاہر کرتی ہے۔ اِسطرح نعمت تم پر اور زمینوں اور آسمانوں کے تمام رہنے والوں پر تمام ہوئی۔ الحمد للہ ربّ العٰلمین۔"

(حضرت بہآء اللہ کے کلمات مکنونہ)

ترقی امر اللہ جگہ کی تنگی کے سبب تمام دُنیا میں تحریک بہائی کی ترقی کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ناممکن ہے۔ اِس دلچسپ مضمون کے لئے بہت سے ابواب کی ضرورت ہے۔ جن میں امر اللہ کے شہداء اور مبلّغین کے دل ہلا دینے واقعات لکھے جائیں۔ مگر پھر بھی نہایت ہی اختصار کے ساتھ ہم کچھ بیان کرتے ہیں:۔

اِس امر کے اوّل مومنین کو ایران میں سخت دشمنی ظلم و ستم اور بے رحمی سے دوچار ہونا پڑا لیکن اُنہوں نے اِن سب مصائب اور امتحانات کو نہایت

صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ انہیں اُن کے خون میں ہی بپتسمہ دیا گیا۔ کیونکہ ان میں سے کئی ہزار نے جامِ شہادت پیا۔ کئی ہزار قید و جلا وطن کئے گئے۔ ان کے مال و متاع تاخت و تاراج کئے گئے اور اُن کے اجسام ہدفِ حملۂ ہر پیر و جوان ہوئے۔ ساٹھ سال یا اس سے زیادہ تک ایران میں اگر کوئی حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ پر ایمان کے اظہار کی جرأت کرتا تو اُس کا مال و دولت سب لوٹ لیا جاتا۔ اُس کی آزادی اور نیز اُس کی زندگی بھی خطرے میں ہوتی۔ اسپر بھی یہ وحشیانہ مستقل مخالفت امراللہ کی پیشرفت کو اس سے زیادہ نہ روک سکی جتنی کہ ایک غبار آلود بادل سورج کے سامنے آنے سے اُس کو طلوع ہونے سے روک سکتا ہے۔

ایران کے اس سرے سے اُس سرے تک اہلِ بہاء اب ہر شہر اور قریہ اور دیہہ میں حتیٰ کہ خانہ بدوش قوموں میں بھی موجود ہیں۔ بعض تو گاؤں کے گاؤں ہی بہائی ہیں اور بعض میں ان کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے حالانکہ یہ اُن مختلف فرقوں سے آئے ہیں جو آپس میں ایکدوسرے کے جانی دشمن تھے۔ مگر اب یہ ایک مجمع الاحباب میں شامل ہیں جن کی برادرانہ اُلفت نہ صرف ایکدوسرے تک ہی محدود ہے بلکہ ہر جگہ تمام ان انسانوں کے ساتھ انہیں پیار ہے جو نوع انسان کے اتحاد اور ترقی کے لئے تعصبات اور فسادات کو دور کرنے کے لئے اور خدا کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے؟ صرف یہی ایک وہ کام ہے جسے یہ لوگ ساری دُنیا میں کرنے کے لئے نہایت استقلال کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اور جس کا پورا ہونا سب سے بڑا معجزہ ہوگا۔ قرائن صاف بتا رہے ہیں کہ یہ بڑا معجزہ بھی آہستہ آہستہ مگر یقینی طور سے معرضِ شہود میں آرہا ہے۔

ترکستان۔ امریکہ۔ ہندوستان اور برہما میں اہلِ بہاء کی تعداد ہزاروں تک

پہنچ گئی ہے۔ جرمنی۔ اٹلی۔ سوئیزرلینڈ اور فرانس میں بہائی مجالس قائم ہو گئی ہیں۔ اور اُن کی رُوحانی تحریکات کا حلقہ دِن بدن وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ ان میں سے بعض ممالک میں امراللہ کی خدمت کے لیئے ماہواری رسالے شائع ہوتے ہیں۔ اکثر ممالک میں سالانہ بہائی کانگریس باقاعدہ منعقد کی جاتی ہیں۔ جن میں اُس مُلک کے مختلف حصّوں کے نمایندے شریک ہوتے ہیں۔ جاپان سے بھی ایک ماہواری رسالہ جاپانی اور اسپرنٹو زبان میں نکلتا ہے۔ مشرق و مغرب کے تقریباً سب ممالک میں اہلِ بہاء پائے جاتے ہیں۔ اور اگرچہ اِس وقت وہ خال خال ہیں مگر وہ اپنی تعداد سے کہیں بڑھکر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ امراللہ کی جان بخش قوت رُوز بروز ثابت ہوتی جا رہی ہے اور خدا کا دین نوعِ انسان میں خمیر کی طرح سرایت کر رہا ہے۔ اور جیسے جیسے یہ پھیلتا جا رہا ہے نوعِ انسان کو ایک برزخ سے دوسرے برزخ میں لے جا رہا ہے۔

یہ جاننے کے لیئے کہ ایک شخص بہائی ہے یا نہیں صِرف ایک ہی امتحان ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دیکھیں کہ آیا وہ شخص حضرت بہاءاللہ اور حضرت عبدالبہاء مرکزِ میثاق کی تعلیمات پر اپنی روزمرہ زندگی میں عمل کرتا ہے یا نہیں۔ اور تحریک کی سچی کامیابی کو جانچنے کے لیئے صِرف ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ اِس کے ماننے والوں کی تعداد پر نہیں بلکہ اُس نفوذ پر ہے جو اِس کے اصول دنیا میں پیدا کرکے روز بروز اِسے بدل رہے ہیں۔ اِس بات کا تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت بہاءاللہ کے ظہور کے بعد سے دُنیا بے نظیر تیزی کے ساتھ بدل رہی ہے۔ اور یہ بات کہ یہ عجیب و غریب ترقی ایک حیرت انگیز حد تک اُنہی طریقوں پر ہو رہی ہے جو حضرت

بہاءاللہ نے نصف صدی پہلے مقرر کئے تھے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ بات اس کتاب کے منصف و عادل ناظرین پر صاف ظاہر ہو گئی ہو گی۔ اس لئے یہ نتیجہ قطعاً عقل اور انصاف پر مبنی ہو گا کہ وہ شخصیت جس نے ان تبدیلیوں کو سب سے پہلے واضح طور پر ظاہر کیا اور پھر نہایت قوت اور قدرت کے ساتھ اُن کی حمایت کی، اُن کے وقوع پذیر ہونے میں بھی اُس کا یقیناً بہت بڑا اثر و نفوذ ہو گا۔ ہمارے وہ ناظرین جو ٹیلی پیتھی (دماغی سلسلۂ خبر رسانی) کے عجائبات سے واقف ہیں یا جو دُعا کے حیرت انگیز اثرات کا علم رکھتے ہیں اُنہیں اس بات کے قبول کرنے میں کوئی دقت نہ ہو گی کہ حضرت بہاءاللہ کی سی رُوحانی طاقت کا مالک ان لوگوں پر جن کے دل محبّت اور تسلیم سے پُر ہیں خواہ وہ دُنیا کے کسی حصہ میں ہوں اور خواہ انہوں نے آپ کا نام سُنا ہو یا نہ سُنا ہو بہت طاقتور اثر ڈال سکتا ہے۔ ؎۱

؎۱ لارڈ کرزن اپنی کتاب پرشیا اینڈ دی پرشین کوسچن میں جو ۱۸۹۲ء یعنی صعود حضرت بہاءاللہ کے سال میں چھپی ہے لکھتا ہے:-

"ایران میں بابیوں کا جو کم از کم اندازہ کیا گیا ہے وہ اسوقت ۵ لاکھ ہے۔ مگر اُن لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے جو اس معاملہ کو اچھی طرح جانچ سکتے ہیں میرا اپنا یہ خیال ہے کہ کل تعداد دس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبے میں پائے جاتے ہیں۔ وزراء و اُمراء دربار شاہی سے لیکر خادموں اور سائیسوں میں بھی یہ موجود ہیں۔ ان کی کارروائی کا میدانِ عمل خود مسلمانوں کے مُلّا ہیں ....

اگر بابی دین اسی رفتار سے جس سے یہ اس وقت بڑھ رہا ہے ترقی کرتا گیا تو وہ وقت دور نہیں جب یہ ایران سے مسلمانی کو نکال کر الگ کرے گا۔ اس کے لئے یہ بات کرنی بہت دشوار ہوتی اگر یہ کسی مخالف دین کے جھنڈے تلے ظاہر ہوتا۔ مگر چونکہ اس کے سپاہی عموماً انہیں میں سے بھرتی کئے جا رہے ہیں جن کا یہ مقابل ہے اس لئے انجام کار اس کے کامیاب ہونے کی وجہ زیادہ مضبوط ہے۔" ؎۱ (جلد ۱ صفحہ ۴۹۹ سے ۵۰۲ تک)

حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ کی صداقت کے ثبوت

جتنا زیادہ ہم حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ کی زندگی کے حالات اور اُنکی تعالیم پڑھتے ہیں اُتنا ہی زیادہ ہمارے لئے یہ ناممکن ہوتا جاتا ہے کہ ہم اُن ..... کی عظمت اور بزرگی کا بجز آسمانی وحی کے اور کوئی سبب یا وجہ قرار دے سکیں۔ اُن کی پرورش ایسی فضا میں ہوئی تھی جو مذہبی دیوانگی اور تعصب سے پُر تھی۔ اُنہوں نے معمولی ابتدائی تعلیم پائی تھی۔ مغربی تمدن سے اُنہیں کوئی مَس نہ تھا۔ کوئی سیاسی یا مالی قوت اُن کی پُشت پر نہ تھی۔ انہوں نے انسانوں سے کچھ طلب نہ کیا۔ اور اُنہیں ناانصافی، ظلم و ستم کے سوا اور کچھ نہ دیا گیا۔ زعمائے جہان نے یا تو اُن کی پرواہ نہ کی اور یا اُن کی مخالفت پر تُل گئے۔ اُن کے کوڑے مارے گئے۔ انہوں نے اپنے مشن کے پورا کرنے میں دُکھ، قید اور دیگر بدترین مصائب سہے۔ ساری دُنیا ایک طرف اور وہ اکیلے طرف تھے اور سوائے خدا کے اُن کا کوئی حامی نہ تھا۔ مگر اُن کی فتح حال ہی ظاہر اور نمایاں ہے۔

اُن کے اصولوں کی عظمت اور شان۔ اُن کی زندگیوں کی نجابت اور ایثار۔ اُن کی اولوالعزمی اور استقلال۔ اُن کا حیرت افزا علم اور تحیّر خیز حکمت۔ ان کا مشرق و مغرب دونوں کے لوگوں ..... کی احتیاجات کو سمجھنا۔ اُن کی تعالیم کی وسعت اور مناسبت۔ اپنے ماننے والوں میں صمیمی وفاداری اور جوش پیدا کرنے کی قوت۔ اُن کے اثر کا نفوذ و اقتدار۔ اُن کی تحریک کی دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ...... یہ اُن کی صداقت کے ایسے زبردست اور ایسے قائل کرنیوالے ثبوت ہیں جنہیں صرف دین کی تواریخ ہی پیش کرسکتی ہے۔

شاندار مستقبل | بہائی بشارات خدا کے فضل و کرم کا ایک دل خوش کن منظر ہمارے سامنے منکشف کرتی ہیں اور بنی نوع انسان کی آیندہ ترقی کے دلپذیر نظارے ہماری آنکھوں کے سامنے لاتی ہیں۔ یہ یقیناً اُن سب مکاشفوں سے بڑا مکاشفہ ہے جو آجتک نوعِ انسان کو دیئے گئے تھے۔ یا یوں کہیں کہ یہ سب پہلے مکاشفوں کو پورا کرتا ہے۔ اِس کا مقصد نوعِ انسان کو نئی زندگی دینا اور ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کرنا ہے۔ یہ وہی کام ہے جس کے پورا کرنے میں حضرت مسیح اور دیگر انبیائے کرام نے اپنی زندگیاں صرف کیں۔ اِن معلمینِ ربّانی کے درمیان کوئی رقابت یا حریفانہ روح نہیں ہے۔ یہ کام صرف اِس ظہور یا اُس ظہور کے ذریعے سے نہیں بلکہ متفقاً سب کے ذریعے پورا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"اِس بات کی ضرورت نہیں کہ عیسیٰ کو بڑا ماننے کے لئے ابراہیم کو چھوٹا کر کے دکھایا جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ بہاءاللہ کی منادی کرنے کے لئے عیسیٰ کو گھٹایا جائے۔ حق و صداقت جہاں کہیں بھی ہو ہمیں لینا چاہیئے اس بات کا لب لباب یہ ہے کہ یہ سب بڑے بڑے پیغمبر کمالات کے خدائی علم کو بلند کرنے کے لئے آئے تھے۔ سب کے سب مشیّتِ الٰہی کے آسمان میں آفتاب بن کر درخشاں ہیں۔ سب کے سب دُنیا کو اپنے انوار سے منور کر رہے ہیں۔"

(سٹار آف دی ویسٹ جلد ۲ نمبر ۸ صفحہ ۸)

کام خدا کا ہے اور خدا صرف پیغمبروں کو ہی نہیں بلکہ کُل بنی نوع

کو بلاتا ہے کہ اِس تخلیقی عمل میں اُس کے مطیع و فرمانبردار ہوں۔ اگر ہم اُس کی دعوت کو قبول نہیں کرتے تو اِس سے ہم اِس امر کی ترقی کو روک نہیں سکتے۔ کیونکہ جو خدا چاہتا ہے وہ یقیناً واقع ہوکر رہتا ہے۔ اگر ہم اپنے فرض کے پورا کرنے میں قاصر رہینگے تو وہ اپنے مقصد کے پورا کرنے کے لئے اور وسائل پیدا کر سکتا ہے۔ مگر گھاٹے میں ہم ہی رہینگے۔ کیونکہ ہم اُس حقیقی مقصد و مدعا کو پورا نہ کر سکینگے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔

اور بہائی تعالیم کے مطابق انسانی زندگی کی حقیقی اور شاندار تکمیل یہی کہ ہم فنافی اللہ ہو جائیں یعنی خدا کے عاشق۔ اُس کے بندے اور اُس کے ارادے کو پورا کرنے کے لئے رضامند ذرائع اور وسائل بن جائیں یہانتک کہ ہم اپنے اندر سوائے اُس کے اور کسی کو نہ پائیں۔

نوعِ انسان کو ایک نہایت صحیح دل دیا گیا ہے۔ کیونکہ اُس کو خدا نے اپنی صورت اور اپنی مثل بنایا ہے۔ اِس لئے جب انسان سچائی پالیتا ہے تو یہ حماقت کی راہوں میں سرگردان نہیں رہتا۔ حضرت بہاء اللہ ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ خدا کی آواز پر آپ بہت جلد عام طور سے لبیک کی صدا بلند ہوگی اور کل ہی نوع انسان راستبازی اور اطاعت کی طرف متوجہ ہونگے۔ "اُسوقت رنج خوشی میں بدل جائے گا اور بیماری صحت سے مُبدّل ہو جائے گی" اور اِس دُنیا کی حکومتیں "ہمارے خداوند اور اُس کے مسیح کی حکومت بن جائیں گی۔ اور خدا ابدالآباد تک حکومت کرے گا (مکاشفہ یوحنا باب ۱۱- آیت ۱۵) نہ صرف وہ ہی جو زمین پر بلکہ وہ بھی جو آسمانوں میں ہیں خدا میں متحد ہوکر ہمیشہ اسی میں خوشیاں منائیں گے۔

دین کا تازہ ہونا

آجکل کی دُنیا کی حالت یقیناً ہمیں بہت کافی ثبوت بہم پہنچاتی ہے کہ بہت قلیل استثنا کے ساتھ اِس بات کی ضرورت ہے کہ ہر دین کے لوگوں کو اُن کے دین کے حقیقی

معنی بتا کر بیدار کیا جائے۔ اور یہ بیداری پیدا کرنا حضرت بہاء اللہ کی مشن کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔ آپ عیسائیوں کو بہتر عیسائی اور مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانے آئے ہیں۔ اور تمام لوگوں کو اُن کے اپنے اپنے بانیانِ دین کی حقیقی رُوح سے آگاہ فرما رہے ہیں۔ آپ میں وہ پیشنگوئی بھی پوری ہوگئی ہے جو ان تمام انبیائے کرام نے کی تھی کہ وقت کے پورا ہونے پر ایک نہایت عظیم الشان ظہور ہوگا۔ جو تمام انبیاء کے کاموں کو تکمیل تک پہنچائے گا۔ آپ نے اپنے سے پہلے انبیاء کی نسبت رُوحانی حقایق کو زیادہ کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اور اُن تمام انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سوالات کے متعلق جو آجکل دُنیا کے سامنے پیش ہیں مشیتِ الٰہی کو ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے عالمگیر تعلیمات عنایت کی ہیں جن پر ایک نئے اور بہتر تمدن کی مستحکم بُنیاد پڑ رہی ہے یہ تعلیمات اس نئے دور کی دُنیا کی جو اَب شروع ہو رہا ہے سب ضروریات پر حاوی ہیں۔

وحیِ تازہ کی ضرورت

وحدتِ عالمِ انسانی۔ وحدتِ اَدیان۔ وحدتِ سائنس و دین۔ قیامِ صُلحِ اکبر۔ بین الاقوامی محکمۂ عدالت۔ بین الاقوامی بیت العدل۔ بین الاقوامی زبان۔ آزادیِ نسواں۔ عالمگیر تعلیم و تربیت۔ انسانی غلامی ہی کی نہیں بلکہ تجارتی غلامی کی بھی حُرمت۔ ہر فرد کی آزادی اور حقوق کا لحاظ رکھتے ہوئے نوعِ انسان کی بطور ایک ہی خاندان کے تنظیم۔ یہ سوالات ہیں جو بڑی بھاری اہمیت اور سخت دشواریاں پیش کرتے ہیں۔ اور جن کے متعلق عیسائیوں، مُسلمانوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے خیالات مختلف اور اکثر اوقات سخت دشمنی آمیز تھے اور ابتک ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کے ذریعے خدا نے صاف صاف اور واضح اصول نازل فرمائے ہیں جن پر عملدرآمد دُنیا کو بہشت بنا دے گا۔

حق سب کے لئے ہے

اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بہائی تعالیم ایران اور مشرق کے لئے بے شک نہایت شاندار و مفید ہیں مگر مغربی اقوام کے لئے وہ غیر ضروری بھی ہیں اور نامناسب بھی۔ ایک شخص کو جس نے یہ خیال ظاہر کیا تھا حضرت عبدالبہاء نے جواب دیا:-

"حضرت بہاء اللہ کے امر کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ عام بہتری کے لئے ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اور جو خدا کی طرف سے ہے وہ عام بہتری کے لئے ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو سب کے لئے سچ ہے۔ اور اگر نہیں تو سب کے لئے نہیں۔ اِس لئے وہ خدائی امر جو عام بہتری کے لئے ہو مشرق یا مغرب تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ آفتاب حقیقت کے انوار مشرق و مغرب دونوں کو روشن کرتے ہیں۔ اور اُس کی حرارت شمال و جنوب دونوں میں محسوس ہوتی ہے۔ یعنی ایک قطب کو دوسرے قطب سے کوئی امتیاز نہیں۔ مسیح کے ظہور کے وقت رومیوں اور یونانیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ کا امر یہودیوں کے لئے ہی مخصوص تھا۔ انہیں یہ زعم تھا کہ ان کا تمدن مکمل ہے اور انہیں حضرت مسیح کی تعالیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اسی جھوٹے خیال نے ان میں سے بہتوں کو اُس کے فضل سے محروم کر دیا۔ واضح ہو کہ مسیحیت کے اصول اور حضرت بہاء اللہ کے احکام بالکل ایک سے ہیں۔ اور ان کے طریقے بھی ایک سے ہیں۔ ہر یوم کی ایک جداگانہ شانِ ترقی ہی ایک زمانہ تھا۔ یہ خدائی کارخانہ (ارتقائی ثبوت) عالمِ نطفہ میں تھا پھر عالمِ جنین۔ پھر عالمِ طفلی اور پھر ذی ہوش نوجوان کی مانند

ہو گیا۔ آج کے دِن یہ نہایت حسن و جمال کے ساتھ جلوہ گر ہے۔"

وصایائے عبدالبہاء

نیا ورق پیارے آقا حضرت عبدالبہاء کے صعود فرمانے کے بعد تحریک بہائی نے اپنی تاریخ کا ایک نیا ورق پلٹا ہے۔ اُس کی ترقی اب اِس حد تک ہو گئی تھی کہ ایک باقاعدہ تنظیم کی ضرورت تھی۔ تاکہ دُنیا کے تمام مُلکوں کے احباب کے کاموں میں یکسانیت پیدا ہو۔ اور سب اتحاد اور یکسوئی کے ساتھ کام کریں۔ تنظیم کا خاکہ حضرت بہاءاللہ ہی بنا گئے تھے اور اِسے حضرت عبدالبہاء نے اپنی آخری وصایا میں نہایت آسان کر کے ہمارے سپرد کیا ہے۔ اِس تنظیم کے تین بڑے بڑے عنوان ہیں۔

(۱) ولیِ امراللہ
(۲) ایادیِ امراللہ
(۳) مجالسِ رُوحانی محلی۔ مرکزی اور بین الاقوامی۔

ولیِ امراللہ حضرت عبدالبہاء نے اپنے سب سے بڑے نواسے حضرت شوقی آفندی کو ولیِ امراللہ کے ذمہ دار عہدہ پر مقرر فرمایا۔ حضرت شوقی آفندی حضرت ضیاء خانم کے سب سے بڑے فرزند ہیں جو حضرت عبدالبہاء کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ آپ کے والد ماجد آقا میرزا ہادی سلالۂ حضرت باب سے ہیں۔ حضرت شوقی آفندی حضرت عبدالبہاء کے صعود فرمانے کے وقت ۲۵ سال کے تھے۔ اور آپ

بیلیئل کالج آکسفورڈ میں تعلیم پا رہے تھے۔ آپ کی تقرری کا اعلان
حضرت عبدالبہاء، اپنی وصایا میں اس طرح فرماتے ہیں:۔

"اے یارانِ مہربان! اس مظلوم کے مفقود ہونے کے بعد اغصان
و افنان سدرۂ مبارکہ (خویش و اقارب حضرت باب و حضرت بہاء اللہ)
ایادیِ امراللہ اور حضرت جمالِ ابہیٰ کے احباب کو لازم ہے کہ وہ حضرت
شوقی آفندی کی طرف متوجہ ہوں جو دو شجرۂ مقدسہ مبارکہ سے پیدا ہوتے ہیں۔
اور جو دوحۂ رحمانیہ کی دو شاخوں کے ملنے سے وجود میں آئے ہیں۔ کیونکہ
آپ آیت اللہ، غصنِ ممتاز اور ولی امراللہ ہیں اور تمام اغصان و افنان و
ایادیِ امراللہ و احبائے اللہ کے مرجع ہیں۔ اور خدا کی آیات کے مبین ہیں اور
آپ کے بعد آپ کی نسل میں سے یکے بعد دیگرے جو پہلوٹھی کی اولاد ہوگی
وہ اس مقام پر فائز ہوگا۔ ....

ولی امراللہ اور بیت العدل عمومی جو عموم کے انتخاب سے قائم اور تشکیل
کئے جائیں گے حضرت جمالِ ابہیٰ کی حفاظت اور صیانت اور حضرت اعلیٰ روحی
لہا الفداء کی حراست اور عصمت کے تلے ہونگے۔ اور جو کچھ وہ فیصلہ دینگے
خدا کی طرف سے ہوگا۔ ....

اے احبائے الٰہی! ولیِ امراللہ کو لازم ہوگا کہ وہ اپنی عین حیات میں
اپنے جانشین کو منتخب کریں۔ تاکہ آپ کے صعود کے بعد اختلاف پیدا
نہ ہو۔ اور جس شخص کو تعیین کریں وہ تقدیس و تنزیہہ، تقوای الٰہی اور
علم و فضل و کمال کا مظہر ہو۔ پس اگر ولیِ امراللہ کی پہلوٹھی کی اولاد اس ضرب المثل
"اولاد اپنے باپ کا سرِ مخفی ہے" کے مطابق نہ ہو یعنی عنصر روحانی سے نہ ہو
اور اُس کا چال چلن اس کے خاندانی شرف کے مخالف ہو تو اولاد میں سے
دوسرے کو انتخاب کریں۔

ایادیِ امراللہ اپنی جمعیت میں سے نو شخصوں کو چنا کرینگے جو ولیِ امراللہ

کی اہم ضرورات میں مشغول رہا کرینگے۔ اِن نو شخصوں کا انتخاب یا تو اتفاق رائے سے ہو گا یا کثرت آراء سے۔ اور یہ نو شخص اتفاق یا کثرت آراء سے اُس جانشین کی جسے ولیِ امر اللہ انتخاب فرمایا کرینگے تصدیق کیا کرینگے۔ اور تصدیق اس طرح ہوا کرے گی کہ مصدق اور غیر مصدق معلوم نہ ہوا کرے گا"

ایادیِ امر اللہ حضرت بہاء اللہ نے اپنے زمانۂ ظہور میں ہی چار معتبر و معتمد احباب کو تحریک کے کام چلانے اور ترقی دینے کیلئے مقرر فرمایا تھا اور اُنہیں ایادیِ امر اللہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ اُن میں سے تین صعود فرما چکے ہیں اور ایک ابھی زندہ ہیں۔ حضرت عبد البہاء اپنی وصایا میں ایک مستقل جمعیت کارکنان کے قائم کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں جو امری معاملات میں ولیِ امر کے ساتھ کام کریں گے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

" ای یاران! ایادیِ امر اللہ کو ولیِ امر اللہ نامزد و مقرر فرمایا کریں گے۔ ایادیِ امر اللہ کا فرض، نشرِ نفحات اللہ۔ تربیتِ النفوس، تعلیم علوم اور عموم کے اخلاق کو بہتر بنانا ہو گا۔ اُن کی چال ڈھال۔ طور و اطوار کردار و گفتار ہر حالت سے تنزیہہ و تقدیس ظاہر ہو۔ اور خدا کا خوف اُن سے ظاہر و آشکار ہو۔ ایادیِ امر اللہ کی یہ جماعت ادارۂ ولیِ امر اللہ کے ماتحت ہوگی۔ جو ہمیشہ اُن کو نفحات اللہ کے پھیلانے اور کل اہل جہان کی ہدایت کی سعی و کوشش اور جد و جہد کرنے کی تلقین کیا کرینگے۔ کیونکہ نورِ ہدایت سے ہی سب جہان روشن ہو سکتے ہیں۔"

محافل روحانی بہائی تحریک کی محلی محافل روحانی کے بارے میں ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ یہ محافل اس وقت بہت سے مقامات میں کارپرداز ہیں۔ اِن کے علاوہ حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبد البہاء نے مرکزی اور بین الاقوامی محافل قائم کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ وصایا میں حضرت عبد البہاء لکھتے ہیں:۔

"اب رہا بیت عدل کے بارے میں جسے خدا نے کل نیکیوں کا مصدر اور خطا سے محفوظ قرار دیا ہے' یہ انتخاب عمومی سے قائم ہوا کریگا۔ یعنی مومنین اس کا انتخاب کیا کریں گے۔ اس کے ممبروں کا فرض ہے کہ خوفِ خدا کے مظاہر، علم و دانائی کے مطالع، دینِ الٰہی پر ثابت اور کل نوعِ انسان کے خیر خواہ ہوں۔ اس بیت عدل سے مراد' بیت عدل عمومی ہے۔ یعنی تمام ممالک میں بیت عدل خصوصی بنائے جائیں اور وہ سب بیوتِ عدل' بیتِ عدل عمومی کا انتخاب عمل میں لائیں۔ یہ جمعیت سب کاموں کی ذمہ دار ہوگی اور اُن قوانین و احکام کے بنانے کی مجاز ہوگی جو نصوصِ الٰہی میں نہیں ہیں۔ سب مشکل مسائل اس مجلس میں حل ہوا کرینگے۔ ولی امر اللہ اس مجلس کے تاحینِ حیات اعضاء اور صدر ہونگے۔ اگر آپ اس کے جلسوں میں بذاتِ خود نہ آسکا کرینگے تو آپ اپنا نائب یا وکیل مقرر فرمایا کرینگے.....

یہ بیت عدل قوانین بنایا کرے گا اور حکومت انہیں جاری فرمایا کریگی۔ مجلسِ قانون ساز کو حکومت کا مددگار اور حکومت کو مجلسِ قانون کا ممد و معاون ہونا چاہیئے۔ تاکہ ان دونوں قوتوں کے میل جول اور ملکر کام کرنے سے عدل و انصاف کی بُنیاد مضبوط اور مستحکم ہو۔ اور دنیا جنت النعیم اور بہشت بریں بن جائے۔

کتاب اقدس سب کا مرجع ہے۔ اور جو مسئلہ اس میں منصوص نہیں ہے اُس کے لئے بیت العدل عمومی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ بیت عدل جو کچھ بالاتفاق یا اکثریت آرار سے حکم دے وہی درست اور وہی خدائی مُراد ہے۔ جو کوئی اُس سے انحراف کرے گا بیشک وہ اُن میں سے ہوگا جو فسادی اور نفاق پھیلانے والے ہیں اور جو ربّ المیثاق سے پھر گئے ہیں۔

اعضائے بیت العدل کا فرض ہے کہ وہ کسی ایک جگہ جمع ہوں اور اُن معاملات پر جن پر اختلاف واقع ہوا ہے یا اور مشکل مسائل پر یا اُن مسائل پر

جو کتاب الٰہی میں منصوص نہیں غور و خوض کریں اور جو وہ فیصلہ کریں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نص کتاب۔ چونکہ بیت عدل کو غیر منصوص قوانین کے بنانے کا اختیار ہے اس لئے اُسے اِن کے منسوخ کرنے کا بھی اختیار ہے مثلاً آج بیت عدل نے ایک قانون بنایا اور وہ معمول ہو گیا مگر سو سال کے بعد لوگوں کی حالت بالکل بدل گئی۔ زمانے کا رنگ کچھ اور ہو گیا تو اُس وقت کے بیت عدل کو اختیار ہو گا کہ وہ اُس قانون کو اقتضائے وقت کے مطابق بدل دے۔ کیونکہ یہ قانون نص صریح الٰہی نہیں ہے۔ بیتِ عدل اِس کا واضع تھا اور بیتِ عدل ہی اِس کا ناسخ بھی ہو سکتا ہے۔"

وصایای حضرت عبدالبہاء سے کچھ اور اقتباسات

حضرت عبدالبہاء کی آخری وصیت کی اہمیت۔ اس کے ارشادات کا وزن اور ان کی منزلت اور اس کی ہدایات و شرائط کی بنیادی حکمت اِس بات کی مقتضی ہیں کہ ہم اِس پر اسوقت کسی قسم کی حاشیہ آرائی نہ کریں مگر ہم دینِ بہائی کے مختصر سے خاکہ کے آخر میں اِس اہم وصیت سے چند اور ایسے اقتباسات درج کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں جو نہایت صفائی سے اُس روح اور اُن اصول کا نقشہ کھینچتے ہیں جو حضرت عبدالبہاء کی رہنمائی اور ہمت افزائی کرتے تھے اور جو آپ کے وفادار پیروؤں کو بطور ورثہ ملے ہیں ؛- "اے خدا کے پیارو! اِس دَورِ مقدس میں لڑنا جھگڑنا اور فساد بالکل حرام ہے اور جو تعدی کرے گا وہ اپنے آپ کو خدا کے فضل سے

محروم کرے گا۔ ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ تمام قوموں اور قبیلوں سے خواہ وہ اپنے ہوں یا بیگانے نہایت محبت۔ راستی۔ درستی اور دلی مہربانی سے پیش آئے۔ بلکہ رعایت اور محبت اِس درجہ تک پہنچ جائے کہ بیگانہ اپنے آپ کو آشنا جانے اور دشمن دوست خیال کرے۔ یعنی وہ ہرگز کسی قسم کا تفاوت محسوس نہ کریں۔ کیونکہ عمومیت عادتِ الٰہی ہے اور تحدید صفتِ دنیوی۔

پس اے یارانِ مہربان! تمام قوموں، دینوں اور لوگوں سے کمال راستی درستی۔ وفا پرستی۔ مہربانی۔ خیر خواہی اور دوستی کے ساتھ ملو جلو تاکہ سارا جہان ہستی فیضِ بہار کے پاک جام سے سرمست ہو۔ اور نادانی۔ دشمنی۔ کینہ و بغض دنیا سے زائل ہو جائے۔ مختلف فرقوں اور قوموں میں جو بیگانگی کی تاریکی چھائی ہوئی ہے وہ یگانگی کے انوار میں تبدیل ہو جائے۔ اگر دوسری قومیں اور لوگ تم پر جفا کریں۔ تم وفا کرنا۔ اگر تم پر ظلم کریں۔ تم عدل کرنا۔ اگر وہ تم سے پرہیز کریں تم انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنا۔ دشمنی کریں تو دوستی سے پیش آنا۔ اگر وہ تمہیں زہر دیں تم انہیں امرت دینا۔ اگر تم کو زخمی کریں تو تم اُن کے زخم کا مرہم بننا۔ یہ مخلصوں اور صادقوں کی صفات ہیں۔

اے خدا کے پیارو! تم ہر عادل بادشاہ کے سامنے خاضع رہنا اور ہر راستباز شہریار کے فرمانبردار رہنا۔ بادشاہوں کی نہایت صداقت و امانت سے خدمت کرنا اور اُن کے مطیع و خیر خواہ رہنا۔ اور ملکی معاملاتِ سیاست میں اُن کے اِذن و اجازت کے بغیر دخل نہ دینا۔ کیونکہ ایک بادشاہِ عادل کے ساتھ خیانت کرنا خدا کے ساتھ خیانت کرنا ہے۔ یہ تمہیں میری نصیحت اور خدا کا حکم ہی جس کا ماننا تم پر فرض ہے۔ مبارک ہیں وہ جو عمل کرتے ہیں۔

اے پروردگار! تو دیکھتا ہے کہ تمام چیزیں میرے حال پر رو رہی ہیں اور میرے اپنے رشتہ دار خوشیاں منا رہے ہیں۔ تیری عزت کی قسم۔ اے میرے پروردگار۔ میرے بعض دشمن بھی میرے دکھوں اور میری بلاؤں کو دیکھکر

رنجیدہ ہوئے اور حاسدوں نے بھی میری غربت و ابتلا اور کرب و بلا پر آنسو بہائے۔ کیونکہ انہوں نے مجھ میں سوائے مہر و مودّت اور کچھ نہ دیکھا۔ اور سوائے مہربانی و محبت اور کچھ نہ پایا۔ جب انہوں نے مجھے مصیبتوں اور بلاؤں کے سیلاب میں گھرے دیکھا اور قضا کے تیروں کا نشانہ پایا تو ان کے دل رقت سے بھر گئے۔ آنسو ان کی آنکھوں میں ڈبڈبا آئے۔ اور انہوں نے شہادت دی کہ خدا گواہ ہے ہم نے اس میں سوائے وفا۔ عطا اور حد درجہ کی رأفت کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ مگر ناقضین۔ ناعقین کا بغض اور زیادہ بھڑکا اور وہ میری اس مصیبت پر اور میرے اس طرح محنت و بلا کا شکار ہونے پر خوش ہوئے۔ میرے خلاف اُٹھے اور ان جانگداز حوادث کو دیکھ کر جو مجھے گھیرے ہوئے تھے خوشیاں منانے لگے۔

اے میرے پروردگار! میں اپنی زبان اور اپنے سارے دل سے تجھے بلاتا ہوں کہ تو انہیں اُن کے ظلم و اعتساف اور نفاق و شقاوت کے لئے نہ پکڑنا۔ کیونکہ وہ جاہل ہیں۔ دیوانے ہیں اور بے حیا ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ نیکی و بدی میں فرق نہیں کر سکتے اور عدل و انصاف کو ظلم و اعتساف اور فاحشات سے متمیز نہیں کر سکتے وہ اپنی نفسانی خواہشات کی متابعت کرتے ہیں اور ناقص ترین اور جاہل ترین لوگوں کی پیروی کرتے ہیں۔

اے پروردگار! ان پر رحم کر اور اُنہیں اس پر فتن زمانہ میں ہر بلا سے محفوظ رکھ اور جس قدر بھی رنج و اَلم اور محنت و بلا ہیں وہ اس بندے پر نازل کر جو اس اندھیرے غار میں گھرا ہوا ہے۔ ہر بلا کے لئے مجھے چن لے اور مجھے اپنے تمام پیاروں کے لئے فدا کر۔ اے میرے پروردگارِ اعلیٰ! میری روح۔ میری ذات۔ میرا نفس۔ میری کینونت و ہویت و حقیقت سب ان کے لئے قربان کر۔

اے میرے پروردگار۔ اے میرے پروردگار! میں نہایت عجز و انکسار سے اپنے منہ کے بل گر کر تجھ سے نہایت تضرع و ابتہال کے ساتھ مانگتا ہوں کہ تو اُن سب کو جنہوں نے مجھے اذیت دی ہے بخش دے اور اُن سب کو معاف کر جنہوں نے میرے خلاف منصوبے باندھے اور مجھے ستایا۔ اور اُن سب کے گناہوں کو دھو ڈال جنہوں نے مجھ پر ظلم کئے ہیں۔ اُنہیں اپنی بہترین برکات عطا کر اور اُنہیں خوشیاں دے۔ مسرتوں سے اُنہیں سینچا اور اُنہیں امن اور بہبودی سے بہرہ ور کر اور اُنہیں اپنے فضل و عطا سے مالا مال کر دے۔ تو مقتدر و عزیز و مہیمن و قیوم ہے۔

حضرت مسیح کے حواریوں نے اپنے آپ کو اور تمام دُنیا کی چیزوں کو فراموش کر دیا تھا۔ سب سر و سامان کو ترک کر کے ہوی و ہوس سے پاک و منزہ ہو گئے تھے۔ سب تعلقات سے الگ تھلگ ہو کر تمام ملکوں اور شہروں میں پھیل گئے تھے اور خلقِ خدا کی ہدایت میں لگ گئے۔ حتیٰ کہ اُنہوں نے دُنیا کو ایک دوسری دُنیا بنا دیا اور عالمِ خاک کو چمکا دیا۔ اپنے آخری دَم تک اُس دلبر رحمانی کی راہ میں جانفشانی کرتے رہے۔ اُن میں سے ہر ایک مختلف ملکوں میں شہید ہوا۔ پس وہ جو مردانِ عمل ہیں اُن کی پیروی کریں۔"

اے میرے پروردگار! اے میرے خدا۔ میں تجھے تیرے انبیا تیرے رسولوں۔ تیرے اولیاء اور تیرے اصفیاء کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ میں نے تیرے احباب پر اتمامِ حجت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اُن کے سامنے سب باتیں کھول کر رکھ دیں تاکہ وہ تیرے امر کی محافظت کریں۔ اور تیرے طریقِ مستقیم کے محافظ ہوں اور تیری نورانی شریعت کی حفاظت کریں۔ بیشک تو شاہد و علیم ہے۔"

تمت

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام سید محفوظ الحق علمی پرنٹر و پبلشر
چھپکر دفتر بہائی میگزین کشمیر بلڈنگ لاہور سے شائع ہوا